

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232693

UNIVERSAL
LIBRARY

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جلد دوم ۱۰۶۹

خلافتِ مسند

یعنی

ملک اسپین میں عربوں کی بہشت صدائے حکومت
تصنیف علی جناب طالبِ افواج القدر جنابہ ریم علیہ السلام
ناظم اول جلداری بلدہ فرخندہ بنیلہ حیدر آباد ترجمہ کیا گیا
بہ تمام محقق قاسم

قاسم حسین لکڑی بن مین رونق طبع پانی

فہرست خلفائے بنی امیہ

نمبر شمار	نام والی	مدت حکومت	کیفیت
۱	عبد الرحمن اول لدخل	۴۵۶ھ لغایت ۴۷۲ھ جمادی الاخریٰ ۴۷۲ھ	۴۹۶ھ
۲	ہشام اول	۴۷۲ھ لغایت ۴۸۸ھ جمادی الاخریٰ ۴۸۸ھ	۴۹۶ھ
۳	الحکم	۴۸۸ھ لغایت ۴۹۶ھ ذی الحجہ ۴۹۶ھ	۴۸۸ھ
۴	عبد الرحمن ثانی	۴۹۶ھ لغایت ۵۲۲ھ ربیع الثانی ۵۲۲ھ	۴۹۶ھ
۵	محمد اول	۵۲۲ھ لغایت ۵۴۳ھ ربیع الثانی ۵۴۳ھ	۵۲۲ھ
۶	المعذر	۵۴۳ھ لغایت ۵۵۶ھ صفر ۵۵۶ھ	۵۴۳ھ
۷	عبد اللہ	۵۵۶ھ لغایت ۵۸۸ھ صفر ۵۸۸ھ	۵۵۶ھ
۸	عبد الرحمن ثالث	۵۸۸ھ لغایت ۶۱۲ھ رمضان ۶۱۲ھ	۵۸۸ھ
۹	الحکم ثانی	۶۱۲ھ لغایت ۶۴۶ھ رمضان ۶۴۶ھ	۶۱۲ھ
۱۰	ہشام ثانی	۶۴۶ھ لغایت ۶۷۹ھ صفر ۶۷۹ھ	۶۴۶ھ
۱۱	محمد ثانی (المہدی)	۶۷۹ھ لغایت ۷۰۹ھ جمادی الاخریٰ ۷۰۹ھ	۶۷۹ھ
۱۲	سلیمان	۷۰۹ھ لغایت ۷۱۹ھ ربیع الاول ۷۱۹ھ	۷۰۹ھ
	محمد ثانی	۷۱۹ھ لغایت ۷۳۶ھ شوال ۷۳۶ھ	۷۱۹ھ
	ہشام ثانی	۷۳۶ھ لغایت ۷۶۱ھ ذی الحجہ ۷۶۱ھ	۷۳۶ھ
	سلیمان	۷۶۱ھ لغایت ۷۸۶ھ شوال ۷۸۶ھ	۷۶۱ھ
۱۳	عبد الرحمن چارم المتوفی	۷۸۶ھ لغایت ۸۰۹ھ رمضان ۸۰۹ھ	۷۸۶ھ
۱۴	عبد الرحمن نجم المستظهر	۸۰۹ھ لغایت ۸۲۵ھ رمضان ۸۲۵ھ	۸۰۹ھ
۱۵	محمد ثالث المستغنی	۸۲۵ھ لغایت ۸۴۶ھ ذی قعدہ ۸۴۶ھ	۸۲۵ھ
۱۶	ہشام ثالث	۸۴۶ھ لغایت ۸۶۳ھ ربیع الاول ۸۶۳ھ	۸۴۶ھ

فہرست مضامین خلافت اندلس حصہ دوم

نمبر صفحہ

۶ باب اول

آغاز خلافت اندلس - بغاوت امیر یوسف الفہری - امیر یوسف اور ابن حاتم ابو الجوشن
کا انتقال - ابن مغیث کا حسب الحکم خلیفہ ابو جعفر المنصور اندلس میں داخل ہونا اس کی کامیابی
اور اس کا قتل - اہل یمن کی بغاوت - المغیرہ عبدالرحمن کے بیٹے کا قتل - سلطان عبدالرحمن
الحاکم شام کی فتح کا قصد کرنا - جنگ فرانس - شارلین کا صلح کی درخواست کرنا - امیر ہسپانیہ
عبدالرحمن بن معاویہ کے ذاتی حالات -

باب دوم

ہشام کی تخت نشینی - نجومی سے ملاقات - سلیمان کی بغاوت - فتح اربونہ اور عیسائیوں
جنگ - تعمیر پل - طرہ حکومت - ذاتی حالات -

باب سوم

الحاکم کی تخت نشینی - اس کے چچا سلیمان اور عبداللہ کی بغاوت - جنگ حبلیقہ - انتقال
سلیمان - عیسائیوں کے ساتھ جنگ اور اون کی شکست - قحط عظیم - انتقال - طرہ حکومت

باب چہارم

عبدالرحمن ثانی کی تخت نشینی - عیسائیوں کے ساتھ جنگ - یونان کے سفیر کا قریب آنا -

نمبر صحیفہ

یحییٰ امجدی ابن الرشید اور عبدالملک ابن حبیب۔ اندلس کا محصل۔ عبدالرحمن کے ذاتی حالات۔

باب نچیم

۱۰۲ تا ۶۱

سلطان محمد۔ اور سلطان منذر۔ اور سلطان عبداللہ کا یکے بعد دیگرے تخت نشین ہونا۔ ان کے زمانہ حکومت کے مختصر حالات۔ عبدالرحمن ثالث کی تخت نشینی جلیقیہ اور نوار اور البہ پر بلغار عربوں کی شکست۔ عربوں کی فستج۔ اہل یورپ اور عبدالرحمن سے بغاوت سلطان کے بیٹے عبداللہ کا قتل۔ ان رقیہ پر بلغار۔ انتظام مالک محمد و سہ عمارات کا شوق اس کا دربار۔ عبدالرحمن کا انتقال۔

باب ششم

۱۳۲ تا ۷۷

الحکم ثانی کی تخت نشینی۔ عیسائیوں سے محاربات۔ اردونی چہارم کا فت۔ طہ آنا سفیون کا قرطبہ آنا۔ قسطا کی شہزادی کا قرطبہ آنا۔ واقعات افریقیہ۔ علم کا شوق کیتخانہ۔ ذاتی حالات اور انتقال۔

باب ہفتم

۱۸۱ تا ۱۳۳

ہشام ثانی کی تخت نشینی۔ المغیرہ کا قتل۔ جعفر ابن عثمان المصطفیٰ۔ المنصور اور اوسکی سازشیں۔ اس کا انتظام حکمت۔ نصاریٰ کو ساتھ جنگ زیری ابن ہشام و عظمیٰ و ابن عبدالملک بن المنصور۔

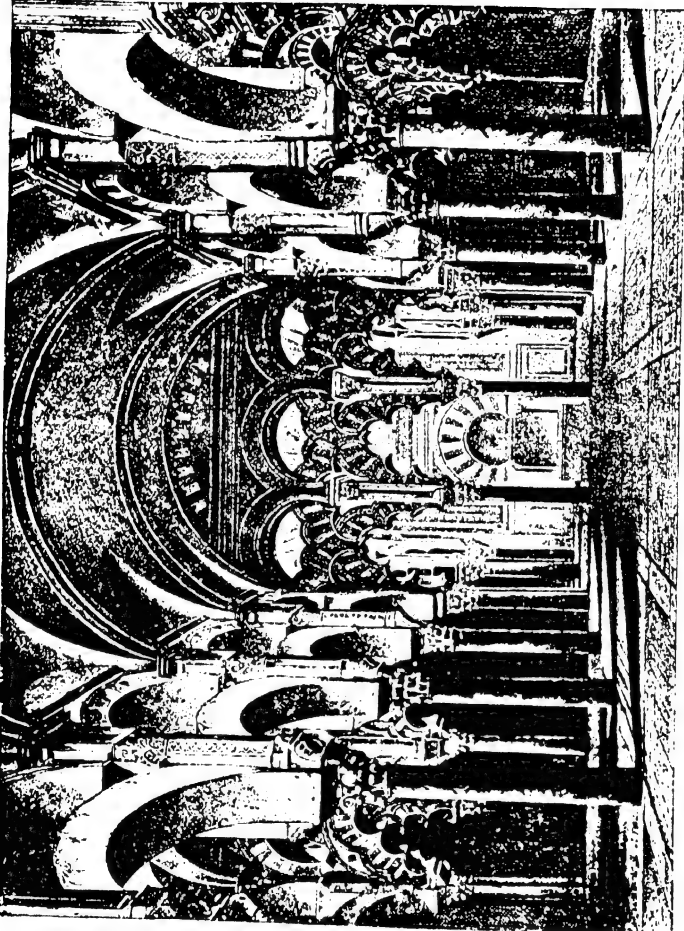
باب ہشتم

۲۱۳ تا ۸۲

طوائف الملوک محمد بن عبدالجبار المہدی سلیمان سلطان شام کا دوبارہ تخت پر بیٹنا۔ ابن بکر کا قتل عام علیہ شام کا قتل۔

غلط نامہ جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱	۱۲	حیرث	حریث	۲۷	نوٹ کی سطر	جلد کرنے	جلد نہ کرنے
۳۱	۱۰	ساٹھ	سات	۵۱	۱۴	گم	۰
۵۲	نوٹ کی سطر	کو	کی	۶۰	۱	خورد و نوش	خورد و نوش
۶۸	۱۲	قدرت	قدرت نے	۸۴	۷	ان صالین	ان صالین
۸۴	۹	۳۲۲	۳۲۲	۱۳	۲۲۵	۳۲۵	۳۲۵
۱۰۸	۱۰	عسی	عیسیٰ	۱۰۹	۱۳	فرڈلند	فرڈلند
۱۱۰	۱۱	فساد نقص	فساد نقص	۱۲۸	۱۰	مستحق	مستحق
۱۲۹	۲	کوہی	کوہی	۱۴۰	۳	عامر کو	عامر
۱۵۵	نوٹ	سنگو	سنگو	۱۵۶	نوٹ سطر ۲	سٹ	سٹ
۱۸۱	۶	رعایا کو	رعایا ہی	۱۸۹	۴	ابن عوس	ابن عوس
۱۹۰	۱۵	دیر شوس	دیر شوس	۱۹۱	نوٹ سطر	مکر لکھی گئی ہے	۰
۱۹۲	۵	بلندی	بلند	۱۹۵	۴	ان سب	زیادہ لکھا گیا ہے
۱۹۷	۱۱	واضح اور	زیادہ لکھا گیا ہے	۲۱۰	۱۵	ابن جوس	ابن جوس
۲۱۱	۱	الہرنی	الہرنی	۲۱۱	۳	علی اور قاسم	علی اور قاسم



مسجد قرطبه کا اندرونی حصہ

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

جلد دوم

خلافت الہند

یعنی

ملک پین مین عربوں کی ہشت صد حکومت
میں تصنیف عالی جناب طباطبائی والقدر خلیفہ سلیمان
ناظم اول فہرست بلکہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد مترجم کتاب گیارہویں علم سیا
بابت تمام محمد قاسم

قاسم پریس لدن نین و نق طبع ہائی

حصہ دوم باب اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آغاز خلافت اندلس - بغاوت امیر یوسف الفہری - امیر یوسف اور ابن حاتم - ابو جوشن کا انتقال
ابن مغیث کا حسب الحکم خلیفہ ابو جعفر المنصور اندلس میں داخل ہونا اس کی ناکامیابی اور
اس کا قتل - اہل یمن کی بغاوت - المغیرہ عبدالرحمن کے بھتیجے کا قتل - سلطان
عبدالرحمن کا ملک شام کی فتح کا قصد کرنا - جنگ فرانسیسیوں کا مسلح کی درخواست کرنا -
قیمیر سجدہ رماقتہ - عبدالرحمن بن معاویہ کے ذاتی حالات -

جنگ مصارۃ کے بعد جو ۳۸۰ھ میں مابین یوسف الفہری والی اندلس اور
عبدالرحمن بن معاویہ ہوئی تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے عبدالرحمن سربراہ

سلطنت ہوا اور اسی سال سے خلافت اندلس جس کو عربوں نے تقریباً آٹھ سو برس
 تک اس ملک میں قائم رکھا شروع ہوئی بعد صلح یوسف الفہری اور ابن جاتم
 ابوالجوشن نے حسب معاہدہ شہر قرطبہ میں اقامت اختیار کی اور سلطان
 عبدالرحمن الفرام سلطنت اور استحکام مملکت کی طرف متوجہ ہوا۔ کئی سال کی
 متواتر خانہ جنگیوں نے اہل اندلس کو نہایت پریشان اور تباہ حال کر رکھا تھا۔
 انتظام کا نام و نشان تک اس ملک میں باقی نہ رہا تھا۔ غریب رعایا کی جانیں
 قزاقوں کی لوٹ مار اور امیروں اور زمینداروں کے ظلم و ستم سے تلف ہو رہی تھیں
 اس جدید انتظام سے ایک نوع کا اطمینان ہوا اور باستثنا چند امراء باقی فساد و
 بد باطن تمام ملک نے لطیف خاطر غاشیہ اطاعت اس کا اپنے دوش پر رکھا۔ اور
 خلفائی بنی عباسیہ شکست کھا کر اس ملک کی حکومت سے محروم کر دیے گئے اسلام
 میں سلطان کو اطلاع ہوئی کہ یوسف الفہری خلافت معاہدہ قرطبہ سے فرار ہو گیا
 ہے اور اب شہر مریدہ میں بغاوت کی نیت سے فوج فراہم کر رہا ہے سلطان نے
 فوراً اپنے ایک تجربہ کار امیر عبدالملک بن عمر بن مروان کو فوج کثیر کے
 ساتھ شہر مریدہ روانہ کیا اور خود بھی اوس کے عقب میں کچھ فوج لیکر قلعہ المدور
 کی طرف متوجہ ہوا۔ اس طرف یوسف نے بیس ہزار فوج فراہم کر لی تھی۔

یہ فوج کو لیکر شہر سے باہر نکلا اور عبدالملک کا مقابلہ کیا اس جنگ میں یوسف ہر قسم کا نقصان عظیم اٹھا کر اور شکست فاش کھا کر شہر طلیہ بھاگ آیا مگر یہاں بھی اپنی جان عزیز کو موت کے پنجے سے نہ بچا سکا۔ اور عبدالرحمن عمر الانصاری کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ قاتل نے اس امیر کے سر کو عبدالرحمن کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کامیابی کے بعد سلطان مع افسران فوج نہایت شان و شوکت سے شہر مدینہ میں داخل ہوا سلطان اس شہر کے انتظام ہی میں مصروف تھا کہ اس کو اپنی پیاری بی بی کی علالت کی خبر پہنچی۔ اس نے عبدالملک کو اس صوبہ کا حاکم مقرر کیا اور خود شہر قرطبہ روانہ ہوا یہاں پہنچنے کے چوتھے روز آفتاب سلطنت و حکومت برج حل سے طلوع یعنی فرزند و لبند وارث تخت و تاج پیدا ہوا جس کا نام ہشام رکھا گیا اور تمام سلطنت میں محفلیں خوشی و مسرت کی قائم کی گئیں۔ سلطان نے بخیال رفع فساد ابن حاتم اور یوسف کے لڑکوں ابو الاسود محمد الفہمی اور عبدالرحمن کو قید کر دیا

لشام اور بغداد میں سلطان کا خطاب امر اعظام کو دیا جاتا تھا اور بوقت عطای خطاب خلیفہ فرادین ہاتھ سے جس کو خطاب ملتا تھا خلعت پہناتا تھا۔ اندلس میں عبدالرحمن ثالث کے پہلے لقب سلطان یا امیر تھو۔ عبدالرحمن سوم نے مستقل طور پر خلیفہ اور امیر المومنین کے القاب اختیار کیے تھے۔

اس واقعہ کے چند ہی روز بعد ابن حاتم زہر سے مار ڈالا گیا اور یہ دونوں لڑکے
 قید سے بہاگ نکلے عبدالرحمن فوراً گرفتار اور قتل ہوا لیکن ابوالاسود محمدؒ
 تک سلطان کا مقابلہ کرتا رہا اور بالآخر اپنی موت سے مر گیا۔

سلطان کو ہنوز ان بغاوتوں سے فرصت نہ ہوئی تھی کہ خلیفہ ابو جعفر المنصور
 عباسی نے ۳۷۶ھ مطابق ۹۸۷ء میں آندلس پر فوج کشی کی اور اپنے ایک امیر العللا
 ابن مغیث ایچیبسی کو مع فوج کثیر اندلس روانہ کیا اس امیر نے سرحد پر قدم
 رکھتے ہی شہر سحیحہ کو فتح کیا اور رعایا کو اپنی مدد پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ اور
 خیر خواہان خاندان بنی امیہ کو ہر قسم کی تکلیف اور نقصان پہنچانا شروع کیا۔ سلطان
 جتنی فوج کہ اس قلیل عرصہ میں فراہم ہو سکتی تھی لیکر شہر مذکور کی جانب راہی ہوا اور شہر
 اشبیلیہ کے قریب جس کی تسخیر کی نیت سے ابن مغیث آگے بڑھا تھا دونوں
 فوجوں کا مقابلہ ہوا اس جنگ میں ابن مغیث مع اپنے افسران فوج گرفتار ہو گیا
 سلطان نے ان قیدیوں کے سر کاٹ کر دمشق اور مکہ بھیج دیے۔ اس وقت
 خلیفہ ابو جعفر حج کی غرض سے مکہ آیا ہوا تھا ایک روز صبح کو دربانوں نے خلیفہ کے
 پیچھے کے سامنے ایک صندوق رکھا ہوا پایا۔ دربانوں نے یہ صندوق خلیفہ

کے ملاحظہ میں پیش کیا۔ جب وہ صندوق کھول لگیا تو خلیفہ نے اوس میں اپنے سپہ سالار
 حاکم افریقیہ کا سر تراشیدہ رکھا ہوا دیکھا اس امر کے مشاہدہ سے خلیفہ کو اس قدر رنج
 ہوا کہ اوس جوش میں اوس نے عبدالرحمن کے قتل کا عہد کیا۔ اور تادم مرگ
 عبدالرحمن کو نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہ کی لیکن باوجود اس دشمنی اور متواتر
 حملوں کے یہ ہمیشہ عبدالرحمن بن معاویہ کی جس کو اس نے نصقر القریش
 خطاب دیا تھا تعریف اور اس کی لیاقت اور انصاف کی داد دیا کرتا تھا۔ خلیفہ نے
 ایک روز اپنے اہل دربار سے عبدالرحمن کی نسبت یہ تقریر کی کہ ہم کو اس ملک کی
 وسعت اور قوت پر متعجب نہ ہونا چاہیے۔ اس نوجوان قریشی نے صرف اپنی بہادری
 اور خوش اسلوبی سے اپنے کوس اعلیٰ درجہ تک پہنچایا جس زمانہ میں اس لڑکے کا دنیا
 میں کوئی دوست یا معاون نظر نہ آتا تھا اس نے اپنے پاس خوف و ہراس کو بالکل
 آنے نہیں دیا اور نہایت دلیری سے مشکل ترین مرحلوں پر کامیاب ہوتا اور آفات زمانہ
 سے بچتا ہوا اندلس تک جا پہنچا اور وہاں کی خانہ جنگیوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا
 مختصر یہ کہ ایک عرصہ میں اپنے تین ہر دل عزیز بنا لیا اور اس ملک کو شر و فساد سے
 پاک و صاف کیا اور اب بحال اطمینان اوس زر خیز و شاداب ملک پر حکمرانی کر رہا تھا
 ۱۱۵۷ھ بم ۶۷۵ھ عین اہل میں نے بارادہ بغاوت قرطبہ پر فوج کشی کی سلطان نے

فوراً عبدالملک بن عمر حاکم اشبیلیہ کو حکم دیا کہ باغیوں کا مقابلہ کرے۔
 عبدالملک نے اپنے بیٹے امیہ کو ہراول لشکر مقرر کر کے آگے جانے کا
 حکم دیا اور خود اس کے عقب میں روانہ ہوا۔ امیر امیہ نے نہایت تیزی کے
 ساتھ باغیوں کی فوج کو آٹلایا لیکن جب اس نے دیکھا کہ فوج مخالف کی تعداد
 اس کی فوج سے کہیں زیادہ ہے اس نے پیچھے ہٹنا شروع کیا تا انکہ اپنے
 باپ کی فوج سے ملتی ہوا عبدالملک نے جب دیکھا کہ اس کا بیٹا باغیوں کی
 فوج کے سامنے سے بہاگ رہا ہے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا گیا
 اور نہایت غضب کے ساتھ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ "اے سپہ سالار
 کیا میں نے اسی روز کے لئے تجھ کو اپنی فوج کا ہراول مقرر کیا تھا۔ کیا اہل
 اندکس اور افریقیہ یہ نہیں جانتے کہ ہم نے کس محنت اور مشقت سے خون بہا
 دیکر جان عزیز کے عوض اس ملک کو خرید لیا ہے کہ امیر نے اپنے بیٹے کے قتل
 کا حکم دیا جس کی اوسی وقت تعمیل کی گئی اس واقعہ کے بعد امیر نے اپنے دوستوں
 اور رشتہ داروں اور افسران فوج کو جمع کر کے یہ کہا کہ "کیا ہم مشرق سے اس ملک
 کی انتہا تک بغیر محنت و مشقت کے پہنچ گئے تھے۔ اور کیا ہم اون سخت مشکلوں کو چھو گئے
 جو ہم کو اپنی فتوحات سابقہ میں سہنی پڑی تھیں۔ کیا ہمارے جسم میں وہ گردش خون کی

باقی نہیں رہی جس نے ہم کو ہمیشہ فتوحات اور اپنے ارادوں میں کامیاب کیا تھا
 اپنی اپنی تلواروں کو غلاف سے نکالو اور مردانہ وار میدان جنگ میں مرنا قبول کرو۔“
 اس تقریر کے بعد امیر نے اپنی فوج کو حلقہ کا حکم دیا۔ اس سخت یورش کی تاب
 اہل یمن نہ لاسکے اور نہایت بدحواسی کے ساتھ چار طرف منتشر اور پراگندہ ہو گئے
 تاہم اتنے قتل اور گرفتار ہوئے کہ پھر ان میں مقابلے کی قوت باقی نہیں رہی۔
 دونوں طرف سے تیس ہزار آدمی اس جنگ میں قتل ہوئے امیر عبد الملک
 کو بھی شدید زخم آیا۔ ہنوز عبد الملک میدان جنگ ہی میں تھا کہ عبدالرحمن ہی
 فوج لیکر اس کی مدد کے لیے پہنچا۔ سلطان نے جب اس عظیم الشان کامیابی کی
 خبر سنی اور اپنے لائق سپہ سالار اور رشتہ دار کو زخموں سے چوراہا اور اس کی تلوار کو
 خون چکان دیکھا اس نے میدان جنگ ہی میں امیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے
 بہائی میری یہ خوشی ہے کہ میں اپنے بیٹے ولی عہد ہشام کے ساتھ تیری بیٹی کی
 شادی کر دوں اور اس ہی جنگ کے صلہ میں سلطان نے اپنے وفادار اور جان نثار
 امیر کو اپنا وزیر اور شیر سلطنت مقرر کیا اور دولت دنیا سے مالا مال کر دیا۔

سلطان عبدالرحمن جیسا کہ اپنے دوستوں کے حق میں فیاض اور گناہگاروں
 کے لیے خطابخش اور رحیم و کریم تھا ویسا ہی اپنے مخالفین اور معاندین کے حق میں

سم قاتل۔ چنانچہ ۶۳ھ میں ایک مولد عبد اللہ نامی نے اس کو خیر پہنچائی کہ بعض مشہور امراء عرب جن میں عبد السلام بن یزید بن ہشام اور اس کا بہانجا عبد اللہ بن معاویہ بن ہشام شریک تھے سلطان کو تخت سے اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں عبد الرحمن نے ان لوگوں کو فوراً گرفتار و قتل کیا ابو عثمان سلطان کا وزیر اعظم بھی اس سازش میں شریک تھا لیکن بلحاظ حقوق خدمات سابقہ عبد الرحمن نے اس کی جان بخشی کی۔ اس واقعہ کے تین سال بعد ۶۶ھ میں سلطان نے اپنے دوسرے بھتیجے المغیرہ ابن الولید بن معاویہ اور ہذیل ابن حاتم کو اس جرم کی پاداش میں قتل کر ڈالا اور اپنے حقیقی بہائی ابن الولید یعنی المغیرہ کے باپ کو ملک سے خارج کر دیا لیکن اپنے بہائی کے ساتھ اس نے اتنی رعایت کی کہ اپنے متعلقین کو ساتھ لیجانے کی اجازت ہی المغیرہ کے قتل کی نسبت ایک یہ بھی روایت ہے کہ جس وقت عبد الرحمن نے اپنے بھتیجے کے قتل کا حکم دیا ایک عرب جس کو سلطان بہت دوست رکھتا تھا سلطان کے پاس آیا اور دیکھا کہ اس کے چہرہ سے غم اور فکر کے آثار ظاہر ہیں۔ سلطان نے اس عرب کو دیکھ کر اس سے کہا کہ کس قدر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ جن کی جان اور مال بچانے میں نے اپنی جان و مال کی پروا نہیں کی

ایسے احسان فراموش بلکہ محسن کش نکلے کہ آخر کار میرے ہی مخالف اور دشمن بن گئے۔ جبکہ یہ لوگ دشمنوں کی تلواروں کے خوف سے در بدر اور تباہ حال پہرے تھے مین نے ان کی ہر طرح اعانت کی اور اس ملک میں آرام و آسائش کا سامان مہیا کر دیا۔ مقام شکر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کے حالات کو ظاہر کر دیا اور ہر ایک نے اپنی بدنتی اور بد اعمالی کی سزا پائی۔ اسی سال میں عبدالرحمن نے ملک شام کی فتح کا قصد کیا اور قریب تھا کہ سلطان اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے اندلس سے روانہ ہو کہ وقتاً قریباً قسطنطنیہ میں الانصاری کی بغاوت کی خبر پہنچی اور سلطان کو اپنا سفر ملتوی کرنا پڑا۔ علاوہ حسین الانصاری کے دوسرے امراء عرب مثل حیات بن ملبس حاکم اشبیلیہ و عبدالغفار بن حامد حاکم شہر نیلہ اور عمرو حاکم سجیہ نے بغاوت کے جہنڈوں کو بلند کیا اور یکدل و یکجہت ہو کر کثیر التعداد فوج کے ساتھ قرطبہ پر حملہ آور ہوئے سلطان بھی لڑائی کے لئے مستعد تھا بروقت مقابلہ متیوں کو شکست فاش ہوئی اور آخر کار گرفتار اور قتل ہوئے۔

ان امیروں کی مخالفت سے عبدالرحمن کو یقین کامل ہو گیا کہ جب تک اس کے گرد ایسے لوگ جمع نہ ہوں گے جن پر اس کو پورا بہرہ و سہ نہ ہو بغاوت کا سلسلہ منقطع نہ ہوگا۔

اس خیال سے سلطان نے افریقیہ اہل بربر کو اندلس آنے کی ترغیب دی
چنانچہ چالیس ہزار بربر اس کی فوج میں شریک ہوئے اور اسی فوج کی مدد سے ہمیشہ
اپنے دشمنوں پر غالب رہا عبد الرحمن اس طرف اپنے مخالفین اور باغیوں کی
تنبیہ میں مصروف تھا اور ادبیر یعنی صوبہ جلیقیہ کے عیسائی اپنی قوت کو روز بروز ترقی
دے رہے تھے فرولیہ بن الفانز نے عبد الرحمن کو بے خبر پاکر سرحدی
قلعون اور شہروں پر قبضہ کر لیا تھا اور اسی طرح رفتہ رفتہ عیسائی شہر لوگوں کو اور پرتغال اور
قسطلہ وغیرہ پر قابض اور تصرف ہو گئے تھے۔

اسی زمانہ میں شاریمین بادشاہ ملک فرانس نے جو ایک عرصہ دراز

۱۱ مورزان اسپین مصنف اسٹائونپول باب صفحہ ۶۶) میں لکھا ہے کہ عبد الرحمن نے بغرض ظلم
رسانی بربروں کو فوج میں بہتی کیا تھا اور ایسی ظلم زیادتی شروع کی کہ تمام رعایا اور سلطان کے رشتہ دار
بدول ہو کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ حالانکہ یہ بیان صحیح نہیں ہے نتائج سے ثابت ہے کہ عبد الرحمن نے محض
کو فرو کرنے کی عرض سے قوم بربر کی فوج قائم کی تھی اور بعد رفع فساد اس کا زیادہ حکومت عدل و انصاف
دروشتن خیالی میں گزرا چنانچہ المقری اور ابن حیان تحریر کرتے ہیں کہ عبد الرحمن کی خلق باغی مدد گستری ضرب المثل
ہی لیبول نے بلا دریافت و تحقیق بناوٹ کے فرو کرنے کو ظلم و تعدی خیال کیا ہے بربروں کو فوج میں بہتی کرنی اہل دم
یہ تھی کہ اکثر امراء عرب غلغلی دمشق کی خیر خواہی کا دم بہہ رہے تھے ان کی سازشوں کا توڑ نا لازمی تھا دیگر مصلحتاً

تک عبدالرحمن سے لڑتا رہا سلطان کے پاس سفارت بھیج کر اپنی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کی درخواست اور صلح کی خواہش ظاہر کی۔ چونکہ سلطان اپنی راج کے زخم کے سبب سے بیکار ہو گیا تھا اس نے شادی کرنے سے انکار کر دیا لیکن شاعر لکھن سے صلح کر لی۔

عبدالرحمن نے ملک اندلس میں عربی صنعت اور دستکاری کی بنیاد ڈالی اور قرطبہ میں اس مشہور و معروف مسجد اور قصر اور باغ و صافہ کی تعمیر شروع کی کہ جس کو اس کے بیٹے ہشام نے اختتام کو پہنچایا۔ سلطان نے اس ملک کی ایک سال کی آمدنی کا پانچواں حصہ یعنی اسی ہزار دینار طوائی اس عمارت پر خرچ کیے تھے اور قصر کی چہت میں اس قدر سونا چڑھایا گیا تھا کہ جس کی چمک سے دیکھنے والے کی آنکھیں خیر ہوتی تھیں اس کے جانشینوں نے بھی اس قصر اور باغ پر

بقیہ صفحہ (۱۰) اور یہ آسان بات نہ تھی۔ دیکھو پٹری آن دی رائس مضفہ جسٹس امیر علی باب صفحہ ۷۴۔

لہ المقری نے عبدالرحمن میناویہ کے حالات میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے لیکن فرانسسی اور انگریزی مؤرخین اس کی تصدیق نہیں ہوتی تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ عبدالرحمن میناویہ ہی تھے اور شاعر لکھن نے اندلس پہلے کیا تھا لیکن عربوں نے فرانسسیوں کو شکست دیکر اندلس سے خارج کر دیا اس جنگ کے بعد جو شاعر لکھن ہوئی تھی شاعر لکھن نے عبدالرحمن کے ساتھ صلح کر لی ”پٹری آن دی رائس“ مضفہ جسٹس امیر علی باب صفحہ ۷۴۔

روپیہ نرج کرنے میں اور ان کی شان و شوکت بڑھانے میں کمی نہیں کی عبد الرحمن نے اپنی سکونت اسی قصر اور باغ میں اختیار کی تھی چونکہ اس کو پھولوں اور میوہ دار درختوں سے بے انتہا شوق تھا اس باغ میں اس نے دنیا کے مشہور پھول اور درختوں کو فراہم کیا تھا اس باغ کی سفری انار اور آڑو اور شقائق لولہ زکات میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے علاوہ اس کے عبد الرحمن نے او بہت سی عمارتیں مثل مساجد اور حمام اور پل اور قلعے ممالک محروسہ میں عامہ خلائق کے آرام و آسائش کے واسطے بنائی تھیں۔ قصر رمانہ کے باغ میں ایک درخت خرما بھی نصب کیا گیا تھا ایک روز سلطان اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی نگہامی اور خانہ جنگی سے نہایت متفکر اور افسردہ خاطر باغ میں گشت کر رہا تھا کہ اس درخت خرما پر نظر پڑی دل پہلے ہی سے بہا ہوا تھا بے ساختہ یہ اشعار اس کی زبان جاری ہوئے

تَبَدُّثٌ لِّكَ وَسَطُ الرِّصَافَةِ نَحْلَةٌ
نَتَأْتُ بِأَرْضِ الْعَرَبِ عَنْ بَلَدِ الْخَلِ

لہ ہم نے باغ رمانہ کے وسط میں ایک درخت خرما دیکھا جس نے غلستان سے علمدہ ہو کر زمین عرب میں نشوونما پائی ہے۔ پس میں نے کہا کہ تو غربت و پریشانی میں جو بہ سبب دوری اولاد و اہل کے مجھ لائق ہے میرا مشاہدہ ہے۔ تیری نشوونما اس سرزمین پر ہوئی ہے کہ تو اس میں نہاد و غریب ہے۔ دیکھو معنی (۱۳)

فَقُلْتُ شَيْبِي بِالْغَرْبِ وَالنَّوَى
وَطُولِ النَّيَّاسِ عَنِ بَنِي وَعَنْ أَهْلِ
نَشَاتِ بَارِضٍ وَأَنْتَ فِيهَا غَرِيبٌ
فَمِثْلُكَ فِي الْأَقْصَا وَالْمُنْتَكَ مِثْلِي
سَقَنْتَكَ عَوَارِئُ الْمَرْزَنِ فِي الْمُنْتَكَ الَّذِي
يَصُحُّ وَكَيْسَتُمْ مِثْلِي الْمَسَاكِينُ بِالْوَيْلِ

عبدالرحمن ابن معاویہ نہایت نیک سیرت اور منصف مزاج تھا اسکی رعایا میں سے اگر کوئی مر جاتا تھا تو وہ کیسا ہی غریب کیونکہ نہ سلطان مسیت میں شریک اور بذات خود نماز جنازہ کی امامت کرتا تھا رعایا کے ساتھ نماز جمعہ اور بعد نماز خطبہ پڑھنا ایک معمولی بات تھی اپنی رعایا کے شادی اور غم دونوں میں شریک ہوتا تھا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص بیمار ہوتا تو یہہ اوس کی عیادت کو ضرور جاتا تھا۔

بقیہ ماضیہ صفحہ (۱۲) پس تیرا مثل دوری و جدائی میں میرا مثل ہے۔ مقام جدائی میں تجھے مفید ابرو نے سیراب کیا ہے کیونکہ مسکین بوجہ بارش کے صحت اور راحت پاتے ہیں۔

سلسلہ ۱۔ برین معاویہ بن صالح قطبہ کے قاضی القضاۃ نے انتقال کیا عبدالرحمن مسیت میں شریک تھا اور

اس نے بذات خود نماز جنازہ کی امامت کی تھی۔ دیکھو عربیہ سنین مصنفہ کو: جلد (۱) باب ۲ صفحہ ۲۱۳۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان بعد شرکت میت واپس ہو رہا تھا کہ اثنائی
 راہ میں ایک معمولی حیثیت کے آدمی نے جو قاضی کے فیصلہ سے ناراض تھا کہا
 کہ یا امیر قاضی نے میرے حق میں نا انصافی کی ہے جس کی داو میں تجھ سے
 چاہتا ہوں سلطان نے جواب دیا کہ اگر تو سچا ہے تو میں تیرے حق میں انصاف
 کروں گا اوس آدمی نے عبد الرحمن کے گھوڑے کی باگ کو مضبوط پکڑ لیا
 اور کہا کہ یا سلطان برائی خدا میری فریاد کو سن اور تا وقتیکہ قاضی کو انصاف کا حکم
 نہ دے اس مقام سے ہرگز آگے نہ بڑھ وہ اس وقت تیرے ہمراہ رکاب ہے
 عبد الرحمن نے قاضی کو بلا کر اس شخص کے حق میں انصاف کرنے کا سختی جو حکم
 دیا جب عبد الرحمن محل میں واپس آیا تو ایک منہ پڑ ہے مصاحب نے اس طرح تنہا
 پڑے پہرے کے نقصانات ظاہر کئے اور بیان کیا کہ یا سلطان اس طرح بغیر کافی
 احتیاط کے شہر میں پہرہ نہ لگوا کر زیبا بنیں اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ رعایا کے دل سے تیرا عجب
 اور خوف بالکل جاتا رہے گا۔ عبد الرحمن نے اس خیر خواہانہ راہی کو بہت پسند کیا
 اور آئندہ سے باہر نکلنے میں بہت کچھ کمی کر دی اور اپنے بیٹے ہشام کو بھی
 اس کے متعلق ہدایت کی۔

عبد الرحمن کی تقریر نہایت شستہ اور دل آویز تھی اور نہایت سنجیدہ اور معاملہ فہم

اور منظم خلق ہوا تھا کسی کام کے کرنے میں جلدی نہیں کرتا تھا لیکن جس کام کے کرنے کا قصد کر لیتا تھا تو پہر اس کو بغیر ختم کئے ہرگز نہ ہٹتا تھا بلکہ وہ حسب اور ضرورت سے زیادہ آرام کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا یا سستی معاملات اس نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھے تھے اور کبھی کسی پر ضرورت سے زیادہ بہرہ نہیں کرتا تھا لیکن مشکل معاملات میں اپنے لائق اور خیر خواہ مشیروں کی رائی ضرور لیا کرتا تھا۔ فیاض کمال درجہ کا تھا اور فن شعر سے اس کی طبیعت کو بہت کچھ لگاؤ تھا۔ سفید لباس ہمیشہ پسند کرتا تھا۔

سلطان عبدالرحمن کی خلق اور فیاضیان عام طور پر ضرب المثل تھیں جس وقت اس نے یوسف الفہری اور دیگر مخالفین پر پوری کامیابی حاصل کی اور اطمینان کے ساتھ سریر آرائی سلطنت ہوا تو ملک اندلس کے ہر صوبہ اور شہر سے حاکم اور رئیس طاعت قبول کرنے کے لئے شہر قرطبہ میں آنے لگے سلطان ہر روز وقت مقررہ پر ہر شخص سے علیحدہ خلق سے ملتا تھا ہر شخص کو اسکی عام فیاضی اور عطائی خلعت و انعامات نے جان و دل سے مطیع و فرمان بردار بنا دیا تھا۔ ایک روز ایک غریب عرب بنی قناصرین سے اس کے دربار میں حاضر ہوا اور عبدالرحمن سے عرض کی کہ یا سلطان خدائی تعالیٰ نے مجھ کو بادشاہ اور

بلانتہا خزانوں کا اس لئے مالک کیا ہے کہ تو غریب اور یتیم اور بیوہ کے حق میں انصاف اور اون کی مدد کرے عبد الرحمن نے جواب دیا کہ میں نے تیرے معروضہ کو سنا اور تیری خواہشوں کو پورا کر دیا میں نے حکم دیا ہے کہ تیری مدد کی جائے تاکہ تو اس تباہ حالی اور پریشانی سے نجات پائے اور میں عام طور پر حکم دیتا ہوں کہ وہ لوگ جو مثل تیرے تباہ اور پریشان ہو رہے ہیں وہ یا تو بذات خود دربار میں حاضر ہو کر مجھے مدد چاہیں یا اپنی اپنی درخواست میرے پاس پیش کریں تاکہ میں اون کی مدد کر سکوں اور مثل تیرے اون کو ہر قسم کی پریشانی سے نجات دوں۔ اس کے بعد عبد الرحمن نے اس عرب کو اپنے دربار سے خوش و خرم روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی درخواست لیکر دربار میں آنا چاہے تو اس کو ممانعت نہ کی جائے سلطان کی ایک یہ سبب عادت تھی کہ کہانے کے وقت اگر کوئی اہل غرض حاضر ہو جاتا تو اس کو اپنے ساتھ شریک کر لیا کرتا تھا۔

ان واقعات متذکرہ صدر سے جسے سلطان عبد الرحمن کے ذاتی حالات معلوم ہوئے ہیں بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کس قدر رحم دل رعایا پرور اور اپنی عام رعایا کی بہبودی اور فلاح کا سچا خواستگار تھا۔ یہی باتیں ہیں کہ جس سے بادشاہ ہرل عزیز بننا پسند اور اپنی طرز حکومت سے جس سے اس کا نام ابد الابد قائم اور رعایا کے دلوں میں

ہمیشہ زندہ رہتا ہے بادشاہ کو چاہیے کہ اپنے کو ملک اور رعایا کا حاکم اور نوکر دونوں
 سمجھے کیونکہ مطابق حدیث شریف یہی قول ہے خادما پادشاہ زیادہ کوئی دو شخص نہیں خواہ ملک اور رعایا دونوں
 جن عرب مورخین نے عربوں کے اس حصّہ تاریخ کی نسبت کچھ لکھا ہے
 وہ سب متفق علیہ اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ تخت پر بیٹھتے ہی عبد الرحمن
 نے شام اور مصر لوگوں کو اس غرض سے روانہ کیا کہ یہ لوگ خاندان بنی امیہ
 کے بچے ہوؤں کو جہان کہیں مین اندلس آنے پر آمادہ کریں سلطان عام طور پر
 کہا کرتا تھا کہ خدای تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایک عنایت مجھ پر یہ بھی کی ہے
 کہ مجھ کو اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو اس ملک میں جگہ دینے کا موقع دیا تاکہ یہ
 لوگ بھی اس ملک کی حکومت میں شریک ہو سکیں اور خدای تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر
 ادا کریں چنانچہ اسی حکم کا نتیجہ تھا کہ وہ لوگ جو اپنی جانوں کو ہتھیلی پر لیے پریشان اور
 سرگردان خاک چھانٹتے ہوئے پہر کرتے تھے وہ اس ملک میں داخل ہونے لگے
 جہان اون کو امن اور اطمینان نصیب ہوا اس گروہ میں سلطان کا ایک بھائی ابو الوضیاء
 بن معاویہ اور ایک چچا زاد بھائی عبد السلام بن زید ابن ہشام اور دو بیٹے
 المغیرہ ابن لید اور عبد اللہ اور دو لڑکے خلیفہ ہشام ابن عبد الملک کے اور دوسرے
 عرب امرا مثل عبد الملک بن عمر اور ابوسلیمان اور عبد الملک بن بشیر

اور حبیب بن عبد الملک وغیرہ اس زرخیز اور شاداب ملک میں پناہ گیر ہوئے
عبد الرحمن نے ان سب کو جاگیرات اور فوجی اور دیوانی خدمات عطا کیں
جس سے خود سلطان کو انتظام سلطنت اور انعام ملکیت میں بہت مدد ملی۔ چونکہ
عبد الملک بن عمر خلفای بنی امیہ کے عہد حکومت میں بڑے عہدوں پر
بچکا تھا اپنی تجربہ کاری اور مہردانی سے اہم معاملات اور پیچیدہ مقدمات میں
سلطان کو بہت مدد دیا کرتا تھا عبد الرحمن نے اس امیر کو صوبہ اشبیلیہ کا
حاکم مقرر کیا اور اس کے بیٹے عمر کو صوبہ مورور کا۔

اس زمانہ میں بظاہر کوئی تعلق اندلس کو شام سے باقی نہیں رہا تھا لیکن
اندلس کی مساجد میں خطبہ خلیفہ ابو جعفر المنصور بنی عباس ہی کا پڑھا جاتا تھا۔
عبد الرحمن نے بھی اس قاعدہ کو دس سال تک جاری رکھا بالآخر عبد الملک
بن عمر کے شورہ سے خلیفہ کے عوض عبد الرحمن کا نام خطبہ میں شریک کیا گیا۔
جس وقت عبد الرحمن نے اندلس کی فتح کا قصد کیا اس کے ساتھ
اس قدر دوست اور خیر خواہ اوس کے اور اس کے خاندان کے نہ تھے جو امیر
یوسف الفہری والی ٹنک اندلس کا مقابلہ امید کامیابی کر سکتے۔ یہ صرف
عبد الرحمن کی دور اندیشی اور چالاکی اور مدبرانہ برتاؤ کا سبب تھا کہ اس نے سلطنت

شام کے خیر خواہوں کو یہی اپنا دوست بنالیا اور ان سے اس سے زیادہ کام لیا جتنا وہ اس کی کامیابی کے لئے دے سکتے تھے۔ ایک مدبر آدمی جو اصول سیاست سے آگاہ ہو اس کے نزدیک دوست اور دشمن دونوں سے اپنے حسبِ منشا کام نکالنا کوئی بڑی بات نہیں عبد الرحمن میں یہ صفات موجود تھے۔ جب یہ پورے طور سے کامیاب ہو گیا اور ملک اندلس کو اپنے قبضہ میں کر لیا تو اب اس نے اپنی قوت کے بڑھانے کی کوشش کی اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو مصر اور شام وغیرہ سے بلا کر اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا لیکن بعضی موزین سلطان کی اس طرز اور بڑاؤ کی بہت کچھ شکایت کرتے ہیں جو اس نے بعد کامیابی اور ترقی ملک اندلس اپنے پروردہ اور معاون بدر اور نیز ابو عثمان کی خلاف میں اختیار کیا تھا اس میں شک نہیں کہ ایک ایسے آدمی کے احسانوں کو فراموش کر دینا جس نے غم اور خوشی دونوں میں اس کا ساتھ دیا اس کو لائق اور سزاوار نہ تھا۔ بدر وہ شخص تھا کہ جس نے نہ صرف پریشانی اور حیرانی اور سرگردانی ہی میں عبد الرحمن کا ساتھ دیا بلکہ اسی خیر خواہ اور سچے دوست اور غلام کی وجہ سے یہ عظیم الشان کامیابی حاصل کی لیکن عبد الرحمن نے تخت پر بیٹھتے ہی ان نمایاں خدمات اور خیر خواہی کے

صلہ میں بدر کو نہایت ذلت کے ساتھ قید کیا اور بعدہ اندلس سے بدر کو دیا
بعد اخراج بدر نے ایک خط سلطان کو لکھا جس کا مضمون یہ ہے -

”مجھ کو امید تھی کہ صحرا اور دریا طے کرنے اور تمہکو ایک ملک کا مستقل حاکم
بنادینے کے بعد تو مجھ کو ہرگز ذلیل اور بے آبرو نہ کرے گا اور دشمنوں کو مجھ پر

ہنسائے گا اگر میں بنی عباس کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جاؤں تو مجھ کو یقین ہے
کہ وہ میرے ساتھ اس قدر برابرتاؤ نہ کرتے۔ میں نے اپنے معاملات کو

خدا کے سپرد کر دیا ہے پھر ر کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرنے کی کوئی وجہ نہ
سے نہیں معلوم ہوتی لیکن بغیر کسی وجہ خاص کے عبد الرحمن سانیک تینت اور

ہمہ صفات موصوف آدمی سے ایسی حرکت کا سرزد ہونا ہرگز یقین نہیں کیا جاتا اگر
اپنے دلی دوستوں اور جان نثاروں کے ساتھ اس کو یہ برتاؤ کرنا منظور ہوتا

تو پہرہ عام حکم اپنے متعلقین کو اندلس میں اگر بسنے کا کیوں دیتا قرین قیاس اور
قابل اعتبار یہی معلوم ہوتا ہے کہ بدر ہی کی کسی خطا کا معاوضہ اس کو منجانب اللہ

ملا ہے امیر ابو عثمان کی نسبت موغین یہ تحریر کرتے ہیں کہ جب اس امیر نے
دیکھا کہ سلطان میری طرف ملعت نہیں ہے اور نیز اپنے معروضوں کو بھی بے اثر

پایا اس نے البیرہ میں اپنے ہتھیار کو بغاوت پر آمادہ کیا لیکن ابھی بغاوت شروع

نہ ہوئی تھی کہ سلطان پر یہ بات ظاہر ہو گئی اور اسکا نتیجہ مع شرکاء کے قتل کیا گیا
 اس ناکامیابی کے بعد امیر ابو عثمان نے سلطان کے بھتیجے کو بغاوت کی
 ترغیب دی اس دفعہ بھی عبدالرحمن کو سازش کا حال معلوم ہو گیا اور قبل اسکے
 کہ بغاوت شروع ہوتی سلطان نے اپنے بھتیجے اور ابو عثمان کو گرفتار کر لیا
 گو سلطان کو یقین کامل ہو گیا تھا کہ فساد کا بانی ابو عثمان ہی ہے لیکن اس نے اسکو
 قتل نہیں کیا بلکہ صرف خطابات اور جاگیرات ضبط کر لین جو بعد ایک مدت کے پھر
 اس امیر پر بحال کی گئیں۔ اسی طرح عبداللہ ابن خالد اور تمام ابن علقمہ جو پدر
 اور عثمان کے شریک تھے اپنے اپنے عہدوں سے علیحدہ کئے گئے۔
 ان دونوں پر عتاب نازل ہونے کی کوئی دوسری خاص وجہ نہیں پائی جاتی۔
 سلطان عبدالرحمن کے عہد حکومت میں حسب ذیل اشخاص یکے بعد
 دیگرے حجاب مقرر ہوئے تھے تمام بن علقمہ یوسف بن بخت عبدالکریم
 ابن محران عبدالرحمن ابن مغیث ابن حیرث۔ منصور یہ اخیر الذکر پہلا
 خواجہ سرشتہا جو اس عہدہ پر مامور ہوا اور سلطان عبدالرحمن بن معاویہ کی زندگی
 تک اسی عہدے پر سرفراز رہا عبدالرحمن کا کوئی وزیر یا مشیر مقرر نہیں تھا بلکہ
 اس نے ایک مجلس امراء مقرر کی تھی جن کی راسی اور مشورہ سے سلطان انتظامی

کام ریاست کا کیا کرتا تھا اون کے نام حسب ذیل ہیں :-

ابو عثمان مشیر اول عبد اللہ بن خالد یہ داماد تھا ابو عثمان کا ابو عبیدہ
حاکم اشجلیہ شہید ابن عیسیٰ ثلثیہ ابن عبیدہ حاکم سرقسطہ آخرم ابن مسلم۔
عہدہ خطابت پر حسب ذیل امراء کیے بعد دیگرے مامور ہوئے تھے
ابو عثمان - عبد اللہ بن خالد امیہ بن زید -

عہدہ قضات پر یحییٰ ابن زید ابو عمر و معاویہ وغیرہم مقرر تھے۔
سلطان عبد الرحمن بن معاویہ کی پیدائش کی تاریخ کی نسبت زیادہ
اختلاف نہیں پایا جاتا بسکو اتفاق ہے کہ یہ ۳۳۱ھ میں پیدا ہوا تھا
لیکن اس کے انتقال کی تاریخ میں کس قدر اختلاف ہے۔ بعض ۳۸۸ھ
بتاتے ہیں اور بعض ۳۸۷ھ کہتے ہیں خلیفہ ہارون رشید کے عہد خلافت
میں سلطان کا انتقال ہوا اور قرطبہ میں دفن کیا گیا۔

عبد الرحمن کے ابتدائی حالات کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ
اس کے باپ معاویہ نے خلیفہ ہشام کے عہد حکومت ۳۸۵ھ میں انتقال کیا

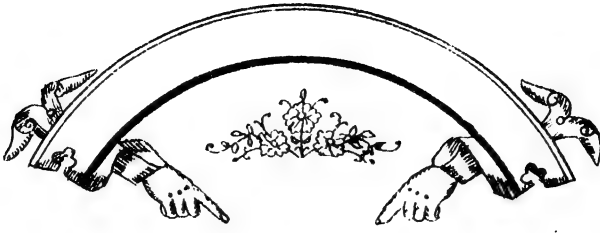
۳۸۵ھ تاریخ میں عبد الرحمن بن معاویہ الداخل کے لقب سے مشہور ہے جس کی وجہ یہ پائی جاتی ہے

کہ خاندان بنی امیہ کا یہ پہلا شخص تھا جو اندلس میں داخل ہوا تھا۔

اوس وقت معاویہ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ خلیفہ ہشام نے عبد الرحمن کو
 پیرویش کیا تھا چونکہ خلیفہ کا یہ خیال تھا کہ اس کو اپنا ولیعہد مقرر کرے۔ اعلیٰ درجہ
 کی تعلیم اور تربیت دی گئی۔ سلطان علاوہ تمام صفات مذکورہ بالا علم و فضل و
 کمال کی قدردانی میں اپنے لایق و مشہور ہم عصر خلیفہ ہارون رشید کا ہم پل تھا
 غرض کہ عبد الرحمن بن معاویہ تخت و تاج و حکومت کے لیے نہایت موزون
 عبد الرحمن سے لیکر عبد الرحمن انصاری تک فرما کر وایان اندلس امیر
 کے خطاب سے مشہور تھے سلطان عبد الرحمن انصاری کے عہد حکومت
 میں جبکہ خلافت عباسیہ میں ضعف پیدا ہو گیا تھا اور سلطنت کا نام ہی نام
 باقی رہ گیا تھا عبد الرحمن انصاری نے رعایا کی خواہش سے اپنے خطابات
 شاہی میں امیر المومنین شریک کیا اور اسی زمانہ سے شاہان اندلس نے
 امیر المومنین اور خلیفہ المسلمین کے القاب اختیار کئے۔

عبد الرحمن بن معاویہ نہایت خوبصورت اور وجہ آدمی تھا۔ رنگ بہت
 صاف بال بہورے اس کی صرف ایک آنکھ کام دیتی تھی۔ قوت شامہ سے
 بے بہرہ تھا اس کے بچے تھے گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں۔





باب دوم

ہشام کی تخت نشینی - نجومی سے ملاقات - سلیمان کی بغاوت - فتح اربو نیہ

اور عیسائیوں سے جنگ - تعمیر قریطہ - طرہ حکومت - ذاتی حالات -

۲۷۱ھ مطابق ۸۵۷ء میں عبد الرحمن بن معاویہ اندلس کے خلیفہ اول نے انتقال کیا اور اس کا دوسرا بیٹا ہشام ابوالولید جس کو عبد الرحمن نے اپنے سین حیات اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔ اس کی مان کا نام حلل تھا اور شوال ۳۹ھ میں یعنی عبد الرحمن کے اندلس میں داخل ہونے کے ایک سال بعد پیدا ہوا تھا اور بچپن ہی سے اس کو علماء اور اہل کمال کی صحبت میں بیٹھنے کا بڑا شوق تھا۔ اس کے بڑے بھائی سلیمان کی طبیعت اس کے برعکس واقع ہوئی تھی عبد الرحمن نے ہشام کے ان ہی اخلاصیل حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کی وجہ سے اس کو ولی عہد مقرر کر کے تمام مصمم قصد کیا تھا

۲۷۱ھ عبد الرحمن بن معاویہ نے اپنے تمام بچوں کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام کیا تھا ہشام اور سلیمان (دیکھو صفحہ ۲۷)

اور ہمیشہ لوگوں سے ان دونوں بہائیوں کے حالات اور ذاتی صفات کا مستفسر رہتا تھا۔ سب ہمزبان تھے کہ شہزادہ ہشام کا دربار ہمیشہ علماء اور فضلا اور بہادران و دہبران وقت اور صاحب کمال لوگوں سے معمور رہتا ہے جہاں ہر قسم کے علمی مباحثے ہوا کرتے ہیں برخلاف اس کے شہزادہ سلیمان کے دربار میں کم ہمت اور پست حوصلہ اور خوشامدی جمع رہتے ہیں ہشام صوبہ مدینہ کی صوبہ داری کو انجام دے رہا تھا کہ اس کو اپنے باپ کے انتقال کی خبر پہنچی شہر مدینہ ہی میں اس نے غنائ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور رعایا نے بلا عذر اس کو سلطان عبدالرحمن کا جانشین تسلیم کر لیا۔

تحت پر بیٹھتے ہی سلطان ہشام نے الضحیٰ نامی مشہور اور معروف منجم ساکن الجزار کو دربار میں طلب کیا اور اس سے کہا کہ گو خدا ہی تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عالم الغیب نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ تو اپنے فن میں بیکتاے زمانہ سمجھا جاتا ہے لہذا تو زائچہ کے ذریعہ سے بلا تامل اور بغیر خوف و خطر محکوم تبا کہ میرا زمانہ حکومت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) دونوں کو کم تھا کہ دارالقضا میں جا کر کام کیا کریں اور جس وقت کو نسل آن اسٹیت یعنی مجلس ملوک کا انعقاد ہوتا تھا تو یہ شاہزادے خاتم کام وہاں حاضر رہتے تھے شعراء اور علماء سلطان کی سالگرہ کو روزِ نظم و شعر سلطان کی تعین میں لکھ کر شہزادوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور جب نظم یا شعر سمجھوتی تھی اس کو انعام دیا کرتے تھے عربی اس میں چند کوئی جلد (۱) صفحہ ۳۱۳

کس طرح گزرتا تھا۔ سلطان کے اس اطمینان دلانے پر اس نجومی نے زائچہ تیار کیا اور بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہو کر عرض کی کہ کیا امیر تیرا زمانہ حکومت نہایت مبارک اور بے مثل رہے گا دشمن ہمیشہ پامال اور فتح و نصرت ہمیشہ ہمراہ رکاب رہے گی مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تیرا عہد حکومت آٹھ سال تک یا کچھ کم و بیش رہے گا ہشام نے ہنجم کے اس بیان کو بغور سنا اور کچھ دیر تک سوچ اور فکر میں رہا بعد چند لحظے کے سر اوٹھایا اور کہا کہ اے الضحیٰ تیری پیشین گوئی نے مجھ کو مطلقاً ہراسان اور پریشان نہیں کیا بلکہ اس تیرے بیان نے مجھ کو اپنی نیکنمی اور کامیابی حاصل کرنے کا راستہ بتایا۔ میں ہمیشہ اپنے معبودِ برحق کی عبادت اور اپنے منصبِ جلیلہ کی انجام دہی میں تادمِ مرگ مشغول رہوں گا اس کے بعد ہشام نے ہنجم کو خلعت و انعام کے ساتھ رخصت کیا اور اسی وقت سے دنیوی عیش و آرام اور لباسِ خوشائشِ نفیسی کو کھلخت دور اور معدلت گستری اور فیاضی کے جامے کو زیب تن کیا۔

اپنے عہدِ حکومت کے اوایل میں سلطان ہشام کو اپنے خاندان کے بعض لوگوں کا جنہوں نے بغاوت کے جہنڈے کو بلند کیا تھا مقابلہ کرنا پڑا چنانچہ اس کے بڑے بہائی سلیمان نے دوسرے بہائی عبد اللہ نامی کی شرکت سے فوج کشی

کے ساتھ سلطنت کا دعویٰ کیا سلطان نے بذات خود باغیوں کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست فاش دی اس خانہ جنگی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہشام ملک فرانس کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے شہر اربون^۱ کو دوبارہ فتح کیا صوبہ جلیقیہ کے تحت عیسائی رئیسوں نے نہایت عجز کے ساتھ صلح کی درخواست کی جس کو سلطان نے باین شرط قبول کیا کہ یہ لوگ شہر اربون^۲ کی شکست دیواروں کے چوڑے اور مٹی وغیرہ کو خود ڈھو کر دار السلطنت قرطبہ تک پہنچائیں جہاں پر سلطان نے اسی مٹی اور چوڑے وغیرہ سے ایک مسجد باب الجنہ کے محاذی تعمیر کی **۷۷۰** عیسائیوں نے بغاوت شروع کی لیکن سلطانی فوج نے باغیوں کو ایسی شکست دی کہ یہ ان عیسائیوں کو بغاوت کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی سال میں سلطان نے اپنے وزیر یوسف ابن بخت کو فوج کشی کے ساتھ صوبہ جلیقیہ کے عیسائیوں کے کتبہ کے لئے روانہ کیا اس نے **۷۷۱**

اس فتح کی نسبت الفاظ بہت صاف ہیں ۷۷۰ فی ایامہ فتح اربونہ۔ بعض فریسی مورخین مثل رمی اور ریناڈ بیان کرتے ہیں کہ عربوں نے اس شہر کو فتح نہیں کیا بلکہ صرف اس شہر کے قریب جوار کے مقامات کو تاخت و تاراج کیا تھا المقری اور دیگر مورخین عرب کا بیان ہے کہ عربوں نے اس شہر کو فتح کر لیا تھا اور یہ آخذا ذکر بیان صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس شہر کے قریب پہنچنے کے بعد اس پر حملہ کرنے کی کوئی وجہ ان مورخین اول الذکر نے بیان نہیں کی ہے۔

برمیوڈو کو شکست کامل دی جس میں بے انتہا عیسائی قتل و غارت ہوئے اور اس صوبہ کا بہت بڑا حصہ ملک مفومہ میں شریک کیا گیا۔ اسی طرح ^{۶۷} سالہ ^{۱۱۱۱} میں دوسرے وزیر عبد الملک ابن عبد الواحد ابن معیث نے البہ اور ارض ^{القلل} کے عیسائیوں کو کافی سزا دی ^{۱۱۱۲} میں اسی امیر کو اربونیدہ و جہندہ کی ہمچ مقرر کیا جہاں امیر عبد الملک نے اپنی خدمات مفوضہ کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔

اسی زمانہ میں قرطبہ کی پل کی جس کو امیر السمج نے خلیفہ عمر ابن عبد العزیز کے زمانے میں بنایا تھا از سر نو تعمیر کی گئی۔ یہ پل جس کا نقشہ سلطان ہشام نے اپنے ہاتھ سے کھینچا تھا حسن اور وسعت میں بے نظیر تھا۔ زمانہ تعمیر میں ایک روز سلطان نے اپنے اہل دربار سے پوچھا کہ اس پل کے بنانے کی نسبت عام خیال کیا ہے۔ جواب دیا کہ رعایا کا یہ خیال ہے کہ سلطان ذیل کو اس غرض سے تعمیر کیا ہے کہ تھکار کی آمد و رفت میں دقت نہ ہو۔ یہ سن کر ہشام نے عہد کیا کہ آج سے تا دم مرگ اس پل پر پاؤں نہ رکھوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ہشام کے زمانہ حکومت میں بعض علماء اور فقہا حج کی نیت سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے جن میں فرعون ابن العباس عیسیٰ ابن دینار سعید بن ابی ہند اور دیگر

مشہور لوگ شریک تھے شام میں ان لوگوں کی طاقت مالک ابن انس سے جو
 اوس زمانے میں علم فقہ کا مشہور عالم تھا ہونی جو کچھ فیض کہ ان لوگوں کو اوس کی
 صحبت سے حاصل ہوا تھا اوس سے اندلس میں آکر پورا کام لیا
 مالک ابن انس کے خیالات کے پیلا نے میں کوتاہی نہیں کی ابو
 عبد اللہ زید ابن عبد الرحمن نے یہی جو علاوہ عالم ہونے کے نہایت
 نیک اور صاف باطن آدمی تھا بہت کوشش کی تھی کہ ابن انس کی تصانیف
 اس ملک میں رواج پائیں ہشام نے ابو عبد اللہ زید کو بلایا اوس کی
 لیاقت اور قابلیت کے عہدہ قضات کے لیے تجویز کیا لیکن اس نے اس
 عہدے کو نا منظور کیا سلطان نے اس کو مجبور کرنا چاہا تاہم یہ اپنے ارادہ
 سابق پر قائم رہا اور وزرا سے کہدیا کہ اگر میں نے بجز اس عہدے کو قبول ہی کیا
 تو شرع اور فقہ کے بالکل خلاف احکام جاری کروں گا اوس وقت تم خود مجھ کو اس
 خدمت سے علیحدہ کر دو گے سلطان بصوابدید وزرا اپنے ارادہ سے باز رہا اور
 یہ کہی ابو عبد اللہ کو عہدہ قضات کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اس عالم
 کا انتقال سنہ ۱۷۰ میں ہوا۔

سلطان ہشام نے عہد حکومت میں علم و فضل اور ہر قسم کے کمال نے نبید

ترقی پائی چونکہ بادشاہ خود لائق اور علم دوست اور صاحب فن کاقدردان تھا۔
 اس کی طبیعت نے اپنے کردار سے بے نظیر اور نادر العصر لوگوں کو جمع کیا
 کہ جن کی بدولت اس کا نام اس وقت تک قائم ہے اور آئندہ بھی قائم رہے گا
 ایک روز کا واقعہ ہے کہ اس کا باپ سلطان عبدالرحمن بن معاویہ دربار
 میں بیٹھا ہوا تھا اور اہل دربار حاضر تھے کہ سلطان نے یہہہ و شعر پڑھے۔

وَتَعْرِفُ مِنْ أَبِيهِ شَمَائِلًا	مِنْ خَالِهِ أَوْ مِنْ يَزِيدٍ وَمِنْ حُجْرٍ
سَمَاحَةً أَمَعَ يَزِيدًا وَوَفَاذَا	وَنَائِلًا إِذَا أَهْلًا وَإِذَا اسْكُدَّ

اور ہشام سے پوچھا کہ کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہہہ اشعار کس کے ہیں ہشام نے فوراً کہا
 یہہہ اشعار امر و القیس کے ہیں جو خاص تیرے لیے لکھے گئے۔ سلطان اپنے
 بیٹے کی اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا ہشام کی فیاضی اور معدلت گسری
 کی نظیروں سے تانیخ بھری ہوئی ہے اور اس نے اپنی بیدار مغزی اور دانشوری
 سے سلطنت کو ایسے مستحکم اصول پر قائم کیا کہ اگر ان کی پابندی اس کے جانشین
 کرتے تو اسی وقت یورپ کا مغربی کونہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں ہوتا جس سے

نہ (تجربہ) اس کے باپ اور امون کی یازید کی بھر کی شمال سے تو اس کو معلوم کر سکتا ہو کہ وہ صاحب شہ
 دکنوی و صاحب فا و صاحب جو ہے صحت اور ث کی حالت میں۔

سلطنت ہائی بلاد مشرقیہ اسلامیہ کو تقویت ہوتی تمام ممالک محدوسہ میں منجبر پہلے ہو
تھے جن کے ذریعہ سے سلطان کو حکام کی طرز حکومت کی خبر و مدد ہم ہونچتی رہتی
تھی جس طرح کہ خیر خواہ اور نیک نیت حکام شیعہ فیض و قدر دانی سے سب ازبایطرح
ظالم اور بدخواہ افسانہ غضب ظلم سوز سے راہی ملک بوار ہوتے تھے اس کو رعایا
کی تکلیف ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہ تھی اور ہمیشہ کوشش یہ تھی کہ رعایا اپنے
حکام سے خوش رہے اور اس کے جان و مال کی پوری پوری حفاظت کی جائے
شخصی سلطنت میں ملک اور رعایا کی بہبودی خاص بادشاہ کی ذات سے
وابستہ ہے اس بادشاہ کی خوش قسمتی تھی کہ اس نے اپنی محنت اور
جفاکشی کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا رعایا نے اس کو العادل کا خطاب
دیا تھا اس لقب کو یہ نہایت عزیز رکھتا اور اپنا فخر سمجھتا تھا ہشام نے ساہل
اور آسٹہ یا نو مہینے کی حکومت کے بعد شام ۹۶۷ء میں انتقال کیا قبل انتقال
مسجد قرطبہ کو جس کی بنیاد عبدالرحمن نے ڈالی تھی ختم کر دیا تھا۔



الحکم کی تخت نشینی۔ اس کے چچا سلیمان اور عبد اللہ کی بغاوت۔ جنگ جلیقہ
انتقال سلیمان عیسائیوں کے ساتھ جنگ اور اونکی شکست قحط عظیم انتقال طرطو

سلطان الحکم اپنے باپ سلطان ہشام کے بعد تخت پر بیٹھا۔
عربوں کی یہ خوش قسمتی تھی کہ لائق باپ کی میراث لائق تر جانشین کے حصہ میں
آئے لیکن مثل سابق اس کے رشتہ داروں نے اس کو بھی آرام لینے نہیں دیا۔
چنانچہ الحکم کے تخت پر بیٹھے ہی اس کے دونوں چچاؤں یعنی عبد اللہ اور
سلیمان نے بغاوت شروع کر دی اگرچہ یہ لوگ علانیہ بغاوت کی قدرت
نہیں رکھتے تھے مگر چونکہ یہ سب سلطنت کے رکن عظیم تھے خفیہ طور پر اس کو
اور اس کی سلطنت کو نقصان پہونچا سکتے تھے اور اس تکلیف اور نقصان رسانی
میں انہوں نے کوتاہی نہیں کی۔ عیسائی بھی ہمیشہ ایسی سازشوں اور خانہ جنگیوں کا
انتظار جن پر ان کی کامیابی منحصر تھی کیا کرتے تھے۔ جب عیسائیوں نے دیکھا
کہ الحکم خانہ جنگی میں مشغول ہے فریسیوں نے مشامہ میں بشلونہ

حکم کیا اور اس کو اپنے قبضہ میں لے آئے۔ عربوں نے وہ پورا صوبہ خالی کر دیا اور سرحدی قلعوں میں پناہ گزین ہوئے لیکن قبل اس کے کہ عیسائی کچھ زیادہ نقصان پہنچا سکتے الحکم نے اپنے مشہور حاجب عبدالکریم ابن مغیث کو معقول تعداد فوج کے ساتھ عیسائیوں کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ اس امیر نے نہایت دلیری اور ہوشیاری سے اپنے کارِ مفوضہ کو انجام دیا اور ایک ہی جنگ میں فرانسیسیوں کو ملک سے خارج کر دیا اور کافی انتظام کے بعد قرطبہ واپس آیا۔ اسی اثنا میں معتقدانِ مالک اس نے جن کو اپنے سیادت اور تقدس پر ناز تھا یہ خبر مشہور کی کہ سلطان دنیوی عیش و آرام کی طرف متوجہ ہو گیا اور حکومت کے قابل نہیں رہا۔ اس خبر کے مشہور کرنے کا بانی یحییٰ ابن یحییٰ اللیثی تھا بغاوتِ شہرِ قرطبہ کے مغربی حصہ سے شروع ہوئی اگر سلطان فی الحقیقت جیسا کہ اس فرقہ نے اسے مشہور کیا تھا امورِ سلطنت سے بے خبر اور لہو و لعب میں مصروف ہوا اور بخیر ہی کی حالت میں اس انقلاب اور بغاوت کو بڑھنے دیتا تو معلوم نہیں کہ انجام کار کیا ہوتا۔ اس بغاوت کا اثر نہ صرف سلطان کی ذات پر پڑتا بلکہ تمام خاندانِ شاہی کو نقصانِ عظیم پہنچتا خاندانِ معاویہ کی خوش قسمتی تھی کہ الحکم میں وہی لیاقت اور خوبیاں موجود تھیں جن کی بدولت اس کے دادا

عبدالرحمن بن معاویہ نے بغیر یار و مددگار صرف خدائی غرور کی جست اور کم
 ساس ملک کو فتح کیا اور اپنے خاندان کا نام قائم رکھا۔ یہ بغاوت کوئی نئی بات
 نہ تھی۔ تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ انقلاب عظیم کے بانی اکثر ہی
 فرقہ ہوسے ہیں اور مذہب کی لگائی ہوئی اک اپنا اثر کیے بغیر جیتی نہیں جس وقت
 الحکم کے مجبورون نے اس بغاوت اور مالک انس کے معتقدون کی مفسدہ پرداز
 کی اطلاع دی اوس نے قبل اس کے کہ رعایا پر ان باغیوں کی سازش کا کچھ اثر ہو
 اس حصہ شہر کو جس میں یہ لوگ مقیم تھے نیست اور نابود اور جو لوگ باقی رہے ان کو
 سنتری سخت کے بعد اندلس سے خارج کر دیا کچھ باغی دارالسلطنت مراکش میں سکونپٹ
 ہوئے اور کچھ مصر چلے گئے اور باوجود اس سختی اور مصیبت اوٹھانے کے بھی
 یہ لوگ اپنی شرارت جلی سے باز نہیں آئے مصر میں ہی آتش فساد بڑھ کا فی ظہی
 لیکن خلیفہ المامون کے قائم مقام عبداللہ ابن طاہر نے کافی سزا کے
 بعد ان کو جزیرہ آفرطیس کی طرف نکال دیا جس کو ان باغیوں نے فتح کیا اور
 مدت دراز تک اوس حکومت کرتے رہے آخر کو آفرطیس و قیسرطنین نے
 ۹۶۱ء میں اس جزیرہ کو فتح اور ملک یونان ملے ملٹی کر لیا آخر بادشاہ ان کا
 عبدالعزیز خاندان ابو حفص سے تھا۔

۱۔ اس کو کریٹ یا کینڈیا کہتے ہیں جیسا کہ ترک حکمران ہیں۔

اندرونی بغاوتوں کو رفع کرنے اور۔ پینچا سیلیمان کے انتقال کے بعد ۸۳۰ء میں الحکم سرحد کی درستی اور حفاظت کی طرف مائل ہوا پہلے اس نے قلعجات سرحدی کو مکرر درست اور مستحکم کیا اور پھر عیسائیوں کے حملوں کو روکنے کی غرض سے مختلف دستہ فوج کے اپنے نامی اور جانشا رامیرون کی سرکردگی میں سرحد کی طرف روانہ کیے۔ ۹۲۰ء میں ۸۶۰ء میں شاہ فرانس کی سازش سے لذریق نے شہر طرطوشہ کا محاصرہ کیا۔ جب اس محاصرہ کی اطلاع سلطان کو پہونچی تو باوجود اس کے کہ بعض مشہور اور تجربہ کار امیر میدان جنگ میں موجود تھے الحکم نے بذات خود اس طرف کا غم کیا۔ پہلی ہی جنگ میں اس کے جڑے بیٹے عبدالرحمن نے لذریق کو شکست فاش دیکر اپنی حدود سے باہر کر دیا۔ اس جنگ کے چار برس بعد ۹۲۰ء مطابق ۸۶۰ء میں سلطان نے یہ جنگ کا غم کیا اور اپنے وزیر عبدالکریم ابن مغیث کو جو فوج سپہ گری میں بختای زمانہ تھا فرانسیسیوں کے مقابلے میں پہچا عرب حدود حلیقیہ میں داخل ہوئے اور بلا کسی محنت اور مشقت کے سرحدی قلعجات کو اپنے قبضے میں لے آئے ہنوز یہ سرحد کے قریب تسخیر شدہ ملک کے انتظام میں مصروف تھے کہ ان کو شاہ حلیقیہ کی فوج کشی کی اطلاع پہونچی دونوں فوجیں دریا کے کنارے خیمہ

ہوئیں چونکہ دریادون کیچ چل تھا جنگ چند روز تک ملتوی رہی امیر عبدالکبیر
 نے مصلحت اپنی فوج کو کنارے سے ہٹالیا اور عیسائیوں کو دوسری طرف
 آنے کا موقع دیا۔ تیرہ روز تک دونوں فوجیں لڑتی رہیں اور باوجودیکہ عرب اس
 جنگ میں کامیاب ہوئے لیکن بارش اور دریا کی شورش کی وجہ سے یہ پہلی
 کامیابی سے پورا فائدہ حاصل نہیں کر سکے۔ جب امیر نے دیکھا کہ دریا کی طغیانی
 زیادہ تر قی کرتی جاتی ہے اور طوفان بھی کم نہیں ہوتا تو اس نے سلطان کو اطلاع کی
 اور حسب الحکم قریطہ واپس چلا آیا۔

اسی زمانہ میں اندلس میں ایسا شدید قحط پڑا کہ ہزار ہا آدمی ہلاک ہو گئے
 لیکن اسی حادثہ عظیم میں سلطان نے بھی اپنی غریب رعایا کی پریشانی رفع کرنے میں
 بے انتہا کوشش کی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے دشمن اس زمانہ میں بھی ناکام رہے
 عباس ابن ناصح الجزائر سی حبذیل اشعار میں اس واقعہ کو ظاہر کرتا ہے۔

بَلَدُ الزَّمَانِ قَامَتْ آيَا مُهُ	مِنْ أَنْ يَكُونَ بَعْصَرُ عُسْرُ
ظَلَعَ الزَّمَانُ بِأَدَمَةٍ فَجَلَّتْ لَهُ	تِلْكَ الْكَدِّ لِهَةِ جُودَةِ الْغَمْرِ

ترجمہ زمانہ خراب ہو گیا تھا مگر اس کے ایام نے اس بات سے بچایا کہ اس کے عہد میں تلکی و پریشانی ہو
 مصیبتوں کی کثرت سے زمانہ تنگ ہو رہا تھا مگر اس کی دریا دل بخشش نے اس رنج کو دور کر دیا۔

عباس ابن ناصح ایک واقعہ بیان کرتا ہے کہ جب میں وادی الحجاز کے قریب سے گزرا تو ایک عیسائی عورت نے مجھ کو سلطان سمجھا کر آواز بند کہا کہ اے الحکم کیا اس سخت زمانے کے ساتھ جس نے ہمارے باپ اور شوہر دونوں مار ڈالا تو یہی اپنی غریب رعایا کو جو ہو کی سیاسی جھگڑا کر رہی ہے بھول گیا۔ میں نے نہایت تشفی اور دل داری کے ساتھ اس تباہی کی وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا کہ جب ہم اپنے مردوں اور بچوں کے ساتھ وادی الحجاز کے کہیتون سے گزر رہے تھے عیسائیوں کے ایک گروہ نے ہم کو گھیر لیا اکثر قتل ہوئے اور بقیہ ایسے گورنار کر کے لے گئے اس واقعہ کو ہی اشاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

مَمْلُکَتٌ فِی الْوَادِیِ الْحِجَازِ مُسَدَّدٌ إِلَیْکَ أَبَا الْعَاصِ نَضِیْتُ طِیَّتِیْ تَدَارِکُنِ نِسَاءَ الْعَالَمِیْنَ بُنْصَرٌ	أَرَا عِیْجُومًا یَکْدُونَ تَغِیْرًا تَسِیْرُهُمْ سَارِیًا وَمُجْجَدًا فَإِنَّکَ أَخْرَى أَنْ تُغِیْثَ تَنْصُرًا
---	--

ترجمہ مقصود ان شعروں کا یہ ہے کہ وادی الحجاز میں بڑی میسبون سے میری شب بسر ہوئی اور ابو العاص کی مدد کے نظر کرتے تو انٹ کو رات دن اس قدر دوڑانا پڑا کہ وہ ناتوان ولاغر ہو گیا جبکہ تیری ذات و قدر کے لئے لائق تر ہے اپنے زمانہ کی عورتوں کی فریاد سن اور مدد کر۔

عباس ابن ناصح نے دربار سلطانی میں اپنے قصیدے کو پڑھا جس سے سلطان اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً بذات خود مع فوج کے وادی الحجازہ پہنچا اور کامل تحقیقات کے بعد مجرموں کو قتل کیا اور اس عیسائی عورت کے سامنے سلطان نے عباس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے عباس اب اس عورت سے پوچھ کہ الحکم اپنی غریب رعایا کی آہ و زاری سنتا ہے یا نہیں اور اس کے مصائب کے دفع اور اس کے حقوق کی نگہداری کرنے میں خاص توجہ اور کوشش کرتا ہے یا نہیں۔ بیوہ یہہ سن کر آبدیدہ ہوئی اور رکاب سعادت کو بوسہ دیکر نہایت ادب سے عرض کیا کہ اے امیر جو کچھ میں نے اس وقت دیکھا اور سنا اس کے صحیح ہونے میں بالکل شبہ نہیں خدا تعالیٰ تجھ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

الحکم کے گرد و پیش جو مشیر اور ارکان سلطنت تھے وہ اپنے اپنے فرہین و حیدر سے تھے اور ان کے نام نامی یہہ بن اسحاق ابن المنذر اور عباس

ابن عبد اللہ اور عبد اللہ بن مغیث اور سعید ابن حسین یہہ چار پانچ شخص الحکم کے خاص وزیر اور سپہ سالار تھے شہر قرطبہ کی قصبات پر عمر بن بشیر

اور بشیر ابن قطن اور عبد اللہ بن موسیٰ اور حمید ابن محمد ابن یحییٰ یہہ مشہور عالم فقہ تھے بعد دیگرے مامور ہوئے اور اس کے خطیب حجاج ابن العقیلی اور

فطیس ابن سلیمان اور عطا ف ابن زینب تھے۔

سلطان الحکم کے علم دوست ہونے کی نسبت جو کچھ اوپر تحریر کیا گیا ہے اس کی تائید متعدد مورخین سے ہوتی ہے۔ یہ قصات شہر کی ادنیٰ شخص کے سپرد کیا کرتا تھا جو علاوہ عالم ہونے کے راتباز اور نصف مزاج ہوتا تھا چنانچہ ایک مورخ کا بیان ہے کہ ابن عمران کے انتقال کے بعد محمد ابن بشیر قاضی الجماعت اندلس کا مقرر کیا گیا اس کا باپ سعید ابن بشیر مشہور اور واجب التعلیم عالم علم فقہ اور حدیث کا تھا جس کو سلطان عبدالرحمن اوّل نے اس عہدے کے لیے منتخب کیا تھا۔ اس کا انصاف صرف اندلس ہی میں نہیں بلکہ کل ممالک اسلام میں ضرب المثل ہو گیا تھا۔ نقل مشہور ہے کہ جب شاہی فرمان تقرر کا اس کے وطن مقام حمتہ پہنچا اور یہ شہر قرطبہ کی طرف روانہ ہوا اس نے ایک منزل اپنے ایک پرانے دوست کے مکان پر سہر کی اٹھائی گفتگو میں ابن بشیر نے اپنے دوست سے کہا کہ اگر سلطان نے مجھ کو اندلس کا قاضی مقرر کیا تو میں مجھ کو اپنا مدکار بنا لوں گا دوست نے جواب دیا کہ اس درخواست کے منظور کرنے میں مجھ کو عذر نہیں بشرطیکہ تو میرے تین سوالوں کا جواب شافی دے۔ پہلے یہ کہ

لے اندلس کے قاضی کو قاضی القضاات اور قاضی الجماعت دونوں کہتے تھے۔

اگر مجھ کو عمدہ لباس عطا کیا اور عمدہ سواری دی جائے تو تجھے خوشی حاصل ہوگی یا نہیں
 جواب: ایک لذیذ کھانا تو ان کی مجھ کو پر وائیں نہیں۔ غذا سے صرف زندگی منظور ہے نہ کہ
 زندگی واسطے غذا کو لباس سے ستر منظور ہے نہ خوشنمائی اور جب خدا تعالیٰ
 نے پاون عطا فرمائے ہیں تو پھر سواری کی کیا ضرورت۔ دوسرا سوال یہ کہ
 حسن خداداد کے دیکھنے اور معشوق کے ناز و کرشمہ کے اوٹھانے کی تاب
 تجھ میں موجود ہے یا نہیں ابن بشیر نے جواب دیا کہ جب ان امور کا مجھ کو تجربہ نہیں
 تو مجھ پر معشوق کے حسن خداداد کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ تیسرا سوال یہ کہ اگر تیرے
 ہمعوم تیری خوشامد اور تعریف کریں تو کیا تو خوش ہوگا اور اگر اسی عہدہ پر مامور ہوئیے
 بعد علیحدہ کر دیا جائے تو کیا تو پسند کرے گا۔ جواب دیا کہ قسم ہے مجھ کو اللہ کی کہ
 تعریف اور ستائش کی نہ مجھ کو پروا اور نہ بڑا کہنے کا مجھ کو رنج یہ اس عہدے سے
 علیحدہ ہونا مجھ کو کیا بڑا معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی اوس دوست نے
 ابن بشیر کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے سوالات کے جواب مجھ کو حسب
 دل خواہ ملے اور اب میں نہایت خوشی سے تیری نیابت کو قبول کرتا ہوں۔
 اجمال ابن بشیر اپنے دوست سے رخصت ہو کر سید ہادار السلطنت آیا

لہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوالات اس کی خوبی طبیعت اور طبیعت کی جانچ کے لئے کیے گئے۔

اور مسند قضاۃ کو زیب دے دی چند ہی روز میں اس کے انصاف اور اس کی
شرع کی پابندی نے اس کو شہرہ آفاق کر دیا دور دور سے لوگ اس سے
ملنے اور اس کی صحبت سے فیضیاب ہونیکے واسطے قمر طبع آتے تھے۔
ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے خاص سلطان پر ایک قطعہ زمین کے
متعلق جو قمر طبع کے پل کے قریب واقع تھی دعویٰ کیا۔ بعد تحقیقات ابن بشیر
کو دعویٰ کا مقدمہ صحیح معلوم ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ سلطان اپنا قبضہ اس جاہلاد
سے اوٹھالے۔ اب احکم کے منصفانہ برتاؤ اور قانون کی پابندی کو دیکھنا چاہیے
کہ اس نے فریق اول کو طلب کر کے قیمت اس جاہلاد کی دریافت کی اور
جو قیمت کہ مانگی گئی فوراً ادا کر دی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب بادشاہ
قانون شرع کے کس قدر پابند تھے۔ اسلام کا یہ بہت بڑا اصول ہے کہ جس
قانون پاک کی رو سے پادشاہ شیخ الاسلام کو معزول کر سکتا ہے اسی قانون پاک
کی رو سے شیخ الاسلام پادشاہ کو سزا دے سکتا ہے۔ اسلام میں کسی سے کمینیت
اور جابرانہ شخصی سلطنت کیون نہ قائم ہو بادشاہ ہمیشہ قانون شرع کا تابع رہے گا جب
احکم کو یہ اچھی طرح یقین ہو گیا کہ ابن بشیر سے بہتر ملک کو قاضی القضاۃ نہیں
مل سکتا سلطان نے اس کی قدر و منزلت میں اور زیادہ ترقی کی اور اس کے

مخالفین سے منہ پھیر لیا۔ چنانچہ ایک روز موسیٰ ابن سمح نے جو شاہی اصطبل کا صاحب الخیل تھا سلطان سے عرض کی کہ ابن بشیر نے میرے مقدمہ میں نا انصافی کی ہے اور ایسے احکام جاری کئے ہیں جو خارج الاقدار ہیں سلطان نے جواب دیا کہ تیرے بیان کی صحت اسی وقت ہو سکتی ہے۔ تو جا اور ابن بشیر سے ملاقات کر اگر تو اس میں کامیاب ہو تو میں تجھ کو سچا سمجھوں گا اور اس کو عہدے سے معزول کر دوں گا ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ میں اس کو اور زیادہ عزیز رکھوں گا۔ چنانچہ موسیٰ حسب الحکم ابن بشیر کے مکان پر گیا اور اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ سلطان نے موسیٰ کے عقب میں اس واقعہ کی تحقیق کے لئے دو مخبروں کو بھی روانہ کیا۔ ان میں سے ایک واپس آیا اور الحکم سے عرض کیا کہ جب موسیٰ نے قاضی سے ملنے کی کوشش کی۔ قاضی کے ایک خادم نے موسیٰ سے کہا کہ قاضی کہتا ہے کہ اگر تجھ کو کسی عدالتی معاملے میں کچھ کہنا ہے تو عدالت میں وقت مقررہ پر حاضر ہو الحکم ہم سن کر مسکرایا اور کہا کہ مجھ کو پہلے ہی یہ یقین ہو چکا تھا کہ یہی ایک شخص اس عہدے کے لئے موزون ہے ابن بشیر کی تعریف نہ صرف ایک دو بلکہ جتنے عرب مورخین ہماری نظر سے گزرے سب کرتبیں المقری نے ہی اپنی بے نظیر تاریخ اندلس میں اسی قاضی کی نسبت

ایک ایسا واقعہ بیان کیا ہے جس کا اظہار اس مقام پر نامناسب نہ ہوگا۔ وہ تحریر کرتا ہے کہ الحکم کے چچا سعید الخیر ابن عبدالرحمن الداخل نے دعویٰ کیا سعید الخیر کی مختار نے ایک دستاویز جاریہ تنازعہ کی نسبت قاضی کے سامنے پیش کی۔ اس دستاویز پر مختلف لوگوں کی شہادت موجود تھی لیکن اُن گواہوں میں سے سوائے سلطان الحکم اور ایک اور شخص کے کوئی زندہ نہ تھا فریق ثانی نے یہ عذر پیش کیا کہ جب تک دستخطوں کی تصدیق نہ ہو دستاویز منظور نہیں ہو سکتی ابن لشیمر نے اس عذر کو تسلیم کیا اور فریق اول کو حکم دیا کہ وہ گواہوں کو عدالت میں حاضر کرے۔ قاضی کے اس فیصلے سے سعید الخیر بہت متعجب ہوا اور سلطان سے عرض کیا کہ کیا اب ہماری حکومت اس قدر کمزور ہو گئی کہ ایک قاضی خاص سلطان کی دستخط کو منظور نہیں کرتا اور ایسے احکام جاری کرتا ہے جس سے بادشاہ کی تدبیر عام طور پر ہو الحکم نے اپنے چچا کی بہت کچھ تشفی کی اور کہا کہ تو قاضی کی صفات اور منصفانہ طبیعت سے واقف نہیں ہے۔ اس نے یہ احکام انصاف رسانی کی نیت سے جاری کیے ہیں اور میں بھی نہیں چاہتا کہ میری رعایا میں جن کی جان و مال میرے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے دی ہے کسی کی حق تلفی ہو۔ مجھ کو معلوم ہے کہ تیرا دعویٰ سچا ہے دستخط کی تصدیق

کر دینے میں کیا ہرج ہے یہ کہہ کر سلطان نے اپنے دو قانونی مشیروں کو طلب
 کیا اور ان کے سامنے اپنے ہاتھ سے اپنی دستخط کی تصدیق کی اور اس کو بند
 کر کے انہیں مشیروں کے ذریعہ سے قاضی کے پاس بھیج دیا۔ ابن بشیر
 نے یہ شاہی تحریر بغور پڑھی اور سعید النخیر کے مختار کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ
 جتنک تصدیق کنندہ اصالتاً حاضر ہو کر تصدیق نہ کرے عدالت اس کو منظور نہیں
 کر سکتی سعید النخیر یہ سن کر پہر الحکم کے پاس آیا اور کہا کہ قاضی کی عدول
 حکمی اب حد سے بڑھ گئی ہے اگر اس کو فوراً سزا نہ دی گئی تو رعایا کے حقوق
 تلف ہوں گے اسکے علاوہ شاہی رعب و اب کا قائم رہنا محال ہو گا سلطان
 نے جواب دیا کہ قاضی نے اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا ہے میں اس کو کسر طرح
 سزا کا مستوجب قرار دوں سعید النخیر یہ سن کر اور زیادہ برداشتہ خاطر ہوا اور
 عرض کیا کہ کیا تو بھی میرے حقوق کو تسلیم نہیں کرتا الحکم نے کہا کہ میں پہلے ہی
 کہہ چکا ہوں کہ تیرا مقدمہ بالکل سچا ہے مجھ سے جہان تک ہو سکتا تھا میں نے
 تیری مدد کرنے میں کوتاہی نہیں کی البتہ قاضی کے فیصلے کے خلاف میں کچھ کر سکتا
 محمد ابن بشیر نے ۹۷ ہجری میں امام شافعی کے چہ برس قبل قرطبہ میں انتقال کیا
 ۹۸۷ ہجری میں سلطان الحکم نے اپنے امر اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے بیان کیا

کہ اب میری زندگی کے بہت تھوڑے روز باقی رہ گئے ہیں میری خوشی
 ہے کہ اپنے بیٹے عبدالرحمن کو اپنا ولی عہد مقرر کروں میری بیہوش
 ہے کہ تم سب اس کی اطاعت کو بخل قبول کرو سب سے پہلے شہزادوں
 نے اور ان کے بعد حاجب اور قاضی القضاۃ اور دیگر ارکان سلطنت نے
 عبدالرحمن کے ہاتھ پر بوسہ دیکر اطاعت و فرمانبرداری قبول کی۔ چونکہ
 اس زمانے میں جنگ موقوف تھی اور ملک میں امن تھا عبدالرحمن کے
 ولیعہد ہونے کی عام طور پر خوشی کی گئی اور سلطان کو بھی اپنی باقی عمر آرام سے
 گزارنے کا موقع ملا **الحکمہ** ۲۵ ذیقعدہ ۷۲۷ھ بم ۲۷ عر ورنچشنبہ کو انتقال کیا
 یہ طویل القامت لاغر اندام آدمی تھا۔ رنگ سانولا دراز بینی جو سامنے سے
 کسی قدر کج تھی۔



باب

عبدالرحمن ثانی کی تخت نشینی۔ عیسائیوں کے ساتھ جنگ۔ یونان کے سفیر کا قہر
آنا۔ یحییٰ ابن یحییٰ ابن الیشی اور عبدالملک ابن حبیب۔ اندلس کا محصل۔ عبدالرحمن
کے ذاتی حالات۔

سلطان الحکم کی وصیت کے موافق عبدالرحمن زینبہ سیر مملکت ہوا تخت پر
بیٹھتے ہی اس نے بلیقیہ پر فوج کشی کی اور اس ملک کا بہت بڑا حصہ اندلس
میں شریک کیا اور اس جنگ کے اختتام کے بعد سلطان نے شام میں اپنے
مشہور سپہ سالار امیر عبدالکیرم ابن عبدالواحد کو مع فوج قسطلہ اور البہ کی تسخیر
کے لئے روانہ کیا اس امیر نے عیسائیوں کے قلعوں پر قبضہ کیا اور ان کو
اس معاہدے کی پابندی پر مجبور کیا کہ وہ مسلمانوں کو قید سے رہا کریں اور حسب
معمول خراج ادا کرتے رہیں۔

جنگ مذکور کے بعد سلطان خانگی امور کو طیف متوجہ ہوا لیکن عیسائیوں نے

اس کو آرام لینے نہیں دیا اور پھر اندس کی حدود میں آکر مسلمانوں کو لوٹنا اور قتل کرنا شروع کیا۔ سلطان نے ۲۲۴ھ میں عبداللہ ابن عبداللہ البلسی کو ان کے مقابلے کے واسطے پہنچا عبداللہ نے اہل قسطلہ کو شکست فاش دیکر اپنی حدود سے باہر کر دیا اور دوسری جانب ابن موسیٰ نے ببادشاہ حلیقیہ کو شکست دیکر سیگڑون عیسائیوں کو قتل اور گرفتار کیا لیکن چونکہ ابھی کافی سنا عیسائیوں کو نہیں ملی تھی عبدالرحمن بن داغ دا بن موسیٰ کی مدد کو آیا اور لڑائی کے بعد بہت دور تک اس ملک کو تاراج کرنے کا حکم دیا اور جو قلعے عیسائیوں نے سرحد کے قریب قائم کئے تھے انہیں میں اپنی فوج کو چھوڑ کر سلطان قرطبہ واپس آیا

۲۲۵ھ میں عبدالرحمن بن موسیٰ کو فرانسیسیوں کے مقابلہ کو پہنچا اور پھر اسی میدان میں جہان موسیٰ ابن نصیر نے فرانسیسیوں کو شکست دی تھی عرب اور عیسائی لڑائی کے لئے تیار ہوئے۔ اس دفعہ بھی عیسائی تعداد میں مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے لیکن افسر فوج انہیں مشہور بھنام امیر سے جرات اور شجاعت میں کچھ کم نہ تھا اس نے اپنی فوج کی قلت اور دشمن کی کثرت پر پروا نہیں کی اور بلا خوف و ہراس فوج مخالف پر حملہ کیا۔ فرانسیسیوں نے بھی نہایت

دلیری سے عربوں کا مقابلہ کیا اور بہت دیر تک معرکہ کارزار گرم رہا بارے
 آخر کو فرانسسی منستر ہو کر چار طرف بہاگ نکلا اور عرب مظفر کا میاں ایل لاس پیر
 اس ہی سال موسیٰ ابن موسیٰ اور سلطان کے ایک دوسرے
 مصاحب خوزمی فوج میں کبھی عین نزاع شروع ہوئی۔ سلطان نے خوز کی طرف
 کی موسیٰ کو یہ امر ناگوار گزارا اور یہ غریبہ بادشاہ بیلوئے سوطا اور اس کو دغلا نکم
 عربوں سے لڑنے پر آمادہ کیا عبدالرحمن نے ان باغیوں کے دفع کرنے کے
 واسطے الحارث کو حکم دیا۔ شروع جنگ میں حریش ایک دوبار کامیاب ہوا
 لیکن ایک موقع پر دھوکے سے گرفتار ہو گیا۔ سلطان کو جس وقت اس امیر کی
 گرفتاری اور اپنی فوج کی شکست کی خبر پہنچی اس نے فوراً اپنے بیٹے محمد کو
 فوج کشیدگی اس دہے کے مٹانے کی غرض سے روانہ کیا۔ شہزادے نے
 شہر تسلیم کیا جس میں موسیٰ مع اپنی فوج کے مقیم تھا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ
 نے جب اپنی کمزوری کے آثار دیکھے جو براہیم کی استدعا کی شہزادے نے بصلحت و
 اس درخواست کو منظور کر لیا اور خود غریبہ کی طرف متوجہ ہوا اس جنگ میں
 نہ صرف عیسائیوں کو شکست ہوئی بلکہ اون کا بادشاہ ہی مارا گیا۔

لے اس شہر کو انگریزی میں ٹوڈلہ کہتے ہیں۔ لے مورخ کوڈ نے اس جنگ کا ذکر غلطی سے (دیکھ صفحہ ۴۹)

اس فتح عظیم سے عربوں کو بے حد فائدہ پہونچا۔ پادشاہ غریسیہ عیسائی بادشاہوں
 میں ممتاز تھا اور اسی کے بہرہ و سہ پر چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کو عربوں کے
 مقابلہ کی جرات پیدا ہوتی تھی جب اس طرف سے سلطان کو اطمینان کامل
 ہو گیا تو پہونچکہ شاہ جلیقیہ مثل غریسیہ کے ہمیشہ مصدر شورش اور فساد کار ہا کرتا تھا
 اور اب غریسیہ کے قتل ہو جانے سے اس کی کمرہمت شکستہ ہو گئی تھی۔
 عبدالرحمن کو یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس بانی شرفیاد کو بھی
 مثل اس کے معین کے تہ تیغ کرنا چاہیئے پس اس نے ۲۳۱ھ ہجری میں ملک
 جلیقیہ کی طرف اپنے رایت فتح آیت کو جنبش دی۔ عرب شہریوں تک بغیر کسی
 تعرض کے جا پہونچے اور اس کا محاصرہ کیا لیکن یہ شہر ایسا مضبوط اور مستحکم تھا کہ
 عرب ایک مدت تک اس کے گرد پڑے رہے اور مختلف دستے فوج کے
 گرد و نواح میں چھوٹے چھوٹے شہر اور قصبوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے
 بھیجتے رہے بالآخر قلعہ کی دیوار کا ایک حصہ ٹوٹا لیکن بنی نیل مرام قرطبہ واپس آنا پڑا
 عربوں کی فتوحات متواترہ نے ان کے زور و شجاعت اور ان کی ترقی

بقیہ نوٹ (صفحہ ۴۸) سلطان محمد کے عہد حکومت میں کیلئے اور یہی غلطی ایک دوسرے مورخ ام روی نامی نے بھی
 کی ہے۔ المقری نے اس جنگ کا ۲۲۹ھ میں ہونا بیان کیا ہے جس سے دو ستر عرب مورخین کو بھی اتفاق ہے

علوم و فنون کو دوردور تک مشہور کر دیا تھا یورپ کے چھوٹے اور بڑے بادشاہ
 کچھ بوجہ خوف اور کچھ بوجہ شوق ان سے اتحاد و دوستی بڑھانے اور پیدا کرنے
 کی فکر میں پڑے۔ ۲۲۵ء میں طوفیلس بادشاہ قسطنطنیہ نے عبد الرحمن سے
 دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی درخواست کی اسی زمانے میں خلیفہ المامون
 اور خلیفہ المعتصم نے یونان پر فوج کشی کی تھی۔ اس بادشاہ کی یہی خواہش تھی
 کہ عبد الرحمن کو جس کو وہ عباسیوں کا دشمن سمجھتا تھا اپنی مدد پر آمادہ کرے۔
 اس نے اپنے نامہ میں یہی لکھا تھا کہ اگر عبد الرحمن نے اس درخواست
 کو قبول کیا اور فوج اور روپیہ سے اہل یونان کی مدد کی تو اس کو عمدہ موقع اپنی آبائی
 سلطنت کے کمر قبضہ میں لانے کا ملے گا۔ عبد الرحمن نے اس کے جواب
 میں اپنے لائق وزیر یحییٰ العزال کے ذریعے سے پیش بہت تحائف طوفیلس
 کو بھیجے اور یہ سفارت مشید بنائی دوستی و یک جہتی جابینہ کی ہوئی۔ بادشاہ
 یونان نے نہایت اعزاز و اکرام سے یحییٰ سے ملاقات کی اور دعوت و مہمان
 نوازی میں کوئی دقیقہ اوٹا نہیں رکھا۔ ایک روز یحییٰ طوفیلس سے
 باتن کر رہا تھا کہ اس اثناء میں بادشاہ کی بی بی پر تکلف لباس پہنے کرے
 داخل ہوئی یہ عورت ایسی حسینہ و جمیلہ تھی کہ یحییٰ اس کی صورت تک تار گیا۔

اور ایک عرصے تک ایسا محو حال ہوا کہ اصلاً بادشاہ کی موجودگی کا خیال ہی نہ ہاٹو فیلس کو سفیر کا یہ فعل بہت ناگوار گزرا۔ مترجم کے ذریعہ سے اس خلاف تہذیب واقعہ کی وجہ پوچھی گئی۔ اس نے ایسے عمدہ الفاظ میں شہزادی کی تعریف کی کہ دونوں کا غصہ مبدل بخوشی ہو گیا اور کبھی خوش و کامیاب اندلس واپس آیا۔ اس کی دانشوری اور جادو بیانی کی عبدالرحمن نے بہت کچھ تدریسی اور اس کو پہرہ یورپ کے مختلف سلاطین کے پاس بطور سفیر روانہ کیا جہاں یہ گیا وہاں امیر و غریب سب عزت و توقیر سے پیش آتے تھے۔ آخر عمر میں کئی جگہ سے یہ اندلس سے خارج کر دیا گیا۔ بقیہ عمر اس کی مثل سابق عراق اور دیگر بلاد شرقیہ کی سیر و سیاحت میں گزری۔ یہ بھی نے پچاس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اسی زمانے میں مجوسیوں نے جو یورپ کے شمال میں رہتے تھے اندلس پر حملہ کیا اور اپنے جہازوں سے اوتار کر سمندر کے کنارے کے مقامات کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ پہلی فوج جو ان کے اخراج کے لیے بھیجی گئی تھی وہ ناکام رہی لیکن امداد کے پہنچنے کے بعد عربوں نے اس غیر قوم کو شکست دی۔ یہ لوگ جہازوں پر سوار ہو کر شد و نہ کی طرف بھاگے مگر عربی جہازی بیرون ان کا تعاقب نہ کیا۔

لے ان کو تار منتر کہتے ہیں۔

مگر یہ وحشی صفت لاشونہ ہوتے ہوئے نظروں سے غائب ہو گئے عبدالرحمن
 نے سمندر کے کنارے قلعجات مجیدوں کے روکنے کی غرض سے قائم کیے
 عبدالرحمن کے عہد حکومت میں بہت سے نامی اور گرامی اہل سیف
 اور اہل قلم نے سلطنت عباسیہ کو چھوڑ کر اندلس کو اپنا وطن گردانا۔ ان
 لوگوں میں علی ابن نقی۔ معروف ہر زریاب اوس زمانہ میں علم موسیقی میں
 دو درجہ تک مشہور تھا عبدالرحمن کی طلبی پر اندلس آیا علاوہ اس علم کے یہ علم
 نجوم اور علم ہنیت اور جغرافیہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کو ایک
 ہزار غزلین حفظ یاد تھیں۔ یہ نہایت مہذب و با اخلاق شخص اور فن انشا پر دازی میں
 اور خوش بیانی میں شہرہ آفاق تھا۔ جہاں یہ گیا وہاں معزز و ممتاز رہا۔ طباطبائی میں بھی
 اس کو بہت کچھ ملکہ حاصل تھا۔ غرضیکہ انہیں خوبیوں کے باعث یہہ ایسا مقرب
 بارگاہ سلطانی ہوا کہ عبدالرحمن اس کو ایک لحظہ کے لیے بھی اپنے سے جدا
 نہیں کرتا تھا زریاب کی صحبت کا اثر تمام اہل ملک کی طرز معاشرت پر بھی
 بہت کچھ پڑا۔ چنانچہ پہلے اس ملک کے عرب اپنے کپڑوں کو گلاب یا اور کسی

لہ اس ہی زمانہ سے اندلس کے عربوں کو علم موسیقی کا شوق ہوا اور اس کو انہوں نے درجہ کمال تک پہنچایا
 رفتہ رفتہ ان کو تہذیب اخلاق اور نازک خیالی اور نفاست طرز معاشرت نے اہل یورپ کو اپنا مقلد بنالیا۔

خوشبودار پانی میں برائی نام دہولیا کرتے تھے۔ اس نے پانی میں نمک ملو اگر کپڑا
 دھوانا شروع کیے جس سے زیادہ نفاست اور صفائی پیدا ہوئی۔ اسی طرح بعض
 تزکاریاں جو اس ملک میں بکثرت ہوتی تھیں جن سے عرب بالکل ناواقف تھے
 اون کا استعمال شروع کیا اور ہر موسم کے مناسب ایک خاص لباس مقرر
 کیا۔ زریاب کی تقلید سے عربوں کو بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوئیں جن سے
 وہ روزمرہ فائدے اوٹھا سکتے تھے۔

یحییٰ ابن یحییٰ اللیثی اسی عہد میں فقہ اور حدیث کا بہت بڑا عالم گزرا
 ہے۔ یہ وہ شخص تھا کہ جس نے اوس زمانہ شور و شر میں ہزاروں میل کا سفر گوارا
 کیا اور مدینہ منورہ جا کر مالک ابن انس سے فقہ اور حدیث میں درس لیا اور
 ایک زمانہ تک اوس عالم کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا اور جو کچھ کہ اوس نے
 بحال محنت و جانفشانی حاصل کیا تھا اوس کو اندلس میں اگر اپنے ہم وطنوں
 کو بطور تحفہ نذر کیا جو ذوق و شوق یحییٰ کو علم سے تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے
 کہ ایک روز یہ دوسرے طالب علموں کے ساتھ بیٹھا ہوا درس لے رہا تھا
 کہ ایک بارگی ہاتھی کے اوس طرف سے گزرنے کا غل ہوا۔ چونکہ ہاتھی اس
 ملک میں ایک نئی چیز تھی اوس محلہ کے لوگ اور نیز اوس کے ہم درس سب اوس کے

دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے لیکن کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا اور حسب دستور کتاب دیکھتا رہا مالک ابن انس نے پوچھا کہ ہاتھی تیرے ملک میں نہیں ہوتا یہ تو کیوں نہیں اوس کو باہر جا کر دیکھتا۔ جواب دیا کہ میں مغرب سے مشرق ہاتھی دیکھنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو دیکھوں اور آپ کی صحبت سے جو میرے ملک کو نصیب نہیں خود بھی فائدہ اٹھاؤں اور اپنے ہموطنوں کو بھی اوس سے مستفید کروں مالک ابن انس کے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ تو اوس ملک کے لئے باعث فخر و مباہات ہے کہ جس میں تجھے ایسا علو ہمت و بلند حوصلہ آدمی پیدا ہوا۔

سلطان عبد الرحمن نے ایک مرتبہ اپنے نامور علماء کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ مجھ سے ایک سخت خطا سرزد ہوئی ہے کہ میں رمضان میں من کو محل میں چلا گیا۔ اس کا کفارہ کس طرح ممکن ہے کبھی نے جو اوس وقت علماء کے گروہ میں موجود تھا عرض کی کہ یا امیر اگر تو دو مہینے متواتر روزہ رکھے تو البتہ تیری بخشش کی صورت ہو سکتی ہے۔ حاضرین یہ سن کر خاموش ہو گئے لیکن جب یہ لوگ دربار سے باہر آئے تو بعض نے کبھی سے پوچھا کہ کیا مالک ابن انس نے اس کفارہ کا بدلہ ہی کوئی بتایا ہے یا نہیں۔ جواب دیا کہ معاوضہ ضرور ہے لیکن

اگر مین عبد الرحمن کو اس سخت سزا کا معاوضہ بتا دیتا تو اس کو مکر اور سنی گناہ کے کرنے کی جرات ہوتی اور اب یہ ہے کہ وہ ضرور اپنے کو ہر گناہ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اس پابند شرع پادشاہ کی ہمت کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے یہ یحییٰ کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ جیسا کہ یحییٰ لائق تھا اس کی خوش قسمتی سے اسکو الیق بٹا نصیب ہوا اس کا نام عیسیٰ تھا۔ اس کو صغر سنی سے سیر و حیات اور علماء و فقراء کی صحبت میں بیٹھنے کا بدرجہ غایت شوق تھا۔ بعد تحصیل علم جب یہ ہاندلس واپس آیا تو عبد الرحمن نے عیسیٰ کو شہر قرطبہ قاضی القضاۃ مقرر کیا یحییٰ کے انتقال کے چار سال بعد اس کا ہم درس اور ہم فن ابو مروان عبد الملک ابن حلیب نے بھی انتقال کیا یہ بھی یحییٰ سے کچھ کم مشہور نہ تھا یحییٰ کی ایک نہر تصنیفات جن میں علاوہ اور علوم کے تاریخ اور صرف نوا و رفقہ اور اصول قانون بھی شریک ہیں اس کے دل و دماغ کی قوت اور ذہن کی تیزی کے عمدہ ثبوت ہیں یحییٰ ابن الدیشی نے ۲۳۴ھ میں رحلت کی۔

غرضیکہ عبد الرحمن کی سلطنت میں علم و فضل و کمال کے ایسے فوہا جو ہر جڑے ہوئے تہہ جن کی آب و تاب کے مقابلہ میں الماس و یاقوت معمولی

سلہ یہی ایک بڑا نامی گرامی عالم اس وقت میں تھا۔

پتھر سے بھی کم رتبہ رکھتے تھے ان علماء کی دورانہی اور لیاقت سے بادشاہ
 کی شوکت اور دبدبہ کو اس قدر قوت پہنچی کہ اندلس کے نام سے تمام یورپ میں زلزلہ
 پیدا ہو جاتا تھا اور پھر شاہ اس سلطنت سے اتحاد اور دوستی بڑھانا باعث عزت و فخر تصور کرتا تھا
 عبدالرحمن ثانی بیرونی دشمنوں کے کامل استیصال کے بعد امور ملکی کی
 طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ بعض محکوم عیسائی شریک نفس مفسدہ پر دازن نے ہنگامہ
 برپا کیا اور بالقصد و علانیہ عام راستوں اور عدالتوں میں نقص امن کے مرتکب
 ہونے لگے۔ پادریوں نے جب دیکھا کہ حکومت کے ساتھ ہماری قوت و
 وقعت بھی جاتی رہی ان سے خاموش نہ بیٹھا گیا اور مذہب کی آرٹین عام طور پر
 عیسائیوں کو بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا۔ یہ لوگ شارع عام پر اور بعض اوقات
 دارالقضا میں خاص قاضی کے اجلاس پر مذہب اسلام کی توہین اور حضرت
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت ناسزا اور نامالیم الفاظ استعمال کرتے تھے
 سلطان کی یہ اعلیٰ درجہ کی لیاقت اور خوش تدبیری اور حکام عہد کی روشن
 خیالی۔ ہوشیاری اور نیک نیتی تھی کہ انھوں نے ایسے نازک وقت میں
 تعصب و غیظ و غضب کو اپنے پاس آنے نہیں دیا اور اس فساد کو بلا کشت و خون
 رفع کرنے کی کوشش کی اور ان مغویوں کو تازیانہ اغماض سے ایسی سزا دی

کہ خود ان کے ہم قوم اور ہم مذہبوں نے ان کی حرکات ناشائستہ پر لعنت و ملامت کی اور ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس ہنگامہ عظیم کا بانی مہربانی ایک عیسائی یو لو حبیس نامی تھا جس نے اپنے کو مرد پرہیزگار اور باخدا طاہر کیا تھا۔ اگر عبدالرحمن ثانی سے ذرا سی غلطی ہو جاتی تو یہ پادری ضرور اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاتا۔ اس کے مریدوں میں دو عورتیں بھی تھیں ان میں سے ایک کا نام فلور تھا اس لڑکی کا باپ مسلمان اور ماں عیسائی تھی۔ ماں نے خفیہ طور پر اس لڑکی کو ملقین اپنے مذہب کی کی تھی۔ جب یہ لڑکی سن شعور کو پہنچی تو ماں کے ورغلائے سے بہاگ کر ایک کانونٹ یعنی معبد میں پناہ گیر ہوئی اس کے بہائی نے بمشکل تمام پتہ پا کر قاضی کے سامنے پیش کر دیا لڑکی نے قاضی کے سامنے اسلام کی نہایت جرأت سے توہین کی۔ قاضی نے فوراً اس کو مجنون قرار دیکر جیل خانہ میں قید کر دیا اور اس کو راہ راست پر لانے کی بہت کوشش کی مگر یو لو حبیس کی تعلیم کا اثر اس لڑکی پر ایسا بڑا تھا کہ اپنی نازیبا حرکتوں پر اپنی عدالتی اصرار نے عوام الناس کو ایسا اپنے قبضہ میں کیا تھا کہ ان پر ان باتوں کا

۱۷ مورزان اسپین مصنفہ اسٹانی لینول باب (صفحہ ۸۶)

۱۸ مورزان اسپین مصنفہ اسٹانی لینول باب (صفحہ ۸۳)

کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ سب ان خود غرض پادریوں کو یہ جواب دیتے تھے کہ عربوں کی حکومت سے ہم کو کیا نقصان پہنچا ہے کہ ہم بلاوجہ ہمارا ساتھ دین اور اپنی جانوں اور آزادی کو کھودیں۔ ہم ہر طرح آزاد اور ہماری جان اور مال ہر طرح سے محفوظ ہے عرب ہمارے مذہب میں بالکل دخل نہیں دیتے ہم بالکل مطلق العنان اور خوش حال ہیں صرف حکومت ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ ان فوائد کے عوض محض حکومت کی تنائیں اپنی جان اور مال تلف کر دینا عقل و دانش سے بالکل بعید ہے۔

عبدالرحمن کو علاوہ فتوحات کے ملک کو آراستہ اور اوس کی مالی حالت درست اور عمدہ اصول پر قائم کرنے کا بہت کچھ خیال و شوق تھا۔ نسبت سلاطین سلف کے اس کے عہد حکومت میں ملک بیرونی حملوں اور خانہ جنگیوں سے امن میں رہا۔ ملک سرسبز اور رعایا خوش حال جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندلس کی آمدنی پہلے سے دو چہز ہو گئی عبدالرحمن کی تخت نشینی کے زمانہ میں ٹکس کی آمدنی چھ لاکھ دینار وصول ہوتی تھی اور اب اس کے حسن انتظام سے دس لاکھ دینار تک نوبت پہنچ گئی تھی عبدالرحمن بن معاویہ کے زمانہ میں تین لاکھ دینار بڑے شہروں سے تجارت اور اہل شہر کی مالی حالت کے لحاظ سے

وصول کیے جاتے تھے۔ ہر شخص کو ایک رتم معینہ خزانہ عامرہ میں داخل کرنی پڑتی تھی اور علاوہ اسی ٹکس کے یہودی اور نصاریٰ سے ان کی حیثیت کے موافق جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ یہی طرز اب بھی جاری رہا لیکن کل آمدنی تین حصوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ ایک ثلث فوج پر صرف کی جاتی تھی اور ایک ثلث حکام و عہدہ داران سلطنت وغیرہ کی تنخواہیں اور اخراجات ادا ہوتے تھے۔

بقیہ حصہ آمدنی کا خزانہ عامرہ میں خاص موقعوں مثلاً جنگ وغیرہ کے لیے محفوظ و امانت رکھا جاتا تھا۔ زکوٰۃ مطابق شرع ذریعہ آمدنی کا تھا جو خاص مسلمانوں سے وصول کی جاتی تھی۔ صدقہ۔ زراعت۔ مولیشی اور اسی تجارتی مال سے جو ملک سے برآمد و درآمد ہوتا تھا دو دینار فی صدی بلحاظ قیمت مال لئے جاتے تھے۔ سونا چاندی اور جواہرات جو ہتھیاروں کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ اور گھوڑوں کا ساز و سامان اور کتائبین اور وہ زیور جو شادی کے وقت دلہن کو پہنایا جاتا تھا محصول سے بری تھا لیکن اب بوجہ مصلح ملکی بحری و بری فوجوں کی ترقی پر بادشاہ مجبور ہوا اوس وقت اور ذرائع آمدنی کے ایجاد کرنے پڑے۔

جب کہیں وہ آمدنی جو عیسائیوں اور یہودیوں سے وصول ہوتی تھی بلحاظ ملک کی ترقی اور ضروریات کے لیے ناکافی سمجھی جاتی تھی تو بار ٹکس کا مسلمانوں پر

ڈالاجاتا تھا یہاں تک کہ ان کو غور و نوش کی اشیاء پر بھی محصول دینا پڑتا تھا اور ان نئے محصولوں کا نام المستخلص اور جباہہ رکھا گیا تھا جن کا جملہ حاصل سات لاکھ پینسٹھ ہزار دینار سالانہ ہوتا تھا عبد الرحمن نے بہت کچھ روپیہ محلات اور باغات پر خرچ کیا لیکن ان سب یادگاروں میں سے اسی عہد میں ایک ایسی یادگار قائم ہوئی جس سے عبد الرحمن کی لیاقت اور روشن خیالی ظاہر ہوتی ہے۔ اس نے آب رسانی کا محکمہ قمرطبہ میں جاری کیا اور پانی کے متعدد ذخائر بنا کر نلوں کے ذریعہ سے شہر میں پانی پہنچایا۔ ملک میں پل اور راستے اور ہر بڑے شہروں میں مسجدیں تیار کی گئیں قمرطبہ کی مشہور مسجد یہی بڑی گئی لیکن قبل اس کے کہ مسجد کی تعمیر ختم ہوتی عبد الرحمن نے ۳۳۵ھ میں ۵۲۵ھ میں ۳۱ سال کی حکومت کے بعد انتقال کیا۔

عبد الرحمن کے دو سواولادین تھیں۔ ڈیڑھ سواڑ کے اور باقی لڑکیاں یہ نہایت ہی نیک نیت ہر دل عزیز اور بیدار مغز بادشاہ تھا اس کی عظیم الشان فتوحات کے لحاظ سے رعایا اس کو المنظر کے لقب سے ملقب کرتی تھی قیافہ شائے بے مثل تھا اور کہا کرتا تھا کہ حکومت اور اعزاز کی خواہش ایسے لوگوں کو رہتی ہو جن کو انہی قدر نہیں! اس لئے ایسے لوگ حکومت اور اعزاز حاصل کر نہیں جیتے۔ کامیاب ہوئے تھے ان کا بیعت تھا۔

پایخیم

سلطان محمد اور سلطان منذر۔ اور سلطان عبداللہ کا یکے بعد دیگرے تخت نشین ہونا۔ ان کے زمانہ حکومت کے مختصر حالات۔ عبدالرحمن ثالث کی تخت نشینی۔ حلبیہ اور رنوار اور البیرلیغار عربوں کی شکست۔ عربوں کی فتح۔ اہل یورپ اور عبدالرحمن سے بغاوت۔ سلطان کے بیٹے عبداللہ کا قتل افریقہ پر یغار انتظام مالک محمد دسہ عمارات کا شوق۔ اس کا دربار عبدالرحمن کا انتقال۔

۳۵۲ھ میں عبدالرحمن ثانی کے انتقال کے بعد سلطان محمد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ مثل اپنے باپ کے فتوحات کا اس کو بھی بے انتہا شوق تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے موسیٰ ابن موسیٰ کو سپہ سالار لشکر مقرر کیا اور قسطلہ کی فتح کے لیے بھیجا اور ایک دوسری فوج برشلونہ روانہ کی ہنوز یہ مہم ختم نہ ہونے پائی تھی کہ قسطلہ کے عیسائیوں کی ترغیب سے بادشاہ حلبیہ نے اندلس پر حملہ کیا۔ سلطان نے بذات خود ملیغار کا غم کیا اور وادی السلیطہ

کے کنارے پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مقابلے میں ہیرا اہل طلیطلہ اور اسی قدر جلیقیہ کی فوج تھی۔ سلطان نے چند سوار بطور ہراول عیسائیوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیے اور بقیہ فوج کو ٹیلوں اور درختوں کی آڑ میں پوشیدہ رکھا۔ ہراول کے افسر کو یہ حکم تھا کہ وہ عیسائیوں سے لڑتا ہوا ان کو ان درختوں میں لے آئے جب سوار آگے بڑھے تو بادشاہ جلیقیہ نے انہیں کو پوری فوج سمجھ کر حملہ کا حکم دیا۔ سواروں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ عیسائیوں نے اسٹیل سے کہ عرب بہت تھوڑے ہیں نہایت بے پروائی اور بے تربیتی کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور اسی طرح پسپا کرتے ہوئے چھاڑی کے اندر گھس گئے۔ سلطان ایک بلند مقام پر سے اس جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا جیسے ہی یہ چھاڑی کے قریب پہنچے اس نے فوج کو حکم دیا کہ عیسائیوں پر حملہ کرے۔ عیسائیوں کو اس فوج کا گمان تک نہ تھا اس قدر فوج کے دفعتاً پیدا ہو جانے سے ایسے بدحواس ہوئے کہ کتاب مفت و مت نہ لاسکے اور بہاگ کہڑے ہوئے عربوں نے ہزاروں کو قتل اور ہزاروں کو گرفتار کیا اور جو کچھ مال اون کے ساتھ تھا تمام کمال عربوں کے قبضے میں آیا۔

سلطان نے ۲۴۵ھ اور ۲۴۶ھ اور ۲۴۷ھ ہجری میں عیسائیوں اور باغیوں

پر یلغار کی اور ہر بار منصور و مظفر ہارے۔ ۱۱۵۷ھ ہجری میں اس کے بیٹے المنذر نے
 شاہ افغانز کو شکست دی اور جو مال و متاع اس کے ہاتھ آیا سلطان کی خدمت
 میں پیش کیا۔ اسی سال سلطان محمد نے حلیقہ پر پیر فوج کشی کی اور ملک کو
 تاراج اور ملعون اور شہروں پر قبضہ کرتا ہوا دار الخلافہ واپس آیا۔ غرض کہ اس کی عمر
 اسی قسم کی جنگ اور یلغاروں میں گزری۔ گو یہ بھی مثل اپنے باپ کے قدردان
 اہل علم و کمال کا تھا اور اس نے بھی اپنے دربار میں مشہور علماء مثل ابو عبد اللہ
 القریطی وغیرہ کو جگہ دی لیکن اس کی لڑائیوں نے اس کو اس طرف متوجہ نہ کیا
 موقع نہیں دیا سلطان محمد کے لائق اور بہادر ہونے میں شبہ نہیں لیکن
 بادشاہ میں علاوہ صفت بہادری اور یہی صفات کی ضرورت ہے فی الحقیقت
 اس کے اور اس کے بعد جو دو بادشاہ گزرے ان کے زمانہ حکومت میں کوئی
 نیا ملک دائرہ اسلام میں نہیں آیا۔ یہ زیادہ تر اپنے خود غرض اور خوشامد پسند
 مشیروں کی راہی پر چلتے تھے جن کے ظلم و زیادتی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بغاوت
 پھیل گئی جس کے فرو کرنے میں انکی عمریں گزریں۔ سلطان محمد نے ۱۱۷۳ھ
 مطابق ۱۱۷۷ء میں انتقال کیا اور اسی سال المنذر تخت نشین ہوا اس کا زمانہ بھی
 سرحدی لڑائیوں میں گزرا۔ دلیل یہی تھا کہ جنگ میں اپنی جان تک کی پروا نہ کرتا تھا۔

چنانچہ ۵۷۰ھ کی جنگ میں مارا گیا اس کے انتقال کے بعد اس کا بھائی عبداللہ
 ابن محمد تخت پر بیٹھا اس کا زمانہ حکومت ایک حد تک امن میں گزرا اور گو یہ بھی
 شائقِ علم نہ تھا لیکن اس کے زمانہ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جو تہذیب و
 دنیا کی چوٹی پر بیسی سلطنتوں میں ہمیشہ ہوتا آیا ہے کہ بعض بادشاہ اپنی لیاقت
 و محنت اور جانفشانی سے ملک اپنے قبضہ تصرف میں لائے لیکن ان کے
 بعض کوتاہ عقل اور نا عاقبت اندیش جانشینوں نے اپنے باپ دادا کی
 محنت اور عرق ریزی کی یہ قدر کی کہ نواح اور رنگ اور عیش و آرام کے پتلیں کہ
 ملک کو برباد کر دیا۔ چنانچہ عربوں کی سلطنت اندلس بھی اس مرض سے محفوظ نہ رہی
 اور عبدالرحمن ثانی کے جانشینوں نے کچھ بوجہ نالایقی اور کچھ بوجہ آرام طلبی
 اور انصرام سلطنت نظر انداز کر دیا اور خود غرض اور چرب زبان مذکور جن کے
 پاس سوائے زبانی جمع خراج کے اصلی جوہر نہ تھا ہاتھوں میں ہینس گئے سلطان
 عبداللہ بوجہ تلون مزاجی اس قابل نہ تھا کہ اس نوعمر سلطنت کے اہم امور کا انصرام
 کر سکتا۔ سختی اور نرمی کو ایسے ہیجا موقعون پر کام میں لایا کہ تمام رعایا اس سے بیزار
 اور نالان ہتی یہاں تک کہ رعایا کو اس کے تحت پر سے اوتار دینے کا خیال
 پیدا ہو گیا اس کو ابھی پورے تین سال ہی تخت پر بیٹھے نہ ہوئے تھے کہ اندلسیہ

بہت بڑا حصہ قریب قریب خود مختار ہو گیا۔ سلطنت کا ہر رکن ایک دوسرے کا مخالف بادشاہ میں اتنی لیاقت اور دور اندیشی نہیں کہ سلطنت کے مختلف ارکان سے ان کی اہلیت و قابلیت کے مطابق کام لے ہر عرب اور ہر بربری اور عیسائی نے علانیہ خود مختاری اور خود رانی سے کام لینا شروع کیا غرض اس سخت بد انتظامی اور بادشاہ کی بے انتہا لاپرواہی سے ہر طرف بد نظمی پھیل گئی۔ عیسائی پادریوں نے غل مچایا کہ سلطنت عرب اپنی عمر طبعی کو آہنچھی ہے اور زوال و ادبار کے آثار روز بروز نمایاں ہوتے جاتے ہیں وہ عرب امرا کہ جن کے ہاتھوں پر یہ ملک فتح ہوا تھا اور جن کی آنکھوں میں اب تک عبدالرحمن اعظم اور احکم کے دربار کی شان و شوکت کا سماں پہر رہا تھا بوجہ ناقدر دانی دار الخلافہ چھوڑ کر اپنی اپنی جاگیروں میں خود مختار بن بیٹھے یہاں تک کہ شہر اشبیلیہ قرطبہ کی ہمسری اور برابری کرنی لگا۔ وہ شہر جو اس بد نظمی پر بھی علانیہ بغاوت کی قدرت نہ رکھتے تھے صرف برائے نام عبداللہ کو بادشاہ مانتے تھے دار الخلافہ کی نواح کے باہر جہاں سلطان کی فوج کا اثر نہیں پڑتا تھا کوئی شہر یا صوبہ ایسا نہ تھا کہ خاندان امیہ کی حمایت اور زندہ رکھنے پر آمادہ ہو۔

عربوں کی یہ حالت دیکھ کر قوم بربر کے قول و فعل سے ہی بغاوت اور خود مختاری

کے آثار آشکارا ہوتے جاتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے پرتغال کے جنوب کی
 طرف جو صوبہ تھا اور اندلسیہ کے مشہور شہر جیان پر قبضہ کر لیا اور ان کے
 سرکردہ موسیٰ اور اس کے تین بیٹوں نے جو فتنہ انگیزی اور بد معاشی میں اپنے
 آپ نظیر تھے ملک کو تباہ و تاراج اور لوٹنا شروع کر دیا وہ عیسائی جو ابھی مسلمان ہوئے
 تھے اور عربوں سے بھی زیادہ قواعد اسلام و شریعت کے پابند تھے اور جو
 ابھی تک شاہی خاندان کے خیر خواہ اور طرفدار سمجھے جاتے تھے دوسروں کی
 دیکھا دیکھی بادشاہ سے مخالفت اور سرکشی کرنے لگے اور ملک کے مغربی حصے کو
 و با بیٹھے۔ وہ عیسائی جو پہاڑوں کی چوٹیوں اور دامنوں میں چھپے ہوئے تھے
 موقع کے منتظر تھے اب باہر نکل کر علانیہ فوجیں جمع کرنے لگے سلطان نے
 بار بار ان سے مقابلہ کیا لیکن ہر بار ناکام رہا۔ عربوں کی حالت زار پر ناز و زبان
 سے یہ کہہ رہا تھا کہ اے اولاد عرب تم یہ نہ سمجھو کہ تمک اس خاندان کا جس نے
 تم کو اور تمہاری اولاد کو پرورش کیا اور وہ تمک جو کہ تمہارے رگ و پے میں اثر
 کر گیا ہے تمہارے یا تمہاری اولاد کے دامنوں کو چھوڑے گا وہ ملک اور دولت
 جس کو تمہارے باپ اور دادا نے خوبنا دیکر جان عزیز کے بدلے خریدایا
 آنا فنا ضائع کر دینا اچھا نہیں بغاوت سے دین و دنیا دونوں نہ کہو اور سرخروئی

حاصل کرنے کے بعد اپنا منہہ کالا نہ کرو اور اپنے آبلو اجداد کے صاف پاک
دامنون کو کورنگی کے دہسے سے بچاؤ۔“

غرض جب عبداللہ نے دیکھا کہ دن بدن ملک کی حالت ابتر ہوتی جاتی
ہے تو اباس نے عیسائیوں سے صلح کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی اسی
سوئی تدبیر سے کہ جس سے اسی کو زک اور نقصان پہونچا۔ شہر طلیطلہ سے
بھی بغاوت کی خبریں پے در پے آئے لیکن نوبت بانجار سید کہ سوامی تخت
اور تلج کے کسی قسم کا سرمایہ باقی نہ رہا لیکن اس شدید مایوسی اور ہراس بلکہ یہ کہنا چاہتے
کہ نزع کی حالت میں اس سلطنت نے خفیف سانسہ لالیا یعنی عربوں کو ملک سے
نکالنے کے قبل ہی عیسائیوں میں باہمی حسد نے زور کیا اور دشمن کے مقابلے
کی عوض خانہ جنگی شروع ہو گئی اور کہیں کہیں خود مختار عرب امرائے اپنے انتظام
اور خوش اسلوبی سے عیسائیوں پر قدیم عرب داسب قائم رکھنے کی کوشش کی
ان سب میں سہراوردہ ابن حجاج تھا جس نے صوبہ اشبیلیہ کو قرطبہ کا
ہمسلمہ بنادیا اور سلطان کو اپنے ساتھ دو تانہ تعلقات پیدا کرنے پر مجبور کیا اور خود
اپنے کو اس صوبے کا بادشاہ کہا کرتا تھا۔ یہ چونکہ دیرینہ سال مدبر و تجربہ کار آدمی
تھا اس نے اپنی ریاست کو پرانے اصول پر قائم رکھا تھا۔ فوج نہایت باقاعدہ

خزانہ جمو راورد ربار علما و اہل فن اور دانشوروں سے بہراوہ لوگ جو کسی زمانہ میں
دربار شاہی کے رکن اعظم اور دار الخلافہ کی زیب و زینت تھے جن کی تعظیم و تکریم
کے لیے شاہان سلف اوٹھ کھڑے ہوتے تھے وہ اب شہر اشبیلیہ میں
نظر آنے لگے مگر جب ملک سے اتحاد اور قومی عصمت کا خیال جاتا ہے اور ملک چوٹی
چوٹی ریاستوں میں بٹ جائے تو پھر ایک دو کی ترقی کا اثر تمام ملک پر کیونکر
پڑ سکتا ہے جب عربوں کو دار الخلافہ کی ناموس کا خیال نہ رہا اور عیسائی اور مسلمان
دونوں قرطبہ کے لینے کی فکر میں ہوئے تو اب کیا رہ گیا سب کو خیال یہی ہوا
کہ سلطنت ہاتھ سے گئی ملک کی یہ حالت خیر خواہان ریاست کا یہ حال کہ
ہر شخص بجا خود ارادت تحت و تلج ہو نیکاشوق قریب تھا کہ طارق ابن زیاد اور
موسیٰ ابن نصیر کے ہاتھ کا روشن کیا ہوا چراغ جواب ٹٹمار ہاتھا خاموش ہو جائے
سنہلنے کی تمام امیدیں منقطع ہو گئی تھیں کہ قضا و قدر نے چراغ بے وعین کو قدرت
کامیابی کے تیل سے سیراب کیا ایک بارگی تمام ملک میں مشہور ہو گیا کہ سلطان عبداللہ
فی ۳۱۶ھ ع ۹۰۰ء ع ۹۰۰ء کی حکومت کے بعد ملک کو اس تباہ حالت میں
چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا اور عبدالرحمن ثانی بن سلطان محمد سربراہی سلطنت ہوا
اس خبر سے خیر خواہان بنی امیہ کے جان میں جان انی قرطبہ میں خوشی کے

نقارے بجنے لگے بادشاہ کی بیس برس کی عمر جوان بخت اور جوان سال تھا
 اوس وقت قریب کے رشتہ دار اور تاج و تخت کے دعویدار اسی جوان دولت
 کو گھیرے ہوئے تھے اور ملک کی یہ حالت تھی کہ سوائے دارالخلافہ کے
 اور کسی جگہ حکم شاہی کا اثر نہ ہوتا تھا لیکن جس کو خدا بنائے اوس کو کون جکاڑے
 دعویداروں کے دہن پر قدرت کی مہر لگ گئی ہر شخص نے خوشی تمام عبد الرحمن
 کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور دربار میں امر سے پہلے دعویداران سلطنت نے نذر
 پیش کین۔ تکمین و وقار اس کے چہرے سے نمایاں۔ اقبال و کامیابی کا شہ
 اس کی پیشانی پر درخشان۔ سخاوت اور دلیری اس کے اطوار سے آشکار مروت
 و فتوت افعال سے نمودار۔ یہ کیوں اہل قرطبہ امیر و غریب اس پر اپنی جانیں
 نثار نہ کرتے اہل شہر کی نظریں اس بست سالہ لڑکے کی طرف لگی ہوئیں تھیں اور ب
 نہایت مسرت و انبساط کے ساتھ اس کی ترقی اقبال اور کامیابی کی دعائیں
 مانگ رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا طرز حکومت اختیار کرتا ہے۔
 یہ دیکھ چکا تھا کہ اس کے دادا کی تلون مزاجی اور بے موقع سختی اور نرمی سے
 ملک کس حالت کو پہنچ گیا تھا اس نوجوان بادشاہ نے اپنے تخت پر بیٹھے ہی
 فوج کی ترتیب شروع کی اور پہر ایک عام حکم ممالک محروسہ میں اس مضمون کا نافذ کیا کہ

جوشاہی حکم سے ذرا یہی انحراف کرے گا قتل کیا جائے گا اور اون امراء اور
عبدہ دارون کو جو باغی ہو کر خود مختاری کا دعویٰ کر رہے تھے حکم دیا کہ فوراً دارین
حاضر ہو کر اپنے اپنے ملک کا حساب پیش کریں۔ یہ غیر ممکن ہے کہ کوئی حصہ
ملک کا کسی کے تصرف میں بلا حکم شاہی رہ سکے فرمان میں جو احکام مندرج تھے
وہ نہایت صاف اور قطعی تھے۔ گو ملک کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص اپنے ملک کا
بادشاہ بنا ہوا تھا لیکن عبدالرحمنؑ ہی اپنی قوم کے عادات اور صفات سے
یورپی طرح واقف تھا یہہ جانتا تھا کہ یہہ موقع ایسا نہیں ہے کہ نرمی سے کام
نکل آئے جرات سے کام لینا چاہئے اور اگر اس پر یہی کام نہ نکلے تو فوج ہی
امداد کے لئے وافر ہونی چاہئے اس کی خوش اقبالی سے بغاوت کا زور بھی
کم ہوتا جاتا تھا وہ لوگ جو اس فساد کے بانی تھے بہت تو مر گئے تھے جو باقی تھے
ان کو ضعیفی نے کم قوت و بیکار کر رکھا تھا۔ عام رعایا نے خیال کیا کہ ہم کو گزشتہ
زمانہ طوفان خیر اور حکومت شوراگیر اور انقلابات پر آشوب سے کیا نفع پہونچا۔
عیسائیوں کو گو اس زمانہ کس میہ سہی اور مسلمانوں کی باہمی مخالفت سے نفع پہونچا تھا
اور یہہ لوگ پُر زور اور صاحب جرات ہو گئے تھے بلکہ کچھ ملک بھی ان کے قبضہ
میں آ گیا تھا تاہم یہہ دیکھتے تھے کہ مسلمان اوسی طرح اندلس میں موجود اور حکمران ہیں۔

عربوں کو عیسائیوں کا یہہ زور اور اپنی یہہ حالت کب گوارا ہو سکتی تھی۔ ادنیٰ اور اعلیٰ کی یہی خواہش ہوئی اور اسی میں اپنی یہہودی دیکھی کہ سلطان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے تاکہ وہ عزت و آبرو اور وہ مال و دولت جو ان کے آباء اجداد نے پسینہ کی جگہ اپنا خون گرا کر حاصل کی تھی مخالفوں کی دست برد سختیوں سے غرض کہ امرائے عرب کے تصفیہ کے بعد اب عبد الرحمن نے عیسائیوں کی طرف عنان توجہ کو منعطف کیا یہہ نہایت مشکل مہم تھی جہاں صرف شجاعت نہیں بلکہ لیاقت اور تدبیر کو بھی بہت کچھ دخل تھا اس لئے کہ ایک عیسائی ابن حفصون نے موقع پا کر بہت کچھ خزانہ اور لشکر جمع کر لیا تھا اور مع اپنے شرکا کے ایک نہایت مستحکم اور دشوار گزار پہاڑی قلعہ میں پناہ گیر ہوا تھا عبد الرحمن نے جب دیکھا کہ ان چند کونشینوں کا استیصال آسان نہیں اور نیز عیسائی عام طور پر ان کے ہمدرد اور اگر موقع ملے تو انکی مدد کرنے سے بھی باز نہ آئیں گے اس نے نہایت دانشمندی سے بغرض تالیف قلوب علماء عوام الناس پر یہہ ثابت کر دیا کہ عدل اور انصاف کی نظر میں مسلمان اور عیسائی اور یہودی سب درجہ مساوات کا رکھتے ہیں جب عیسائیوں نے یہہ دیکھا کہ سلطان بلا لحاظ قوم و ملت عدل پر آمادہ اور رعایا کے حقوق کا نگہ ران ہے سب نے ہتھیار رکھ دیئے اور دربار سلطانی میں

حاضر ہو کر عفو خط کے طلبگار ہوئے سلطان نے نہایت دہجائی اور دل دہی کے ساتھ سب کو بکمال خوشی واپس کیا۔ جن عیسائیوں کی جائداد اس طوائف الملوکی میں ضائع ہوئی تھی ان کی امداد شاہی خزانہ سے کی گئی لیکن ابن جفصون مع چند اشرا کے بدستور بغاوت اور جنگ پر آمادہ رہا۔ راتوں کو شہنشاہ مارتاوا لوٹ مار سے شاہی لشکر کو پریشان کر رہا تھا مگر قبول شخصے یک پیری و صید بڑھاپے نے اس کی ہمت اور حرأت کو پست کر دیا تھا صرف ملک اور قوم کی خیر خواہی تھی کہ اس کو لڑا رہی تھی اس ہی اثناء میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے ہمراہیوں نے اپنے کو بے یار و مدار دیکھ کر ہتھیار رکھ دیئے اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ سلطان مع چند سواروں کے قلعہ میں داخل ہوا اور قلعہ کے ایک برج پر کھڑے ہو کر جب اس نے اجمالی نظر چار طرف ڈالی قلعہ کو نہایت مضبوط اور مستحکم پایا اور اس طرح بلا کشت و خون قلعہ کو اپنے قبضہ میں پا کر بخیاں تاسیخ غیبی حالت و جد میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور جن عیسائیوں نے اس کو اس قدر حیران و پریشان کیا تھا سب کو بغیر باز پرس معاف کر دیا اور خود یلغار کر کے راستے کے شہروں کو فتح کرتا ہوا اطلیطلہ پہنچا۔ یہی ایک شہر باقی رہ گیا تھا اس مشہور شہر کا قلعہ وسیع اور دیوارین نہایت مستحکم تھیں لیکن سلطان فتح و نصرت نشان کب ان مشکلات کو خیال میں

لاتا تھا بلا خوف و ہراس اس کی دیواروں کے سایہ میں خمیہ زن ہوا۔
 طلیطلہ وہ شہر تھا کہ جس نے بہادر ترین بہا دروں کی ضرب
 شمشیر کو برداشت اور بہت سے جنگجویان قلعہ شکن کو ناکام و نامراد واپس کیا
 اس کی شان و شوکت کو اسی دے رہی تھی کہ یہ شاہان سلف کا مایہ ناز و فخر
 تھا مگر اب اس کو ایک بادشاہ کے سامنے کہ جس کا یہ دولت و حکومت ترقی
 روز بہ روز ہے تسلیم خم کرنا پڑا۔ ابتدا میں طلیطلہ کی مستحکم دیواروں نے عربوں کے
 متواتر حملوں کو روک دیا۔ عبدالرحمن نے جب دیکھا کہ معمولی تدبیروں سے
 کشایش کا ممکن نہیں اس نے نہایت استقلال کے ساتھ اس ہی شہر کے
 قریب ایک دوسرا شہر موسوم بفتح آباد کیا اور وہیں سے محاصرہ کو بدستور قائم کیا
 ہر طرف کے راستے اور رسد کے ذرائع مسدود و مفقود ہو چکے تھے چند ہی
 روز میں محصورین دست فقر و فاقہ سے ایسے تنگ آئے کہ انجام کار دروازے
 شہر کے کھول دیئے اور اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔

اٹھارہ برس کی تباہی و بربادی کے بعد اب پہر ایک بار تمام ملک اندلس
 خاندان بنی امیہ کے دائرہ حکومت میں آیا اس وقت سلطان نے اپنے طرز
 حکومت کو بالکل بدل دیا اور عرب امرائے جن کی خود غرضی اور سرکشی نے ملک کو

قریب قریب تباہ و ویران ہی کر دیا تھا وہ وسیع اختیارات جو ان کو اس وقت تک حاصل تھے واپس لے لیے کوئی اہم کام سلطان کی بلا اجازت یہ نہیں کر سکتے تھے اور صوبوں میں وہی اختیارات استعمال کر سکتے تھے جو دربار سلطانی سے عطا ہوئے تھے عید الرحمن کی طرز حکومت حسبِ ایل اصول پر قائم تھی۔

(۱) شاہی اقتدارات کو سوائے سلطان کے اور کوئی امیر کام میں نہیں لاسکتا تھا اور تمام اہم امور سلطنت بغیر شاہی اجازت کے کوئی امیر یا وزیر فیصل نہیں کر سکتا تھا۔

(۲) اس نے اوہنین لوگوں کو بڑا یا جو خاص اس سے وابستہ و خیر اندیش تھے تاکہ سازش و عدول حکمی کی بنیاد باقی نہ رہے۔

(۳) پُرانے امرائے عرب جن سے سازش و عدول حکمی کا خوف تھا بسکی اقتدارات صلب اور ان نئے لوگوں کو عطا ہوئے۔

(۴) شاہی رعب و اب قائم رکھنے کی غرض سے اس نے اپنی فوج کی تعداد کو بہت بڑھا دیا تھا اور اپنے غلاموں کا ایک باڈی گارڈ قائم کیا جس میں عیسائی اور مسلمان دونوں شریک تھے یہ وہ فوج تھی جس نے نہایت نازک موقعوں پر سلطان کا ساتھ دیا اور اس خاص فوج کے بڑھانے کی یہ ترکیب ایجاد کی تھی کہ ہر سپاہی کو حسبِ حیثیت جاگیر عطا کی اور یہ حکم دیا کہ وہ اوسے آمدنی سے اپنی فوج تیار

کرے جو بوقت ضرورت شاہی فوج میں شریک کر لی جاتی تھی۔

اس جدید طرز حکمرانی سے بظاہر ملک کو بہت فائدہ پہنچا۔ قدیم امریکی قوتیں توڑ دینے سے فی الحال بغاوت اور سرکشی کا خطرہ جاتا رہا اور نو دولتوں کو عبرت حاصل ہوئی۔

غلاموں کی خاص فوج قائم کرنے سے اور اس کو روز بروز ترقی دینے سے بد معاش اور جبرائیم پیشہ کا نشان تک ملک میں باقی نہیں رہا لیکن اس سخت اور جابرانہ طرز حکومت سے آئندہ چل کر سلطنت کو ایسا نقصان پہنچا کہ جس کا حد و پیمانہ نہیں جیسا انقلابات عظیم کے بعد شخصی سلطنتوں میں ہمیشہ دیکھا گیا ہے۔ اس وقت بھی عرب رعایا جو خود غرض اور ظالم امرائے ہاتھوں جان بلب تھی ایسے با اخلاق رعایا پر وعدے گستر بادشاہ کو دیکھ کر دل و جان سے اس کا ساتھ دینے اور مرنے پر آمادہ ہو گئی لیکن رفتہ رفتہ اس خاص فوج کا حال مثل ترکی کی نی عسکر کا سا ہو گیا اور دن بدن اس قدر ترقی کی کہ آئندہ چل کر یہ فوج جس کو چاہتی تھی بادشاہ بنا دیتی تھی اور جس کو چاہتی تھی تخت سے اتار دیتی تھی۔ اور یہی فوج اس

لہٰذا یہی لفظ ترکی ہے بمعنی نئے کیے ہوئے عسکر یعنی نیا لشکر۔ سلطان محمود ثانی کے زمانہ حکومت تک سلطنت عثمانیہ میں یہی فیوڈل سسٹم یعنی فوجی جاگیروں کا قاعدہ جاری تھا جس سے سلطنت کو ایسا نقصان پہنچا کہ بالآخر سلطان محمود نے اس کو بہت کشت و خون کے بعد سدود کر دیا۔

سلطنت کے بگاڑ کی بانی ہوئی۔

جب ملک اندلس خانہ جنگی کے جھگڑوں سے پاک و صاف اور سلطان کو
اطمینان کامل حاصل ہو گیا تو اب یہ اپنے بیرونی دشمنوں کی طرف متوجہ ہوا اور
اس کو دو قوی بازو دشمنوں کا ایک ہی دفعہ مقابلہ کرنا پڑا شمال کی جانب نصاریٰ
اور جنوب کی جانب بنی فاطمہ جنہوں نے ابھی افریقیہ کے شمالی حصے میں اپنی
حکومت قائم کی تھی اندلس پر حملہ کرنے کے واسطے وقت اور موقع کے
منتظر تھے۔ جو ان کا عالم بحث اقبال یاور۔ فوج و رعایا اپنے دلیر و جنگش اور غریب
پرور پادشاہ پر جان نثاری کے لئے دل سے آمادہ اور وہ خزانے جو بد نظمی کے
زمانہ میں خالی پڑے تھے معمور بھلا یہ کب ان دشمنوں کو خیال میں لانا لیکن
دور اندیشی اس کے خیر میں تھی اس نے فوج کشی سے قبل تدبیر سے کام لیا
اور چند ہی روز میں افریقیہ کی رعایا میں مذہبی فساد کی بنیاد ڈال دی اور خود بیٹھا ہوا
اپنی تدبیر کی تاثیر کا تماشا دیکھتا رہا۔ مذہبی آگ بھلا کسی سے بچہ سکتی تھی جو حاکم اس کو
فر کرنے کی کوشش کرتے تھے وہ کسی نہ کسی فریق کی طرف داری کر بیٹھتے تھے۔
جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آتش فساد زیادہ مشتعل ہوتی تھی۔ ملاؤں کا بیچ میں ڈالنا
حکم کر کے تھا یہ اتنے کہاں کہ مصالح ملکی اور مہمات مملکت کو پیش نظر رکھیں جہاں کسی نے

ان کے فتوہ پر اعتراض کیا یہ فوراً اس کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے
 تھے غرض اس فساد و فاس قد رطول کہنچا اور سلطان نے اپنی لیاقت کے وہ جوہر
 دکھائے کہ بغیر کشت و خون اور خرچ کے ملک برسر اس کے قبضہ میں آگیا
 اور اس نے فوراً فوج کشی کر ہیجک ملک اور سرحد کا انتظام کر لیا۔ شاہان بنی فاطمہ
 اندلس کو لینے کے عوض اپنے ملک کا عمدہ حصہ کہو بیٹھے اور قلعہ سبوطا پر
 خاندان بنی امیہ کا پہرہ برباد و امین لہرانے لگا اس ملک کی آمدنی سے عبدالکریم
 نے دریائی بیڑوں کو ساز و سامان جنگ سے آراستہ کیا بحر متوسط کی حکومت
 جس کو خاندان بنی فاطمہ باعث فخر سمجھتے تھے وہ بھی سواحل افریقہ کے ساتھ
 ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ یوں تو اسلام کے شاہان سلف اور معاصرین
 کو عموماً بحری قوت کے ترقی دینے کا شوق تھا لیکن ملک گیر سی کے شوق و
 ذوق نے سلطان کے دل میں دریائی حکمرانی کا اس درجہ شوق پیدا کیا کہ بہت
 تھوڑے عرصہ میں اس کے جنگی جہاز آبنامی طارق اور بحر متوسط پر حکومت کرنے
 جب تک سلطان اس مہم جنوبی میں مشغول رہا شمالی دشمن کی روک تھام کرتا جا تا تھا
 لیکن اب اس مہم کے اختتام کے بعد عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوا عیسائیوں نے
 جوہر طرچ جنگ کے واسطے آمادہ اور تیار تھے خود پیش قدمی کی یلغار کرتے ہوئے

سرحد اندلس میں داخل ہوئے۔ ہم اس تاریخ کے پہلے حصے میں بیان کر
 آئے ہیں کہ جب عربوں نے جلیقیہ کو فتح کیا تو ایک عیسائی پلیو نامی مع تمس
 ہمراہیوں کے پہاڑوں میں جاگہساہتا اور وہیں عربوں کو ستانے اور اپنی قوم
 کو عربوں کی بغاوت پر آمادہ کرنے کی کوششیں کرتا تھا عرب ان چند گنا ملوئیکو
 ڈاکو اور رہزن تصور کر کے کچھ اعتداء نہ کرتے تھے پلیو نے عربوں کی بڑی دہشت
 پورا فائدہ اٹھایا اور گو یہ خود اپنے دلی مقصود کو نہیں پہنچا لیکن اس کے جانشین
 اس کی وصیت پر ثابت قدم رہے۔ یہ وہی وحشی عیسائی ہیں جو پرتو رشکر
 کے ساتھ پہاڑوں میں پولش رہنے کی عوض جنگ کے لئے پیش قدمی کر رہے
 ہیں اور عربوں کی فوج اور ساز و سامان کو خیال میں نہیں لاتے اشد عین الفانزو
 اردونی نے پلیو کی بیٹی سے شادی کی جس سے پلیو کو دونی قوت حاصل ہوئی
 اس نے الفانزو کی مدد سے اور نیز باغی عیسائیوں کو اپنا معین و مددگار بنا کر
 بڑے بڑے شہروں مثل سمورہ لیون البکیرہ اور سالونیکا وغیرہ پر عربوں کو
 شکستیں دیکر اپنا قبضہ کیا۔ قریب قریب تمام ملک جلیقیہ اور قسطلہ عربوں کے دائرہ
 حکومت سے نکل گیا تھا پہلے پہل عربوں نے ان کو اپنی سرحد میں آنے سے
 روکا لیکن اہل طلیطلہ اور شاہ نوار کی مدد سے یہ لوگ عربوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے

آگے بڑھتے گئے۔ عیسائی مذہبی تعصب نے اندھ بھروسہ ہے تھے۔
 جنگ میں سپاہی اور غیر سپاہی عورتوں اور بچوں میں تمیز نہیں کرتے تھے جو مسلمان
 ان دشمنوں کے سامنے آجاتا تھا اس کو بلا سوال و جواب ملک عدم کا
 راستہ بتا دیتے تھے جن شہروں پر یہ قافلے ہوتے تھے وہاں مسلمان مردوں
 اور عورتوں اور شیرخوار بچوں کے خون سے دریا بہا دیتے تھے جو بچ جاتے
 تھے ان کو جبراً عیسائی مذہب اختیار کرنا یا غلامی کا طوق گردن میں ڈالنا پڑتا تھا
 خلاف اس کے کب کبھی عرب میدان جنگ میں فقیاب یا کسی ملک پر
 قبضہ کرتے تھے تو سوائے ان لوگوں کے جو مردانہ واریت و شمشیر سے ان کے
 سد راہ ہوتے ضعیف اور بچوں کو اور ان لوگوں کو جن کو لڑائی سے کوئی
 تعلق نہ ہوتا تھا گو وہ عیسائی یا کافر کیوں نہ ہوں اپنے علم و فطرت کے سایہ میں بچا
 دیتے تھے۔ جب کبھی انہوں نے کسی شہر کو فتح کیا تو انصاف و رحم دلی اور
 دل جوئی سے رعایا کے دلوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ان کے سامنے
 مسلمان اور نصاریٰ اور یہودی سب برابر تھے گرجا میں ان کی بدستور قائم
 بلکہ عربوں نے یہاں تک کیا کہ یہودی اور نصاریٰ کی حقوق و مذہب کی خطی و لکھی

محکمہ قائم کیا تھا۔ غرض کہ عربوں کے عہد حکومت میں مذہبی تعصب نام کو نہ تھا لیکن باوجود ان تمام باتوں کے بے سیم انقلابات اور بدظنی نے سلطنت کو کمزور کیا اور عیسائیوں کے موقع پا کر زور پکڑا تو ان تمام احسانات سابق کو فراموش کر کے محض مذہبی تعصب اور اختلاف کی وجہ سے یہ وحشیانہ طرز جنگ اختیار کیا اور ہزاروں بے گناہ عورتوں اور بچوں اور اون لوگوں کو جن کو جنگ کے کچھ تعلق ہی نہ تھا قتل کر ڈالا۔ عبدالرحمن بن ہریرے دو سال بھی تخت پر بیٹھے نہ ہوئے تھے کہ اردوئی ناشانی نے اس کے حدود میں آکر ملک اور رعایا کو تباہ کرنا شروع کیا بلکہ دار الخلافہ کے قریب آ پہنچا۔ بادشاہ ابھی تخت نشین ہوا تھا عرب امر اپنے اپنے صوبوں میں خود مختاری کے دعوے کر رہے تھے نہ فوج و سامان اتنا کہ دشمن کو کلیکلہ جواب دیکھے ایسے نازک وقت میں اس نے دشمن کے حملے کو روک دینے پر اکتفا کیا اور سلطنت کے انتظام و انصرام کی طرف دل سے متوجہ ہوا۔ اب یہ وہ وقت ہے کہ سلطان خدا و اقبال کی تائید اور اپنی لیاقت اور جرات کی امداد سے ممالک محروسہ پر پورے طور سے تسلط ہو چکا ہے اور بنی فاطمہ کے تصفیہ کے بعد فوج و سامان سے درست عیسائیوں کے مقابلے

بقیہ صفحہ (۷۹) کے مذہب اور جاہلاد وغیرہ کی حفاظت و نگہبانی کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس کو خطبہ لازم کہتے تھے

کے لئے تیار ہے اس نے فوراً ایک دستہ فوج کا بطور ہراولن عیسائیوں کو سرحد پر روکنے کے لیے بھیجا اس فوج نے یہاں تک کامیابی حاصل کی کہ اپنے سے چوکنی فوج کو یومی ہوئی دشمن کی سرحد میں گھس گئی اور متواتر شکستیں دیکر عیسائی فوج کو منتشر کر دیا۔ ^{۳۳} ہجری میں سلطان نے مکرر فوج روانہ کی لیکن اس مرتبہ شاہ اردوئی نے عربوں کو شکست دی اور عرب منتشر ہو کر میدان سے بڑے افسر فوج نے اس بدنامی سے میدان جنگ میں مرجانا پسند کیا اور شمشیر بھگت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتا ہوا ایک دہشتناک عیسائیوں کے انہوہ کثیر میں در آیا اور شہادت کا درجہ پایا۔ عیسائیوں کا تعصب مذہبی اس واقعہ سے منکشف ہوتا ہے کہ اردوئی دون بہت نے اس آدمی کے سر کو سور کے سر کے ساتھ قلعہ کے دروازے پر نصب کیا۔

لیون اور نوار کے عیسائیوں کا دل اس قدر بڑھا کہ یہ لوگ پہر میدان میں آمو جو د ہوئے لیکن دار الخلافہ کی فوج نے ان کو شکست دیکر واپس کر دیا عبدالرحمن نے دیکھا کہ اس طرز جنگ سے یہ لوگ اپنی فتنہ انگیزی سے باز نہ رہیں گے اور چھوٹی چھوٹی کامیابیوں کو فخر عظیم سمجھیں گے عبدالرحمن نے بذات خود مقابلہ کا عزم کیا اور ^{۳۴} مطابق ^{۹۲} عین اپنے بہادر و تجربہ کار امرا کو ساتھ لیکر

عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔ شاہ اردوئی ثانی بن الفانزوی مدد کے لیے
شاہان فرانس اور ابلشکنس اپنی اپنی فوج لیے میدان میں موجود تھے
سلطان کے میدان جنگ میں موجود ہونے سے ہر امیر اور ہر سپاہی
عجب شوق سے لڑائی کا انتظار کر رہا تھا اور منتظر تھے کہ کب ہم کو اپنے جوہر
سپکری کے دکھانے اور حق نمک ادا کرنے کا موقع ملتا ہے مختصر یہ کہ اسی
سخت جنگ واقع ہوئی کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا عبدالرحمن قلب لشکر میں
کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا اور جہان کہیں اپنی فوج کو کمزور اور ہٹتا ہوا دیکھتا وہاں
اپنی خاص فوج کو لیکر مثلن بجلی کے جاگرتا تھا اور دشمن کی فوج کو درہم درہم کر کے
ریتا ہوا لشکر مخالف کے قلب پر جا پہنچتا تھا عیسائیوں نے اپنی فوج کو سنبھالنے
کی بہت کوشش کی لیکن عربی سواروں کے حملے کو جس سے یہ ہمیشہ خوف زدہ
رہتے تھے روک نہ سکے منتشر اور بدحواس ہو کر بہاگ بکھلے کشتوں کی انتہا نہ تھی جو
گرفتار ہوئے تھے ان کی تعداد ہزاروں تھی۔ سلطان فتح کامل کے بعد وہاں کے
قلعون اور مورچوں کو تباہ اور منہدم کرتا ہوا اپنے دار الخلافہ میں واپس آیا۔
عبدالرحمن کو معلوم تھا کہ اس بے مثل کامیابی سے عیسائیوں کی
امیدوں پر پانی پھر گیا اور اب ان کا سنبھالنا مشکل ہے لیکن مذہبی اور قومی جوش سے

یہ خوب واقف تھا اور سمجھتا تھا کہ جب تک ان کی قوت پورے طور سے ٹوٹ
 نہ جائے گی یہ پہرہ اسی جوش سے مقابلہ ضرور کریں گے لہذا اس نے جنگ
 کے بعد ہی پہرہ فوج و سامان کو درست کرنا شروع کیا اور یہ قصد کر لیا کہ اس قدر
 فوج و سامان اور ہتھیار ہو جانا چاہیے کہ اگر لڑائی کی نوبت آئے تو مکمل تصفیہ
 لڑائی برابر جاری رہے عبدالرحمن ہنوز انتظام میں سرگرم تھا کہ اس کو خبر ہوئی
 کہ اردوئی اور شاہ بنبلونہ نے پہرہ اس کی سرحد میں آکر چڑھتے قلعوں پر قبضہ کر لیا اور
 ملک و رعایا کو تباہ کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۱۳۲ھ میں ہوا جس قدر
 فوج کہ موجود تھی اس کو لیکر عبدالرحمن آگے بڑھا لیکن سابق کی جنگ سے
 اس کا اتنا رعب مخالفین پر چھا گیا تھا کہ اس کی آمد آمد سنتے ہی عیسائی فوج قلعوں کو
 خالی کر کے خائف و ہراسان اپنی اپنی سرحد کی طرف بھاگی سلطان بغیر کسی
 تعرض کے بنبلونہ کے پایہ تخت تک چلا آیا۔ عیسائیوں پر جو خوف کہ طاری ہو چکا
 تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بادشاہ مع فوج اپنے پایہ تخت کو چھوڑ کر
 بھاگ گیا۔ سلطان خدم و جلوس کے ساتھ شہر میں داخل ہوا شہر بیاہ اور قلعوں کو
 منہدم کر دیا۔ اس ملک پر اب قبضہ کر لینا بڑی بات نہ تھی مگر اس کے اقبال کو
 دیکھو کہ ہنوز ایک دشمن کا ملک اس کے قدموں کے نیچے پڑا لرز رہا تھا کہ اس کو

اردوئی ڈالی لیون کے مرنے کی اور اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہو جانے کی خبر پہنچی۔ یہ ہم یون بغیر محنت و مشقت سر ہو گئی۔ سلطان کی خوشی کا کیا پوچھنا تھا وہیں جشن شاہانہ منعقد ہوا اور سلطان و فوج دونوں شادان و فرحان دار الخلافہ کی طرف روانہ ہوئے۔

عبدالرحمن نے شہر قرطبہ پہنچ کر ان فتوحات متواترہ کی یادگاہیں اور نیز اپنی عزیز رعایا کی خواہش اور مذہبی جوش ان کے دلوں میں پیدا کرنے کی غرض سے امیر المومنین اور الناصر الدین اللہ کے خطاب سے اپنے تاج و تخت کو رونق بخشی۔

عبدالرحمن ۱۲۲ھ مطابق ۹۳۳ء میں یغار کر کے نسیلو نہ پہنچا۔ وہ ان کی شہزادی طوطہ نے بغاوت کا ارادہ کیا تھا لیکن بادشاہ کے پہنچنے ہی حاضر ہو کر عفو خطا کی خواستگار ہوئی۔ سلطان نے اس کی خطا کو معاف کیا اور اس کی بیٹی عمرسیہ کو اس ملک کی حکومت بخشی اور خود البیہ ہوتا ہوا دار الخلافہ واپس آیا مگر ۱۲۲ھ میں ملکہ نسیلو نے خلاف معاہدہ عمل کیا جسکی فوراً لٹائی کر دی گئی۔

لہ اس سے قبل اندلس کے بادشاہ امیر یا سلطان کہلاتے تھے اس ہی کے وقت سے یہ خلفائے اندلس کے نام سے مشہور ہوئے لہذا ہم نے بھی یہاں بجائے سلطان کے خلیفہ لکھا ہے۔

عبدالرحمن ملک کے انصرام و انتظام میں مشغول تھا کہ ناگاہ خبر پہونچی کہ لیون میں خانہ جنگی ختم ہو گئی اور رد میر ثانی تخت نشین ہوا۔ یہ شخص نہایت لایق اور شجاع تھا مگر اپنے متعین کی طرح بلکہ ان سے سہ چند متعصب اور عربوں کا دشمن تھا اسی اشار میں احمد ابن اسحق سلطان کا وزیر کسی ننگین جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ یہہ امیہ ابن اسحق صوبہ دایرہ قسطہ کا بھائی تھا۔ جب اس کے قتل کی خبر امیہ کو پہونچی اس نے پاس نکم اور قوم اور مذہب کو بالا طاق رکھا۔ رد میر سے اپنے بادشاہ کے خلاف سازش کی سلطان فوراً فوج لیکر تنبیہ کی غرض سے آیا امیہ میں اتنی قدرت کہاں تھی کہ سلطان کا سامنا کرتا سر قسطہ سے بہاگ کر رد میر سے جالما اور اسپر عربوں کے فوجی راز ظاہر کر دے لیکن عبدالرحمن بلاخون جلیقیہ کے پایہ تخت سمورہ تک چلا آیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا اس کی فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی رد میر اس وقت اپنے پایہ تخت میں موجود نہ تھا اس یورش کی خبر سن کر فوج کثیر کے ساتھ آپہونچا۔ ماہ شوال ۳۲۲ھ میں ۳۹۰ھ عین یہ جنگ الخندق شروع ہوئی شہر سمورہ اور اس کا قلعہ سات ستحکمہ بلند دیواروں سے گہرا ہوا تھا اور ہر دیوار کے بعد ایک نہایت عمیق اور پختہ خندق بنی ہوئی تھی۔ پہلے جو کچھ کہ لڑائیاں میدان میں ہوئیں اون میں عرب ہمیشہ کامیاب رہے

لیکن سورج گہن کے تیسرے روز عیسائیوں نے بہت سخت حملہ کیا عرب ان کو
پسا کرتے ہوئے شہر کی دودیواروں کے اندر گھس گئے مگر خدقون کی وجہ سے
فوج کی ترتیب وقاعدہ باقی نہیں رہا۔ تیسری دیوار کے قریب عرب ہنوز سنبھلنے نہ
پائے تھے کہ عیسائیوں نے ایک دفعہ مڑ کر حملہ کیا اور ان کی مدد کے لیے
وہ فوج جو دیواروں کے پیچھے چھپی ہوئی تھی مثل پانی کے ابل پڑی چار طرف سے
عربوں کو گھیر لیا خدقون میں جو عرب آگئے تھے ان میں سے ایک نہ بچا بیان
کیا جاتا ہے کہ قریب پچاس ہزار عرب کے خدقون میں ڈوب گئے جس زمانہ
سے کہ عربوں نے اس سرزمین میں قدم رکھا اس وقت تک ایسا حادثہ سخت
ان پر نہیں گزرا تھا۔ جو پس ماندہ فوج اس آفت سے بچ کر نہایت بے ترتیبی سے
بھاگی تھی اوس کا تعاقب اگر رومیہ کرتا تو اوس کا قتل اور غارت ہو جانا نہایت
آسان امر تھا لیکن امیہ ابن اسحق نے رومیہ کو تعاقب سے روکا اور یہ خوف
دلایا کہ مبادا عرب جھاڑیوں میں نہ پھپھے ہوں اور اس کی فوج پر پیچھے سے حملہ کر دیتیں
اور یہ فتح مبدل شکست نہ ہو جائے اور جو بے حساب اسباب و دولت کہ عرب
چھوڑ گئے ہیں ہاتھ سے نہ نکل جائے لیکن امیہ نے اب دیکھا کہ اس شکست
کے بعد عبدالرحمن چپ نہ بیٹھے گا بلکہ ایسا بدلے گا کہ پہر شاید کوئی عیسائی اس

ملک میں دکھائی دے۔ اس نے سلطان سے بیچر و الحاح عفو خطا کی درخواست کی۔ خطا بخش عذر نیوش سلطان نے درخواست کو فوراً منظور کر لیا اور اس سیاہ روٹھک حرام نے جس کی وجہ سے ہزار ہا عرب شہید ہوئے تھے اپنے تین بادشاہ کے قدموں پر ڈال دیا۔ اس شکست عظیم اور قتل عام سے خلیفہ ایسا متاثر ہوا کہ پھر اس نے بذات خود فوج کشی نہین کی لیکن ہر سال اپنے فوجی امیر دن کو رد میر کے مقابلہ کے لئے بھیجتا رہا جنہوں نے ایسا بدلہ عیسائیوں سے لیا کہ پھر رد میر کو عربوں کے مقابلے کی جرات نہ ہوئی اور ان متواتر کامیابیوں کا اثر نہ صرف رد میر پر ہوا بلکہ تمام عیسائی قوتیں قریب و دور کی اس قدر متاثر اور خائف ہوئیں کہ ہر بادشاہ نے سفیر عید الرحمن کی دوستی اور رضامندی حاصل کر نیکی غرض سے قرطبہ بھیجے چنانچہ ۳۲۶ھ ۹۴۰ء قسطنطین شہنشاہ قسطنطنیہ نے بیش بہا تحائف بذریعہ سفیر بھیجے خلیفہ نے سفیر کا نہایت اعزاز و احترام کیا شہر کثرت آئینہ بندی اور آرائش سے شل دولہن معلوم ہوتا تھا تمام فوج نئے ساز و اسلحہ سے آراستہ قصر اور دربار کی آراستگی کی تعریف نہین ہو سکتی تھی تحت خلیفہ رونق افروز گرد و پیش شہزادے اور والیان ملک اور ارکان سلطنت دست بستہ حاضر جس وقت سفیر اور اس کے ساتھی سامنے پیش ہوئے تو عرب و داب شاہی

اور دربار کی شان و شوکت دیکھ کر دنگ ہو گئے اور سر جھکائے تخت کے قریب
 آکر اپنے بادشاہ کا نام پیش کیا عبدالرحمن نے علمائے حاضر و دربار کو حکم دیا
 کہ وہ اسلام کی شان و شوکت اور بزرگی اور خلفائی اندلس کی فتوحات بیان کریں
 لیکن حاضرین و دربار کے دلوں پر کچھ ایسا رعب چھا گیا تھا کہ ان مشہور علماء میں سے
 یکے بعد دیگرے ہر شخص نے تقریر شروع کی لیکن دو چار لفظوں سے زیادہ نہ
 کہہ سکے خلیفہ نے یہ دیکھ کر ولیعہد الحکم کے اتالیق ابو علی القالی کی طرف
 اشارہ کیا۔ یہ حال ہی میں عراق سے آئیں آیا اور علم و فضل میں بے نظیر سمجھا جاتا تھا
 مگر اس کو بھی یارامی گویائی نہ ہو ایہہ حالت دیکھ کر منذر ابن سعید اپنے مقام پر
 کھڑا ہوا۔ گو مثل علمائے دیگر کے اس کا علم و فضل اس قدر مشہور نہ تھا لیکن اس نے
 اس خوش اسلوبی اور نہایت شستہ تقریر میں خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اور ایک ایسا
 پُر جوش و جہتہ قصیدہ پڑھا کہ اہل دربار کی زبانوں پر تعریف جاری ہو گئی خلیفہ اس قدر
 خوش ہوا کہ اس کو اسی وقت قاضی القضاۃ کے عہدے سے سرفراز کیا اس دربار
 کے بعد عبدالرحمن نے کئی روز تک سفیروں کی ہمانداری کی اور ہشام بن
 ہزل کو اپنی جانب سے بصریہ سفارت یونانی سفیر کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ کیا اور
 یہ حکم دیا کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی غرض سے ایک معاہدہ

لکھو اے ہشام دو سال کے بعد کامیاب واپس آیا اس کے بعد ذوق
 بادشاہ سلاوینز اور شاہان المان اور فرانس نے یکے بعد دیگرے سفیر
 عبد الرحمن کے پاس بھیجے سلطان ان سب سے نہایت اخلاق اور مروت
 کے ساتھ پیش آیا اور مناسب جوابات و خلعت فاخرہ سے سرفراز فرما کر ان سب کو رخصت کیا
 جب اردوئی اور شاہ پرتگیزی وغیرہ نے دیکھا کہ دور کے بادشاہ
 عبد الرحمن سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنا باعث فخر سمجھا کہ اوس کی خوشامد
 کرنے میں تقدیم کر رہے ہیں امید آمد و شرکت سے بالکل مایوسی ہو گئی جب
 ان کو اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی ناچار اپنے اپنے سفیر دربار سلطانی
 میں روانہ کیے اور استدعا کی کہ ہم لوگوں کا دلی نشانہ یہ ہے کہ ہم خلیفہ کے ظل
 عاطفت میں اپنی عمر بسر کریں جن ملکوں پر ہم اس وقت حکمران ہیں ان کو ہم عطیہ
 سلطانی تصور کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ سلطان ہم کو اپنا مطیع اور فرمان بردار
 سمجھ کر جو فوجیں کہ ہمارے ملکوں کی طرف بھیجی گئی ہیں وہ واپس کر لیا جائیں
 اور جس قسم کا معاہدہ منظور ہو گا وہ لکھ دینے پر ہم بسر و چشم آمادہ ہیں۔ یہاں غرض
 کا دریا بہ رہا تھا صرف عرض کرنے کی دیر تھی کہ خلیفہ نے بحال مراحم خسروانہ و خراج کو
 قبول کیا اور فوجوں کی واپسی کا حکم دیا۔ دوسری وجہ ان بادشاہوں کے مطیع

اور منقاد ہونے کی بظاہر معلوم ہوتی ہے کہ ان ہی دنوں میں اردو نی ثالث
کا انتقال ہوا تھا اور اس کا بھائی شانجہ اوس کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ یہ واقعہ
۱۶۵۳ء ۹۵۵ھ عین ہوا گو نرلیہ حاکم قسطلہ جو اردو نی کے مرنے کے قبل
شانجہ کو اوس کے خلاف مدد دے رہا تھا اب ایک دفعہ شانجہ کو چوڑ کر اردو
نی چہارم کا طرفدار بن گیا اوس لڑکے کو جلیقیہ کے تخت کا مالک قرار دیا اس لڑکے
نے باوجود مغلوں ہونے کے دست ظلم و زیادتی دراز کر رکھا تھا اس خانہ جنگی کا
نتیجہ یہ ہوا کہ شانجہ کو تخت چوڑ کر اپنی نانی طوٹہ ملکہ اربو نیہ کے پاس پناہ لینی پڑی
اردو نی چہارم کو نرلیہ کی مدد سے جلیقیہ کا حاکم بن بیٹھا خلیفہ بھی اپنی تجربہ کار
نظروں سے اس خانہ جنگی کا تماشا دیکھ رہا تھا اور یہ خوب جانتا تھا کہ ان ہی لوگوں کی
درخواست پر اس کو دست اندازی کا موقع ملنے والا ہے یہی ہوا کہ شانجہ کی تباہ
حالت کو دیکھ کر ملکہ سے نہ رہا گیا اور اس نے اپنے زبردست معاون عبدالرحمن
سے امداد کی درخواست کی شانجہ کا موٹا پاعتدال سے بڑھ گیا تھا یہاں تک کہ
نشست و برجاست دشوار ہو گئی تھی چونکہ اوس زمانہ میں قمر طبع علم و فضل کا مرکز
بنا ہوا تھا اور یہاں کے حکماء حاذق دنیا میں مشہور اور اپنے علم و فضل میں منظم
سمجھے جاتے تھے ملکہ نے ایک طبیب کی درخواست کی سلطان نے اپنے صاحب

حکیم کو شانچہ کے علاج کے لیے بھیجا لیکن صلح کی نسبت سلطان نے شرائط معاہدہ میں کسی قدر سختی کی مثلاً ایک شرط یہ تھی کہ چند قلعہ جو نہایت مضبوط اور مشہور تھے وہ خلیفہ کے حوالہ کر دئے جائیں یہ شرط ایسی تھی کہ اس کا منظور کر لینا اور ریاست سے دست بردار ہو جانا کیساں تھا ایسی سخت پریشانی کی حالت میں ملکہ اپنے بیٹے شاہ نوار کے ساتھ عبدالرحمن کے پاس خاص دار الخلافہ میں آئی۔

یہ بہت ہی اخلاق سے پیش آیا اور اس کے حسب مراتب تواضع اور تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا اور بالآخر ازراہ ترجمہ اس کی درخواستوں کو منظور اور جود اس نے چاہی تھی انہیں کسی سخت شرط کے دینے کا وعدہ کیا۔

عبدالرحمن کے مدبرانہ طرز فرمان روائی اور اخلاق عام کا ایسا اثر ہوا کہ جملہ بادشاہان یورپ نے سلسلہ سفارت کا برابر جاری رکھا اور اتحاد باہمی اور بنامی دوستی کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر جتنی اسلامی تاریخین کہ ہماری نظروں سے گزر رہے ہیں ان سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ شوق حکومت اور بغض و عناد نے مسلمانوں کے دلوں میں ایسی جڑیں پکڑیں تھیں کہ جن سے ہر بادشاہ اسلام کو کم و بیش نقصان پہونچا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ مسلمان یہ جانتے تھے کہ ایسا رعایا پر اور بیدار مغربا دشاہ جس نے انکی ڈوبتی ہوئی ناک کو اپنی لیاقت

اور جو انہرمی سے سنبھال لیا اور جس نے اپنی سلطنت کو اس قدر وسیع کیا کہ
 عبدالرحمن اول کے دور کو لوگ بہول گئے نہ ہوا اور نہ ہوگا لیکن پہرہی
 اس کی مخالفت اور اس کو نقصان پہونچانے میں کوئی پہلو اوٹھانہ رکھا ہاں
 ازروئی انصاف اتنا کہدینا ضرور ہے کہ عوام الناس ہمیشہ اپنے بادشاہ کے
 طرفدار اور امر کی مخالفت اور ارکان خاندان شاہی کی خانہ جنگی سے ہمیشہ بری
 اور متنفر رہے ۳۳۹ء مطابق ۹۵۰ء میں ایک فقیہ عبدالباری نامی کے
 ورغلانے سے خلیفہ کے چھوٹے لڑکے شہزادہ عبداللہ نے جو بوجہ پابندی
 صوم و صلوٰۃ الزاہد کے لقب سے مشہور تھا اپنے باپ اور بڑے بہائی
 الحکم دونوں کے قتل کی سازش کی مگر قبل اس کے کہ یہ لوگ اپنے ارادے
 کو پورا کریں اس واقعہ کی اطلاع عبدالرحمن کو پہونچی وہ روز عید النضی کا تھا۔
 خلیفہ نے جو کہ سختی اور نرمی دونوں میں مشہور تھا اسی وقت عبداللہ کو گرفتار کر لیا
 اور عید ہی کے روز اس کو قتل کر ڈالا عبدالباری کو جو اس وقت قید میں
 تھا جب اس واقعہ کی خبر پہونچی تو اس نے فوراً خودکشی کر لی۔

اندلس میں یہم جھگڑے ہو رہے تھے اور افریقہ میں ایسے واقعے
 درپیش ہوئے کہ جن سے عبدالرحمن کو ایک عمدہ موقع اس ملک کی تسخیر کا ملا۔ اس

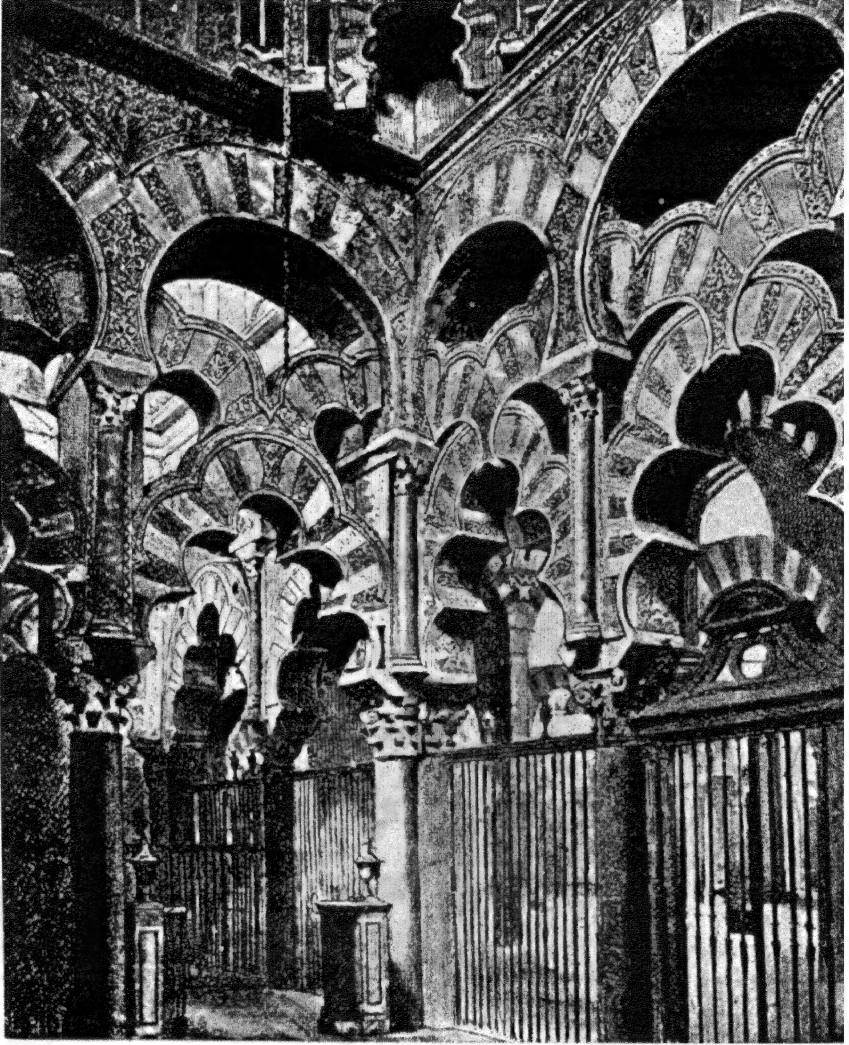
یغارا افریقیہ کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ خاندان بنی فاطمہ افریقیہ کو فتح کرتے ہوئے اندلس کے قریب تک چلا آئے تھے اور چونکہ بنی فاطمہ اور بنی امیہ میں خاندانی مخالفت چلی آتی تھی سو اہل افریقیہ کا مخالفوں کے قبضے میں چلا جانا سخت ناگوار گزرا۔ خلیفہ نے فوراً ایک بیڑا جہازوں کا سامان حرب سے آراستہ بنی اورس اور بنی صالح کی مدد کے لیے بھیجا۔ افریقیہ کی جنگ کا ذکر ہم کچھ اوپر ہی کر آئے ہیں اور یہ بتا آئے ہیں کہ اوس ملک میں مذہبی نزاع پیدا کر کے عبدالرحمن نے کیا فائدہ اٹھایا لیکن سلسلہ قایم رکھنے کی غرض سے اون واقعات کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جن کی ابتدا ۸۳۷ء سے ہوئی۔ اس سنہ میں عبداللہ جس کا مذہب شیعہ تھا ملک افریقیہ کے شرعی حصے کو اپنے دائرہ حکومت میں لایا اور اپنے امیر صالح ابن جالیس کو یحییٰ ابن اورس بادشاہ فاس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ صالح نے یحییٰ کو شکست دیکر شہر فاس کا محاصرہ کر لیا لیکن اوس وقت اس ملک پر پورا قبضہ نہ کر سکا۔ ۸۳۹ء میں اس امیر نے پھر فاس پر حملہ کیا اور یحییٰ ابن اورس گرفتار قتل ہوا لیکن کچھ عرصے کے بعد یحییٰ کے ایک رشتہ دار الحسن نامی نے فاس کو فتح کیا اور بادشاہ بن بیٹا تھوڑے ہی روز میں موسیٰ ابن العافیہ نے جو منجانب شاہان بنی فاطمہ مغربی حصے کا گورنر تھا ۸۴۱ء میں

فاس کو فتح کیا اور الحسن کو قتل کر ڈالا۔ ۳۴۳ھ میں خاندان بنی ادریس نے پہر اس ملک کو سوائے شہر فاس کے فتح کیا تھوڑے زمانے تک خاندان بنی ادریس نے کسی قدر بے فکری سے حکومت کی مگر ابو العیش احمد کے عہد حکومت میں بنی فاطمہ نے اس پر اتنے حملے کئے کہ اس نے بحالت مجبوری عبدالرحمن سے مدد کی درخواست کی اس نے مدد دینے سے قبل قلعجات طنجہ و سوطا یرغمال میں طلب کیے ابو العیش نے ان قلعوں کے دینے سے انکار کیا۔ خلیفہ نے فوراً جہازی بیڑے سواحل افریقہ کی طرف روانہ کیے۔ اور قلعوں پر بحیرہ قبضہ کر لیا جس کا اثر قرب و جوار کے روسا پر یہ ہو کہ یہ لوگ مع ابو العیش کے قرطبہ آئے اور عبدالرحمن کو اپنا سرپرست اور بادشاہ تسلیم کیا خاندان بنی صالح کے لوگ بھی اندلس میں داخل ہوئے اور اس ملک میں بود و باش اختیار کی۔ غرض کہ سلطان عبدالرحمن نے اس تمام افریقہ کے حصے کو فتح کر لیا جو مغرب الاقصیٰ کے نام سے موسوم ہے۔

سلطان عبدالرحمن ثالث کی عمر اب قریب ستر برس کے آہو پختی جو کار نمایان اس سے اس پنجاہ سالہ حکومت میں ظہور میں آئے ان کا مفصل ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں میں برس کی عمر میں یہ اپنے موروثی تخت پر متمکن ہوا تھا یہ وہ

زمانہ تھا کہ سوائے شہر قرطبہ کے اور سب صوبے خود مختار ہو گئے تھے اور
خانہ جنگی کا بازار گرم تھا۔ فراق اور راہزن تمام ملک میں بلاغوت و خطر عایا کے
جان و مال کو تباہ کر رہے تھے۔ اندلس کے جنوب کی جانب مغرب الاقصیٰ
میں خاندان بنی فاطمہ حکومت کر رہے تھے اور اندلس میں داخل ہونے کا موقع
ڈھونڈتے تھے۔ شمال کی جانب عیسائی اندلس کو لینے کی فکر میں تیاریاں
کر رہے تھے۔ ایسی طوائف الملوک کی کے زمانہ میں عبدالرحمن ثالث اپنے
دادا عبدالرحمن اعظم کے قائم کیے ہوئے تخت پر بیٹھا۔ اس کو تخت نشین ہوئے
بیس سال بھی نہ گزرے تھے کہ ملک کے چاروں طرف سے امن و امان کی
ہوا چلنے لگی۔ سختی سیاست سے بد معاشوں کا نام و نشان تک بھی نہ رہا چونکہ امرائے
عرب اور ارکان سلطنت اس زمانہ ملاطمت میں موقع پا کر خود مختار بن بیٹھے تھے ان کی
قوتوں کو توڑنے کی غرض سے اپنے غریب ملازمین کو انہیں کے مساوی خطاباً
اور جاگیریں عطا کیں۔ عیسائیوں کی قوت کو اتنا توڑا کہ شاہنشاہ قسطنطنیہ اور بادشاہ
فرانس و اطلی و جرمن نے نہایت ہی ترک و احتشام کے ساتھ سفارتین
قرطبہ بھیجیں اور خلیفہ اندلس سے اتحاد و دوستی پیدا کرنے کی کوشش کی یورپ
اور افریقہ میں عبدالرحمن کی لیاقت و فراست اور بہادری ضرب المثل ہو گئی تھی

اور اوس کی قدر دانی علم و فن نے ان مشہور لوگوں کو جمع کر لیا تھا جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔
 عبدالرحمن نے مختلف ذرائع آمدنی کے ایجاد کیے تھے۔ چون لاکھ
 اسنی ہزار دینار اصل مالگزاری داخل خزانہ عامہ ہوتے تھے۔ علاوہ اسکی سات لاکھ
 پینسٹھ ہزار دینار مختلف ذرائع سے وصول ہوتے تھے۔ یہ تمام آمدنی
 ملک کی ملک اور رعایا ہی پر خرچ کی جاتی تھی علاوہ اس کے جو روپیہ کہ بطور
 خراج و جزیہ عیسائیوں اور یہودیوں سے وصول ہوتا تھا وہ خاص خزانہ شاہی
 میں داخل کر دیا جاتا تھا اور اس آمدنی کی کوئی تعداد معین نہ تھی نہ کوئی باصابطہ
 حساب اس کا رکھا جاتا تھا اس میں سے ایک ثلث فوج اور اعیان و ملازمان
 سلطنت پر خرچ ہوتا تھا۔ ایک ثلث خاص سلطان کی جیب خاص کے لیے
 مقرر تھا۔ باقی کل رقم عمارات اور پلوں اور ملک کی سڑکوں وغیرہ وغیرہ پر خرچ کی جاتی
 تھی۔ اس کے زمانہ حکومت میں شہر قرطبہ خوبصورتی اور ہر قسم کی آرائش میں اپنا
 نظیر نہیں رکھتا تھا عبدالرحمن کو ہر طرح کی عمارات کا کمال شوق تھا جن کے آثار
 اس وقت تک اس زمانہ کی بے نظیر صنعت و حرفت کو ظاہر کر رہے ہیں قرطبہ
 کی مشہور مسجد اور قصر الزہراء عمارتیں ہیں جو دنیا میں حسن و خوبصورتی اور صنعت معماری
 میں بے مثل و بے عدیل ہیں۔ اس زمانہ جدید میں اگرچہ اہل یورپ ہر چیز میں



مسجد قرطبہ کی محرابین

معاذ اللہ خدا کی کا دعویٰ کرتے ہیں تاہم ان عمارات کو عجوبہ روزگار سمجھتے ہیں
 مسجد کی تعمیر فی الحقیقت عبدالرحمن اعظم کے زمانہ میں شروع ہوئی تھی اور
 ہشام نے اس کو اختتام تک پہنچایا تھا لیکن ان کے بعد ہی ہر بادشاہ
 مسجد کے بڑھانے اور مشین کرنے میں دولت کی پروا نہیں کی۔ اس مسجد کا
 طول شرق سے غرب تک قریب قریب پانچ سو فٹ کے تھا اور اس کی
 خوشنما محرابیں ایک ہزار چار سو سترہ سنگ مرمر کے ستونوں پر قائم تھیں جن پر
 سنہرا کام کیا ہوا تھا۔ محراب اس مسجد کی سات سنگ مرمر کے ستون پر قائم
 اور اس قدر بلند اور خوبصورت تھی کہ صرف اسی کے دیکھنے کے لیے دروازوں
 سے لوگ آتے تھے محراب کے قریب ایک بلند ممبر خالص ہاتی دانت اور
 چھتیس ہزار مختلف رنگ اور وضع کی لکڑی کے ٹکڑوں سے بنا اور ہر قسم کے
 جواہرات سے جڑا ہوا رکھا تھا۔ اس ممبر ہی کی قیمت (۳۵۰/۷۰۵) دینار تھے
 اور سات برس میں جا کر تیار ہوا تھا عبدالرحمن ثالث نے قدیم مناروں کو
 گر کر ایک نیا مینار ایک سو آٹھ فٹ بلند تیار کر لیا جس میں چڑھنا اور ترے کے دو

لے فی دینار تقریباً بیسہ سکہ یا بادکن کے برابر تھا۔ جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب تاریخ عرب میں غیار
 کی قیمت ساڑھے تیرہ ٹلک لکھی ہے۔

زینے تھے اور ہر زینہ میں ایک سو سات سیڑھیاں تھیں اس مسجد میں دس ہزار
 جہاڑ روشنی کے چھوٹے بڑے جلا کرتے تھے جن میں سے تین سب میں
 بڑے جہاڑ خالص چاندی کے اور باقی پتل کے تھے۔ بڑے سے بڑے
 جہاڑ میں ایک ہزار چار سو اسی پیالے روشن ہوتے تھے اور ان میں چاندی
 کے جہاڑوں میں چھتیس سیڑھیاں جلا کرتا تھا تین سو ملازم اور خدام اس مسجد پر متعین
 تھے جو بد قیامی اس عہد میں کمی گئی اوس پر دو لاکھ ایک سو تیس ہزار پانچ سو تین سو تیس خرچ ہوئے
 عبدالرحمن نے علاوہ مسجد مذکور کے قرطبہ سے چار میل کے فاصلے پر
 جبل العروس کے پرنسز اور امین میں ایک رفیع الشان قصر تیار کیا اور اوس کو اپنی
 محبوبہ کنیز الزہرا کے نام سے موسوم کیا یہ اس قدر وسیع عمارت تھی کہ اس کو
 قصر نہیں بلکہ مدینۃ الزہرہ کہتے تھے اور فی الحقیقت یہ ایک چھوٹا شہر تھا جس میں
 علاوہ شاہی مکانات اور متعدد باغات کے ہزاروں ملازمین اور فوج شاہی کے
 لیے علیحدہ عمارتیں تیار کی گئی تھیں اس محل کی وسعت کا صرف اسی سے اندازہ
 ہو سکتا ہے کہ اس کے حدود کی دیواروں میں پندرہ ہزار بلند اور نشیں دروازہ نصب
 جس وقت یہ قصر ایک کروڑ پچاس لاکھ دینار سرخ کی لاگت سے تیار ہوا اور سلطان
 مع الزہرا کے اوس میں رونق افروز ہوا اور دونوں نے اوس مرغزار کو جہر و کون سے



مسجد قرطبہ کی قندیل

دیکھا سائے قصر شاہی سنگ مرمر کی عمارات اور برجوں اور میناروں سے آرتے
 مثل موتی کے دکھائی دیتا تھا اور اس کی پشت پر ایک کوہ سیاہ سر فلک کشیدہ
 اپنا لطف علیحدہ دیر با تھا الزہراء نے جس وقت اس بے نظیر سما کو دیکھا قصور
 سیاہ پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا یا امیر المؤمنین یہ قصر مثل ایک معشوقہ نازنین
 کے ہے جو بصد ناز و انداز اس حبشی کے پہلو میں تکیا ہے عبد الرحمن نے
 یہ جملہ سن کر حکم دیا کہ یہ پہاڑ اسی وقت بیخ و بن سے کہو ڈالا جائے یہ سن کر
 امرا ہی دربار نے خلیفہ سے کہا کہ انسان کی کیا مجال کہ کوہ کو جنبش تک دے سکے
 اس کا اس مقام سے علیحدہ کرنا اوسى خالق حقیقی کے دست قدرت میں ہے
 جس نے اس کو اور ہم کو پیدا کیا۔ اس تمیز سے عبد الرحمن ہی اپنے
 دل میں قایل ہوا اور یہ حکم دیا کہ اس کو فوراً صاف کر کے تہ سے چوٹی تک
 درختہ ہی میوہ دار مثل بادام اور انجیر وغیرہ کے نصب کیے جائیں چنانچہ ایسا ہی
 ہوا اور اس حبشی نے سبز پوشاک زیب بدن کی درختہ ہی میوہ دار نے اپنی خوشبو
 سے اس دشت کو معطر کر دیا طول اس قصر کا تقریباً چار میل اور عرض قریب تین
 میل کے تھا۔ ۳۲۵۔ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی تھی اور پچیس سال میں ختم ہوئی۔
 دس ہزار معمار اور مزدور اور قریب قریب چار ہزار اونٹ اور خچروں کے روزانہ اس کے

بنانے میں کام لیا جاتا تھا۔ قصر چار ہزار تین سو سولہ برجوں اور ستونوں پر چار اقسام کے
 پتھروں مثل سنگ مرمر وغیرہ کے بنے ہوئے تھے قائم تھا ان ستونوں
 میں سے بعض ستون بادشاہان یورپ مثل فرانس اور قسطنطنیہ وغیرہ نے
 تحفۃ عبدالرحمن کو بھیجے تھے باقی خاص اندلس کے معادن کے
 تھے کچھ سنگ مرمر معمار عبداللہ اور حسن ابن محمد اور علی ابن جعفر کی نگرانی
 اور ذریعہ سے افریقہ سے بھی منگایا گیا تھا ان ستون کو اندلس پہنچانے کی
 اجرت دس دینار سرخ فی ستون مقرر کی گئی تھی۔ قصر میں دو فوارے نصب
 کیے گئے تھے۔ ایک جو سب سے بڑا تھا بچرس کا تھا اور بچر اس قدر طبع کیا گیا تھا
 کہ خالص سونے کا معلوم ہوتا تھا اور اس پر نہایت خوشنما انسانی صورتیں بنی ہوئی
 تھیں احمدیونانی اور ربیع پادری اس فوارہ کو قسطنطنیہ سے لائے تھے۔
 چھوٹا فوارہ سنگ سبز کا شام سے منگوا گیا تھا یہ اس قدر خوبصورت تھا کہ خلیفہ
 نے اس کو قصر المونس میں نصب کرنے کا حکم دیا تھا۔ بارہ پرند اور چرند جانوروں کی
 صورتیں مختلف جواہرات اور سونے سے بنی ہوئی اس میں لگائی گئی تھیں اور ہر
 جانور کے منہ اور چونچ میں سے پانی کا فوارہ جاری ہوتا تھا اس فوارے میں کارگر
 نے وہ دستکاری ظاہر کی تھی کہ جن اہل یورپ سیاحوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے

دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ دیکھنا اور سننا تو ایک طرف خواب و خیال کو بھی
 یہاں مجال دخل نہ تھی اس قصر کا ایک حصہ قصر الخلفا بھی قابل دید تھا اس کی
 چہت طلائی بغیش اور سنگ مرمر سے جو ایسا صاف و شفاف تھا کہ دوسری طرف
 کی خیر مثل آئینہ کے نظر آتی تھی بنی ہوئی اور باہر کی جانب سونے اور چاندی کے
 سفالوں سے سجی ہوئی تھی اس کے وسط میں ایک خوبصورت مرصع فوارہ نصب تھا
 جس کے سر پر وہ مشہور موتی جڑا تھا جس کو شہنشاہ یونان نے بطور تحفہ کے
 عبدالرحمن الناصر کو بھیجا تھا۔ سوائے اس فوارہ کے قصر کے بیچ میں ایک
 فوارہ نمطشت پارہ سے لبریز رکھا تھا اس قصر کے گرد آئینہ نہایت خوشنما تاتی دانت
 کے چوکتوں میں جڑے اور مختلف اقسام کی لکڑیوں کے مرصع دروازہ سنگ مرمر
 اور بلوری چوکتوں پر نصب تھے۔ جس وقت یہ دروازے کھول دیے جاتے اور
 آفتاب کی شعاع سے مکان روشن اور منور ہوتا تھا کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ کسی
 چہت اور دیواروں کی طرف نظر ہر کر دیکھ سکے اس حالت میں اگر پارہ ملا دیا جاتا تھا تو
 یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام مکان جنبش میں ہے۔ جو لوگ اس راز سے واقف نہ تھے
 وہ مکان کو فی الحقیقت جنبش میں سمجھ کر بے حد خائف ہوتے تھے۔ اس قصر کے
 انتظام اور نگہبانی کے لئے تیرہ ہزار سات سو پچاس ملازم اور تیس ہزار تین سو بیاسی

غلام قوم نصاریٰ متعین تھے۔ اندر حرم سرا کے چہ ہزار عورتیں خدمتگزاری کے
 لیے حاضر رہا کرتی تھیں۔ جوضون میں روزانہ بارہ ہزار روٹیاں علاوہ اور اشیاء
 کے مچھلیوں کے لیے ڈالی جاتی تھیں۔ غرض مدینۃ الزہرہ بچل شاہی نادر الوجود
 تھا جس کی تعریف سن کر دور سے تماشادوست اور سیاحان جہان آتے تھے اور
 اس کی وسیع سنگ مرمر کی عمارات۔ دربار خاص و عام کی شان و شوکت۔ اس کے
 باغات کا پُر فضا سما جہان ہزار ہا فوارے چھوٹے ہوتے اور نہریں اور حوض بہتے
 پانی سے چلکتے ہوئے۔ سایہ دار درخت نہروں پر سایہ فگن۔ شاخہائے میوہ دار
 میوہ کو جوہے نرین تک جہکی ہوئیں بیکھکچو تماشابو جاتی تھی ہزار ہا لڑکے اور لڑکیاں خوش رو اور
 خوش وضع زرق برق لباس اور زیورین ڈوبی ہوئیں خدمت کے لیے دست بستہ
 حاضر افسران فوج تجربہ کار جنگ آزمودہ فن سپہ گری میں بیکتائی زمانہ۔ امرا و ارکان
 دولت اور علماء وقت اپنی اپنی جگہ پر حاضر۔ یہ قصر کیا تھا خلافت اندلس کی شان
 و شوکت اور عظمت و بزرگی اور رعب داب کا مرکز تھا۔ عربوں نے اپنی صنعت
 حرفت کو اس قصر خیمہ کر دیا تھا اور اس کو اپنی صنعت و حرفت اور شکاری کی
 نمائش گاہ بنا دیا تھا۔ افسوس صدر ہزار افسوس کہ عیسائیوں نے جو اس زمانہ
 میں وحشیوں سے بھی بدتر تھے اس عجبہ روزگار عمارت کا نشان تک باقی نہ رہا

ان کے عناد اور حسد اور مذہبی تعصب نے مسجد و ن کو شہید کیا۔ قبر و ن کو توڑا اور ہڈیاں جو باقی رہ گئیں تھیں ان کو ہوا میں اڑا دیا۔

عبدالرحمن الناصر کے انتقال کے بعد اس کے کاغذات میں ایک پرچہ اس ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا اوس میں ان دنوں کا ذکر تھا جو اس نے اپنے زمانہ حکومت میں آرام اور خوشی کے ساتھ گزارے تھے اور صرف یہ چودہ روز تھے جن میں اس کو اپنی تمام عمر میں عیش و آرام کا موقع ملا تھا۔ خیال کرنا چاہئے کہ یہ کس قدر بلند خیال اور جفاکش بادشاہ تھا جس نے اپنی تمام عمر اور اپنا تمام وقت اپنی سلطنت کے انصرام اور اپنی عزیز رعایا کی خدمت میں صرف کیا۔ اپنے عیش و آرام بلکہ اپنی صحت کی بھی پروا ان امور کے مقابلہ میں نہیں کی۔

عبدالرحمن کو ہرگز منظور نہ تھا کہ کروڑ ہا روپیہ لوازمات شاہی میں خرچ کیا جائے لیکن وہ خوب جانتا تھا کہ بغیر ان باتوں کو اختیار کیے ملک کا متول اور مملکت کی عظمت و جبروت کا کوئی اثر دوسرے معصرا بادشاہوں کے دلوں پر نہیں پڑے گا اس نے محض اپنی سلطنت کی وقعت اور بزرگی کو بڑھانے کی غرض امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا تھا جس کے مستحق حقیقت میں شاہان عباسیہ تھے۔ علم دوست اس قدر تھا کہ اس کے دربار میں وہ علمائے کامل اور حکماء حاذق اور صنائع روزگار

جمع تھے جن کی بزرگداشت یہ اپنا باعث فخر سمجھتا تھا پنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ خلیفہ نے مکان بنانے کی غرض سے ایک مقام کو پسند کیا اور اس کی خریدنی کا حکم دیا۔ اتفاق سے وہ مکان تیم سجون کا نکلا اور یہہ بچے قاضی القضاۃ قاضی منذر البلوطنی کی نگرانی میں تھے قاضی مذکور کو علم فقہ اور حدیث کا مشہور عالم تھا اور عبدالرحمن بوجہ فضل و کمال اس کی دل سے تعظیم کرتا تھا جس وقت قاضی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس نے جائیداد کے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ یتیموں کی جائیداد اس وقت منتقل ہو سکتی ہے جبکہ ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پوری ہو۔ یا تو کوئی سخت ضرورت لاحق ہو یا جائیداد کے تلف ہو جائے یا اندیشہ ہو یا کسی قیمت ملتی ہو کہ جسکے منظور کرنے میں یتیموں کا آئندہ فائدہ متصور رہو فی الحال ان شرائط میں سے کوئی شرط موجود نہیں ہے اور جو قیمت ملا زمان شاہی نے اس جائیداد کی تجویز کی ہے وہ بہت ہی کم ہے خلیفہ نے یہ دیکھا کہ قاضی بغیر قیمت بڑھانے باز نہ آئے گا اور قاضی کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں خلیفہ اس مکان کو جبراً لے لے۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ مکان منہدم کر دیا جائے لیکہ بعد زمین دونی قیمت پر شاہی ملازمان کے ہاتھ فروخت کر دی جس وقت عبدالرحمن کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس نے فوراً قاضی کو طلب کیا اور مکان کے گرا دینے کا سبب پوچھا منذر البلوطنی نے

بلا خوف عرض کیا کہ جس وقت میں نے مکان کے گراٹے کا حکم دیا تھا اس وقت وہ واقعہ یاد آیا جہاں چند غیر آپ میں ایک جہاز کے ذریعہ سے اپنی گزران کرتے تھے لیکن جہاز کو بہت ہی شکستہ حالت میں رکھتے تھے اس لیے کہ اس ملک کے بادشاہ میں یہ برمی عادت تھی کہ جس کے پاس اچھا جہاز دیکھتا تھا جبراً چھین لیتا تھا۔ یہ اشارہ قرآن شریف کی آیت کی طرف تھا عبد الرحمن یہ سن کر خاموش ہو گیا اور اس روز سے قاضی کو اور زیادہ عزیز رکھنے لگا منذ البلوٹی کا انتقال ۱۰۵۳ھ میں ہوا۔ اس کی متعدد مشہور تصانیف علم فقہ اور دلائل فلاسفہ کے رد میں موجود ہیں۔ علاوہ اس کے فن عروض اور شعر سخن میں کمال و سنگاہ رکھتا تھا۔ چنانچہ جو تاریخین مثل الفتح اور حیان وغیرہ ہماری نظروں سے گزری ہیں وہ تمام قاضی کی تعریف سے بہرہ یں علاوہ المند البلوٹی اور بہی علماء اور حکماء جو اس کے دربار کی زیب و زینت تھے ان کے نام نامی یہ ہیں احمد عبد الرحی جس کا قصیدہ موسوم بہ عقد مشہور ہے اور خلف ابن عباسی الظہروی اس کے دربار کا مشہور طبیب اور عبد اللہ ابن یونس المردی اور ابو بکر الزبیدی اور محمد القشاشی اور ابراہیم ابن الشہبانی اس کے وزرائے سلطنت میں موسیٰ ابن جدیر۔ عبد الملک ابن جہور۔ عبد اللہ ابن العلیٰ اور احمد

عبدالملک ابن شہید یہ لوگ مشہور گز رے ہیں آخر الذکر وزیر اس وجہ سے زیادہ تر مشہور ہوا کہ اس نے عبدالرحمن کو لاکھوں روپیہ خرچ کر کے پیش بہا چیزیں دور دور سے منگا کر بطور تحفہ نذر کرانی تھیں۔

ایک روز عبدالرحمن الناصر نے فصد لینے کی غرض سے اپنے طبیب کو طلب کیا۔ طبیب چاہتا تھا کہ نشتر لگائے، دفعتاً ایک مینا اڑتی ہوئی مکان کے اندر آئی اور سونے کے گلہ ستہ پر جو قریب رکھا تھا بیٹھ گئی اور نہایت صاف الفاظ اس شمع کو اس خوش آوازی سے ادا کیا کہ سلطان پٹرک گیا۔

بَا مِيرَ الْمُؤْمِنِينَ	أَيُّهَا الْفَاصِدُ رَفَقًا
فِيهِ مُحْيِي الْعَالَمِينَ	إِنَّمَا تَقْصِدُ عِرْقًا

اور دریافت کیا کہ یہ مینا کسکی ہے۔ قبل اس کے کہ حاضرین میں سے کوئی جواب دے مینا نے خود بیان کیا کہ میں مرجانہ والدہ ولی عہد الحکم مستنصر باللہ کی مینا ہوں عبدالرحمن یہ سن کر اور زیادہ خوش ہوا اور بطور تحفہ اپنی بی بی مرجانہ کو میں ہزار دینار بخشے۔ امیر المؤمنین عبدالرحمن الناصر لدین اللہ ۲۷۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۲۸۰ھ رمضان ۲۷۰ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں اپنے قصر الزہراء میں انتقال کیا۔

۱۷۰ھ فصد کہو لو والے نری سی امیر المؤمنین کی فصد کہو نا اسلئے کہ جس گ پر تو نشتر لگنا پاتا ہوتا ہیکل و سکی جو زندہ کرنا والا عالم ہو گا



الحکمرانی کی تخت نشینی۔ عیسائیوں سے محاربات۔ اردوئی چارم کا قریب آنا سیفرون کا

قریب آنا۔ قسطنطین کی شہزادی کا قریب آنا۔ واقعات افریقہ۔ علم کا شوق۔ کتب خانہ۔ ذاتی حالات اور انتقال

امیر المومنین عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کے انتقال کے دور و بعد تاریخ
 ۵ رمضان المبارک ۳۳۵ھ بم ۹۶۱ء الحکمرانی اپنے موروثی تخت خلافت پر
 جلوس فرما ہوا اور بروز جشن عام تمام فوج زرق برق لباس اور نئے سامان جنگ
 سے آراستہ اس کے خاص رسالہ سونے اور چاندی کے زرہ بکتر پہنے اور شہنشاہ
 جواہر نگار جسم پر لگائے ہوئے موجود۔ یہی سما قابل دید تھا۔ بعد معائنہ فوج الحکم
 نے دربار عام کیا۔ دونوں طرف امرای سلطنت اور ارکان دولت حسب مرتبہ
 جواہر نگار کرسیوں پر ٹھکانے۔ پشت پر ملازمان خاص دریائی جواہرین غرق دست بستہ
 حاضر خلیفہ کے بہائی ابومروان عبداللہ الاصغی اور عبدالعزیز وغیرہ جو دربار
 میں ایک روز قبل سے حاضر نہیں ہوئے تھے ان کو بذریعہ وزیر جعفر ابن عثمان

اور موسیٰ ابن احمد طلب کیا اور حکم دیا کہ یہ لوگ اگر حاضری سے انکار کریں
تو جبراً حاضر کیے جائیں۔ چنانچہ حسب الحکم یہ شہزادے بھی تخت سلطانی کے
جس پر سونے کا چتر سایہ فلکں تھا چپ و راست حاضر تھے۔ قصر شاہی کے
دروازہ سے لیکر دربار تک دونوں طرف جیشیوں کا رسالہ اور سلطان کی خاص
فوج ننگی تلواریں لیے ہوئے صف بستہ کھڑی تھی۔ باہر ٹھکون پر بھی دونوں جانب
فوج با ساز و سامان حاضر تھی۔ الغرض الحکم کے تخت پر جلوس فرماتے ہی پہلے
شاہزادے تخت کے سامنے بڑھے اور خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیکر اطاعت
و فرمانبرداری کا حلف کیا ان کے بعد امرا و مملکت حسب مراتب آگے آتے اور
بیعت کی رسوم ادا کرتے گئے پہر خاص فوج سلطانی نے جان نشاری اور خیر خواہی کا
حلف کیا۔ عوام الناس کے لیے عسلیٰ ابن فطیس دوسرے مکان میں حلف
لینے کے لیے حاضر تھا۔ ان مراسم کے ادا ہونے کے بعد دربار برخواست
ہوا۔ سوائے شہزادوں اور وزیروں کے اور سب کو جانے کی اجازت دی گئی

لہ المقری رسم بیعت کا رواج شام اور بغداد میں بھی تھا گو خلیفہ اپنے حیات اپنا جانشین نامزد کرتا تھا لیکن امرا اور
رعایا کی منظوری لازمی تھی لہذا رسم بیعت سلطنت کے قواعد میں جزو غلط سمجھا جاتی تھی لیکن خاندان شاہی اور امرا سلطنت
کی عید و گری اپنا ہاتھ سلطان کو ہاتھ میں رکھ کر اطاعت جان نشاری کا حلف کرتے تھے اور فوج کی بیعت بذریعہ امرا ہوتی تھی

شہزادوں کو قصر الزہرا میں رہنے کا حکم ہوا۔ الحکم نے اپنے باپ کو وقت کے وزیروں کو اپنی خدمتوں پر بحال رکھا اور جعفر الصقلی کو اپنا حاجب مقرر کیا۔ اس امیر نے ایک رسالہ سو فرانسسی سواروں کا مسلح اور تین سو بیس مختلف اقسام کے زرہ بکتر۔ تین سو خود فولادی اور پچاس خود چوبی۔ تین سو یورپ کی بنی ہوئی تلواریں۔ ایک سو سلطانہ سپہ اور دس زرہ بکتر چاندی کی جن پر طلائی کام کیا ہوا تھا اور اسی قسم کی بیش بہا اشیاء بطور تحفہ پیش کیں۔

سردی عیانی بادشاہوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی خلیفہ انتقال کرتا تھا تو یہ ضرور نئے خلیفہ کے اوایل زمانہ میں سرکشی کرتے تھے اور اگر افسون سازش چل جاتا تھا تو اندلس پر حملہ ہی کر بیٹھتے تھے۔ اپنے اس ہی قاعدہ کے موافق الجلائقہ نے سرحدین داخل ہو کر مسلمانوں کو تکلیف دہنی شروع کی اگر الحکم ان کی تنبیہ و تادیب کے لئے فوراً فوج نہ بھیجتا تھا تو آگے چل کر یہ بڑی فوج سے عربوں کا مقابلہ کرتے۔ جس وقت خلیفہ کو سرحدی واقعہ کی اطلاع ہوئی یہ بذات خود فوج کثیر لیکر حلیقیہ کی طرف روانہ اور فرڈنڈین غند شلب کی ریاست میں داخل ہوا قلعہ شدت اشیتین کو فتح اور منہدم کر کے منظر اور منصور قرطبہ واپس آیا۔ لیکن الجلائقہ نے اس قدر تنبیہ کی

پروانہ کی اور بغاوت کو برابر جاری رکھا حکم نے اپنے پروردہ امیر غالب
 کو فوج دیکر روانہ کیا۔ جس وقت امیر غالب شہر سالم کے قریب پہنچا تو
 اس کو معلوم ہوا کہ عیسائی فوج بہ نسبت اس کی فوج کے تعداد میں کہیں زیادہ
 اور مقابلہ کے لیے تیار ہے غالب نے بغیر امداد طلب کیے ہوئے
 مقابلہ کیا اور شکست فاش عیسائیوں کو دیکر تعاقب کنان فردلند کی ریاست
 کی حدود میں در آیا اور اس ریاست کے ایک بڑے حصہ کو تاراج کرتا ہوا قریب
 واپس آیا۔ ہنوز اس مہم کا تصفیہ نہ ہونے پایا تھا کہ شاخہ ابن رد میر بادشاہ
 البشکنس نے معاہدوں کے خلاف عمل کرنا شروع کیا۔ اور قرب وجوار
 کی عیسائی ریاستوں کو بغاوت اور جنگ کی ترغیب دی حکم کو جب اس سازش
 کی اطلاع ہوئی یعلیٰ بن محمد التیمی حاکم سمرقند کو مع لشکر جبار اس شورش
 و فساد نقض عہد کے انسداد کا حکم دیا شاخہ اس بلا خیر طوفان کو آتے دیکھ کر بادشاہ
 جلیقیہ سے امداد کا خواستگار ہوا۔ بادشاہ مذکور مع اپنی فوج و خزانہ کے شام
 کی طرف روانہ ہوا اور دونوں مل کر عربوں کے مقابلہ کی غرض سے آگے بڑھے
 فوجوں کا مقابلہ شہر قورینہ کے قریب ہوا امیر التیمی ان دونوں کو شکست دیکر
 اطراف و جوانب کے شہروں اور قلعوں وغیرہ کو تاراج کرتا ہوا بہت کچھ مال غنیمت

کے ساتھ دارالخلافہ واپس آیا اسی اثناء میں برشلونہ سے بغاوت کی خبر پہنچی خلیفہ نے اس ہی امیر کو اس بغاوت کے فرو کرنے کے لیے پہرہ روانہ کیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ امیر ہذیل ابن ہاشم اور امیر غالب کو القومس حاکم قسطلہ کی سرکوبی کی غرض سے بھیجا۔ یہہ امراء اپنے اپنے فرائض منصبی کو نہایت حسن و خوبی سے انجام دیتے رہے۔

الحکم کے زمانہ میں جو عظیم الشان فتوحات عربوں کو نصیب ہوئیں اور ک
تذکرون سے تاریخین مہر ہوتی ہیں امیر غالب جس کے نام سے نصاریٰ
کے زہرے آب ہوتے تھے البشکنس کے ملک میں داخل ہوا اور شہر
قلمریہ کو چند روز کے محاصرہ کے بعد فتح اور مسلمانوں سے آباد کیا قائد و شہ
نے شہر قلمریہ پر قبضہ کیا ۵۴۳ھ میں امیر غالب مہم التبت پر مامور کیا گیا اور اس کے
ساتھ دو مشہور جنگ آزمودہ امیر علی بن محمد تجیبی اور قاسم ابن مطرف فی النوا
بھی گئے تھے ان تینوں امیروں نے اس ملک کو فتح کیا اور قلعہ عراج کی حکو

۱۔ انگریزی میں ہونے کا کہتے ہیں (۲) مسیورومی اپنی تاریخ اندلس جلد ۳ باب ۱۱ میں لکھتا ہے کہ قلعہ ہونے کا کہتے ہیں کہ اس کا
انگریزی نام نہیں معلوم ہوا اور نمونہ مذکور کا بیان بلطیناں کے راستے کے المرقی لکھتا ہے کہ حاکم دمشق (ہویہ کا) فرانس کو فتح کیا تھا جس سے
کا ہونے کا کہتے ہیں ثابت نہیں ہوتا (۳) انگریزی میں بلاؤ کہتے ہیں (۴) کوسان پطین کا کہتے ہیں عرب اس کو عراج و شہت لکھتے ہیں و نون کہتے ہیں

نصار می نے توڑ دالا تھا مگر تعمیر کی اسی سال یعنی ۱۲۵۵ء میں مجوسیوں کے جہاز سواحل اندلس پر نمودار ہوئے اور شہر لیبونہ کے قریب اوترگرگرد و نواح کے مقامات کو تباہ و تاراج کرنا شروع کیا لیکن قبل اس کے کہ الحکم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوتی وہیں کے باشندوں نے ان کو ملک سے خارج کر دیا اس واقعہ کی اطلاع جب الحکم کو شہر قرطبہ میں پہونچی یہہ مع فوج کثیر مقام واقعہ کی طرف بذات خود روانہ ہوا۔ یہاں پہونچکر اس نے پہلے ملک سواحل کے استحکام اور مضبوطی کا بند و بست کیا اور متعدد قلعے لب دریا قایم کیے پہر اپنے قائد البحر عبد الرحمن راحس کو حکم دیا کہ ایک بیڑا جنگی جہازوں کا لیکر مجوسیوں کا قیام کرے اگر مل جائیں تو پوری سترادے لیکن امیر البحر کو مقابلہ کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے کہ مختلف مقامات سے جہان مجوسیوں نے جہازوں سے اوترینیکا قصد کیا تھا وہاں کی رعایا نے مارپیٹ کر ایسا بھگایا کہ پہر یہہ لوگ کہیں نظر نہ آئے ان واقعات کے بعد جب سلطان الحکم قرطبہ واپس آیا تو اس کو خبر پہونچی کہ اردون چہارم بن ادولنش بادشاہ حلیقیہ بغرض انقیاد فرمانبرداری حاضر ہوا چاہتا ہے۔ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ خلیفہ عبد الرحمن الناصر نے اردون کو

لے انگریزی میں ان کو نافر کہتے ہیں۔ (۲) بسن یہہ اب پامی تخت ریاست پر تغال کا ہے۔

غاصب ریاست اور شانجہ بن رومیر کے حقوق بمقابلہ اردون مزج بمجھک
شانجہ کو حاکم جلیقیہ بنادیا تھا۔

خلیفہ عبدالرحمن کے مقابلے میں اردون نے اپنے خسر فردولند
غذ شلب قومس قسطلہ سے مدد چاہی تھی لیکن قومس میں اتنی کہاں قدرت
ہتی کہ وہ الناصر کا مقابلہ کرتا اور اپنے داماد کو تخت پر بٹھاتا احکم نے بھی شانجہ
بن رومیر کی طرف داری اور سرپرستی اور جو معاہدہ کہ اس سے خلیفہ سابق فی
کئے تھے اون کو قائم رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا اردون جس وقت اس خبر
سے مطلع ہوا بحالت پریشانی صرف بیس مصاحبون کے ساتھ بغرض اطہار عقیدت
وارادتمندی دار الخلافہ کا عازم ہوا۔ چونکہ ان کے سرحد اندلس میں داخل ہونیکے
اغراض کی اطلاع کسی کو نہ تھی اس لیے جب یہ لوگ مدینہ سالم کے قریب
پہونچے امیر غالب الناصری نے ان کو گون کو آگے بڑھنے سے روکا اور
بغیر اجازت حدود مالک محروسہ میں اس طرح بغیر اطلاع داخل ہونے کی وجہ دریا
کی اردون نے جس وقت امیر غالب کو بذات خود آتے ہوئے دیکھا مع
اپنے ہمراہیوں کے گھوڑے پر سے اوتر پڑا اور امیر کے ہاتھ کو بوسہ دیکر کہا کہ
میں اپنے تین سلطان کا ایک ادنیٰ غلام سمجھتا ہوں اس لیے میں نے باصنا بلطہ

اجازت کی ضرورت نہیں سمجھی اور اب میری دلی خواہش و تمنا یہ ہے کہ مجھ کو اپنے خلیفہ کی دولت قدسوسہی حاصل ہو مگر امیر غالب نے بغیر حکم خلیفہ ان کو اگر بڑھنے کی اجازت نہیں دی اور احکم کو اس واقعہ کی مفصل اطلاع کی۔ سلطان نے اردون کی درخواست کو منظور کیا اور کچھ فوج بغرض استقبال روانہ کی۔ جس وقت اردون قریب دارالخلافہ پہنچا احکم نے امیر ہشام المصحفی کو مع فوج اردون کو شہر میں لانے کے لئے بھیجا امراء فوج کی شان و شوکت اور فوج کی کثرت و آراستگی ہی کو دیکھ کر اردون اور اس کے ہمراہیوں کے حواس باختہ ہو گئے اور نظریات و استعجاب سے یہ اس تماشے کو دیکھتا تھا اور سبب خوف کے ہر امیر کے سامنے کہوڑے سے اوتر کر اس کے ہاتھ بوسہ دیتا تھا۔ غرض جس وقت یہ قصر الزہرا کے باب الجنان کے سامنے پہنچا تو اس نے ایک امیر سے پوچھا کہ خلیفہ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کا مزار کس جگہ ہے جب روضہ بتایا گیا تو یہ فوراً گھوڑے پر سے اوتر پڑا۔ اور ٹوپی کو ہاتھ میں لیے گتھنوں کے بل قبر کے قریب جا کر بہت دیر تک سترنگون رہا اور پھر قصر الناعواۃ کی طرف چلا۔

احکم نے اپنے ملک و سلطنت کی عظمت و بزرگی کا سکھان عیسیٰ بنوئے

دلون پر جانے کی غرض سے ایک عالی شان دربار کے کہ جس کو اس نے تبھہ
 خاص کر ورہاروپہ کے سامان واسباب سے آراستہ کیا تھا انھیں کا حکم دیا
 بروز شنبہ الحکم نے اردون کو باریابی کی اجازت دی اوس روز تمام
 فوج لباس فاخرہ سے آراستہ راستہ کے دونوں جانب صف بستہ ایستادہ۔
 قصر شاہی میں خلیفہ تخت طلا پر جو بیش بہا جواہرات سے مرصع تھا بعد شان و
 شوکت رونق افروز اور سر پر تاج کو ہنگار سایہ نگین۔ سر ریخت کے چپے راست
 شہزادے بکمال ادب کھڑے۔ علماء عصر و امراء سلطنت کا دل اپنی اپنی جگہ پر حاضر
 علماء جو اس دربار میں حاضر تھے اون میں سب سے پہلے نظر مندر بن سعید
 البلوطی جو علوم فقہ و حدیث میں شہور زمانہ اور جو الناصر کے زمانے میں قاضی لقضا
 کے عہدے کو زیب دیتا تھا پڑتی تھی خلیفہ کے تخت پر بیٹھنے کے کچھ دیر بعد اردو
 محمد بن القاسم بن طہیس کے ساتھ دربار میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ
 قرطبہ کے مغرر عیسائی اور اون کا قاضی مع دیگر افسر مثل ولید بن خیر و
 اور عبد اللہ بن قاسم المطران شرف باریابی سے سرفراز ہوئے
 جس وقت اردون قصر شاہی میں داخل ہوا اوس نے دیکھا کہ دو طرف فوج
 مسلح نہایت ہی مہذب و باقاعدہ ایستادہ ہے۔ کثرت فوج کو دیکھ کر حیران کیا

اردون اس عجیب سما کو دیکھتا تھا اور ہر بار صلیب کا نقشہ اشارے سے اپنے سینے پر بناتا ہوا بابا القبتہ تک پہنچا جہاں چند معزز اشخاص اس کے استقبال کیلئے کھڑے تھے گھوڑوں پر سے اترے اور پیادہ پاروانہ ہوئے۔ لیکن اردون اور اوس کے ساتھیوں کو محمد بن طہیس نے اپنے ہمراہ گھوڑوں پر سوار رکھا دار الجندل کے قریب پہنچا کہ یہ دونوں گھوڑوں پر سے اترے اور قصر میں داخل ہوئے اور ایک چبوترے پر کہ جس پر کارچوبی فرشتہ بیٹھا ہوا تھا انتظار حکم خلیفہ عیسائی بٹھا دئے گئے۔ چند لمحوں کے بعد اردون کو اندر آئے کا حکم ہوا یہ مع اپنے ہمراہیوں کے اوس مقام کے قریب پہنچا جہاں احکم تخت پر بیٹھا تھا اس مکان کی شان و شوکت کو دیکھ کر ایسا متحیر ہوا کہ سر پر سے ٹوپی اوتار لی اور کچھ دیر تک سہرہ نہ کھڑا رہا۔ ملازمین نے اس کو آگے بڑھنے کے لئے اشارہ کیا جب یہ قریب تخت کے پہنچا اپنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہو کر نہایت ہی ادب سے زمین کو بوسہ دیا اور پہرے کے بڑھکرا اسی طرح زمین کو بوسہ دیتا ہوا اوس مقام پر پہنچا کہ اوس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ یہاں سے اوس نے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اسی طرح پیچھے ہٹتا ہوا سنہری کرسی پر جا بیٹھا ملازمین کے

۱۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ جن کو رومن کیتھولک کہتے ہیں برکت بھگوان اوص دت حالت استعجاب میں اپنے سونوار سے صلیب کی شکل بنا کرتے

اشارے کے موافق اس کے ہمراہیوں نے بھی یکے بعد دیگرے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اسی طرح پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے بادشاہ اردون کی پشت پر آکھڑے ہوئے رعب سلطانی اور داب شاہی کے اتار ان کے چہروں سے نمایاں تھے ان کی کچھ کھلی کچھ بند ٹٹائی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ کوئی خواہش دیکھ رہے ہیں اردون نے کسی بارولید ابن خیرون کے اشارے پر بولنے کی کوشش کی لیکن ایک حرف بھی اسکی زبان سے نہ نکلا الحکم اس کی یہ حالت دیکھ کر کچھ دیر خاموش رہا تاکہ اس کو اپنے موش و حواس درست کرنے کا موقع ملے اس کے بعد خلیفہ نے اردون کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے اردون ہم تیرے یہاں آنے سے بہت خوش ہوئے اور امید کرتے ہیں کہ تیری خواہشات پوری ہوں گی ہماری اس قدر عنایت و الطاف خسروانہ سب جن کی تجھے امید ہے نہ ہوگی تجھے ثابت ہو گیا ہوگا کہ ہم تیرے سچے دوست ہیں اور نیک رائے اور مشورہ دینے کے لیے ہر وقت موجود ہیں، جب خلیفہ کی اس تقریر کا ترجمہ ولید بن خیرون قاید نصاریٰ نے اردون کو سنایا تو یہاں تک کہ فرط خوشی سے شادی مرگ ہو جائے اس نے فوراً کرسی سے اٹھ کر تخت کے سامنے نہایت ادب سے زمین کو بوسہ دیا اور عجز و انکسار کے ساتھ عرض کیا کہ اے سردار میرے

میں امیر المومنین کا ایک ادنیٰ غلام ہوں جس کی زیارت جلال اور نیز غلظت و تعدی کہ
 مجھ پر گزرا ہے اپنے مالک کے گوش گزار کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں
 خوش نصیب میرے اگر امیر المومنین میری اس درخواست کو قبول فرمائیں اور
 مجھ کو زمرہ غلامان شاہی میں شریک کر کے عزت بخشیں میں جائز درخواستیں لیکر
 صدق دل سے حاضر ہوا ہوں "الحکم نے جواب دیا کہ تم مجھ کو اپنے خیر خواہان دولت
 میں شمار کرتے ہیں اور ہم خوشی تمام تیری ان درخواستوں کو منظور کرتے ہیں۔
 جس سے تیری عزت و آبرو تیرے ہم عصر ہم پلہ رؤسائی نصاریٰ میں زیادہ ہو بیان
 کہ وہ درخواستیں کیا ہیں۔" اس جواب کا ترجمہ شاہ اردو نے سن کر پہر زمین کو
 بوسہ دیا اور دیر تک اسی طرح لہجہ جو دھڑا رہا۔ پہر عرض پر داز ہوا کہ اے امیر المومنین
 اوس واقعہ کے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ جب میرے چچا زاد بھائی شاہ
 نے اسی شہر دار الخلافہ میں حاضر ہو کر خلیفہ الناصر لدین اللہ کو اپنا بادشاہ اور
 اپنا سرپرست گردانا تھا اور اوس زبردست معاون نے فوراً مثل مشہور غلطی
 سابق کے شائبہ کو بے یار و مددگار دیکھ کر اس کی مدد کی تھی لیکن شائبہ نے
 اپنی خواہش سے نہیں بلکہ بوجہ مجبوری امیر المومنین کی اطاعت اور فرمانبرداری
 قبول کی تھی۔ یہ واقعہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اوس کی رعایا نے اوس کی

طرز حکومت اور جابرانہ برتاؤ سے بد دل و متنفر ہو کر مجبواً اپنا بادشاہ بنایا خدا گواہ ہے کہ نہ مجبکو تخت و تاج کی خواہش تھی اور نہ میں نے اس کے حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جب میری رعایا نے تبصرع و زاری مجبکو مجبور کیا تو مجبکو بھی اُلٹی حالت زار پر رحم آیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد جنگ شانچہ کو دار الخلافہ میں پناہ لینی پڑی لیکن سلطان عبدالرحمن الناصر لدین اللہ نے اس کو یہ ریاست واپس دلا دی اور میری سچی خیر خواہی اور فرمانبرداری پر لحاظ نہیں فرمایا میں نے بھی بخوشی تمام خلیفہ کے فیصلہ کو منظور کر لیا اس لیے کہ میں عبدالرحمن کو مثل تیرے اپنا بادشاہ سمجھتا تھا شانچہ بوجہ مجبوری اپنی رعایا کو اپنی حکومت سے ناراض اور اپنے اخراج پر آمادہ پا کر یہاں آیا تھا مگر میں اپنی خواہش دلی و رضائی قلبی سے حاضر ہوا ہوں۔ نہ تو رعایا مجھ سے ناراض اور نہ اخراج کا مجبکو خوف۔ میرے آنے کا منشا یہ ہے کہ میں اپنے کو مع رعایا اور ملک تیرے سپرد کر دوں۔ امید ہے کہ امیر المومنین ہم کو اپنے ظل عاقلیت میں رکھنا منظور فرمائیں گے۔ ”الحکم نے جواب دیا کہ ”ہم نے تیری اس تقریر کو غور سے سنا اور تیرے منشاء و مطلب کو خوب سمجھے۔ اس میں شک نہیں کہ میرے باپ کے زمانے میں شانچہ نے یہاں آکر اطاعت و فرمانبرداری قبول کی تھی لیکن یہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم فیصلہ سابق کو انصاف و

معدلت کے مقابلہ میں بجال رکھیں اگر تیرے حقوق بہ نسبت شانچہ کے ہمو
مرجع معلوم ہوں گے تو ہم ضرورتاً تیری مدد کریں گے اور تیرے ملک کو واپس
ولائین گے اور بذریعہ اپنی سند شاہی کے جھکو اوس ریاست کا حاکم مقرر کریں گے
یہ مردہ جان فراسن کر اردون نے فرط خوشی میں نہایت ادب کے ساتھ
زمین کو بوسہ دیا اور پہر دست بستہ اوس ہی جگہ سر جھکا لے کھڑا رہا۔ خلیفہ نے
دربار کے برخاست کا اشارہ کیا اردون ملازمین کے اشارہ سے اسطرح
پیچھے ہٹتا ہوا دربار کے باہر اوس جگہ آیا جہاں خواجہ سرا وغیرہ اس کو دوسرے
مکان میں لیجانے کے لیے حاضر تھے یہ لوگ اس کو قصر کے اوس مغربی حصہ
کی طرف لے گئے جہاں سے سنہوشاداب باغون کا تماشا دیکھ سکتا تھا۔
اس کے اور اس کے ہمراہیوں کے چہرہ دن سے ظاہر تھا کہ اس نادر اور
غوبصورت اور شین قصر نے اور دربار کی شان و شوکت نے جس سے اس
عظیم الشان سلطنت کا عظمت و جلال ظاہر ہوتا تھا۔ ان کے دلوں پر کس قدر
اثر کیا ہے قبل اس کے کہ اردون بالاخانہ پر پہنچتا یہ ایک مقام سے گزرا
جہاں ایک تخت شاہی جس پر ایک جواہر نگار غلاف پڑا ہوا تھا رکھا ہوا تھا اردون
نے خالی تخت کے سامنے جا کر زمین کو بوسہ دیا اور دیر تک مودب اس طرح

کھڑا رہا جیسے کہ خلیفہ خود اس تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بعد جب یہ اپنی
 قیامگاہ پر آیا تو حاجب جعفر ابن مصحفی نے اس کو اگر کامیابی کی مبارکباد دی
 اور سلطان کی جانب سے ایک خلعت مکلف مع ایک جواہر نگار کمر بند کے عطا کیا جسکو
 دیکھکر ان وحشی سرشتوں کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کے ساتھیوں کو بھی خلعتیں
 فاخرہ سے سرفراز کیا بعد ازاں چند روزان کو اور مہمان رکھا الحکم نے اردون کی
 چرب زبانی اور خوشامد آمیز تقریر پر بہرہ و سہ نہیں کیا اور اس کے بیٹے غریب کو
 یرغمال میں لے لیا تاکہ جو وعدے کہ اس نے کیے تھے انکی تعمیل تکمیل میں پہنچتی نہ رہے
 ادھر تو اردون خوش و خرم اپنے ملک روانہ ہوا اور ادھر شانجہ بن مہمیر
 کو یہ خبر وحشت اثر پہنچی کہ خلیفہ نے اس کے مخالف سے صلح کر لی ہے ایک
 حالت یاس و نومیدی میں اپنے مشیرون کو طلب کیا سب کی یہی رائی ہوئی کہ
 اس وقت عربوں کی مخالفت خلاف دانش ہے بہتر یہی ہے کہ شانجہ ہی اپنے
 سر کو الحکم کے قدموں پر رکھ دے اور وہ وعدے کہ جو عبد الرحمن بن الناصر رضی اللہ عنہ
 نے اس کے ساتھ کیے تھے یاد دلاوے ممکن ہے کہ خلیفہ اس کی درخواست
 منظور کر لے۔ چنانچہ شانجہ نے اپنی اور حلیقیہ اور سمورہ کے قوسین کی جانب سے
 ایک عرصہ امیر المؤمنین کی خدمت میں بائیں مضمون روانہ کیا کہ ہم لوگ خیر خواہان و ملت

بنی اُمیہ بن اور امیر المومنین کو اپنا بادشاہ اور سرپرست سمجھتے ہیں مثل خلفائی سابق کے ہم کو خلیفہ سے ہی یہی امید ہے کہ ہم موروثی خیر خواہوں کو تادم مرگ مدد ملتی رہے گی۔ اس درخواست کو الحکم نے اس شرط سے منظور کیا کہ تمام سرحدی قلعہ منہدم کر دئے جائیں اور اس امر کی احتیاط کی جائے کہ بد معاش عیسائی ممالک محروسہ میں داخل ہو کر مسلمانوں کو پریشان نہ کرنے پائیں۔ شاہ نے اس شرط کو قبول ہی نہیں کیا بلکہ حکم کی فوراً تعمیل کر دی۔

ان واقعات کے بعد ہر شلوانہ اور طرونہ و دیگر ممالک کے بادشاہوں نے بھی سابق کے معاہدوں کی تجدید کی درخواست کی اور بیش بہا تحائف خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیے الحکم نے جواب دیا کہ یہ درخواستیں ہم اسی وقت منظور کریں گے کہ جب تم لوگ مثل دوسرے بادشاہوں کی طرح شلوانہ و طرونہ کی طرف سے (۱) ممالک محروسہ کی سرحد کے قریب جتنے قلعہ قائم کیے گئے ہیں منہدم کر دیں۔ (۲) عیسائی ہماری سرحد میں داخل ہو کر مسلمانوں کو پریشان نہ کرنے پائیں۔ (۳) اگر کوئی عیسائی بادشاہ ہمارے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو تو اس کی مدد کریں۔ (۴) اگر کوئی عیسائی ہمیں جنگ کا قصد کرے تو حتی الامکان اس کو اپنی ارادہ سے باز کریں۔ ان عیسائیوں میں اتنی کہاں بہت تھی کہ وہ ان شرطوں پر کسی قسم کا اعتراض کرتے

شہر اٹھا کو منزلہ حکم کے مان کر فوراً منظور کر لیا۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی غریب
 بن شاخجہ والی البشکنس نے بھی اپنے مذہبی علماء اور قوسین کو بھیجا کہ آئندہ
 اطاعت و فرمانبرداری کا وعدہ کیا۔ باوجود بغاوت سابقہ خلیفہ نے اسکی خطا و کو
 معاف اور اس کی درخواست اور تحائف کو منظور کر لیا۔ القومس لذریق
 ابن بلاشک کی مان بھی قرطبہ بغرض ملاقات آئی احکم نے اس کی بہت
 کچھ خاطر اور مدارات کی اور اس کی خواہشوں کو پورا کیا۔ غرض دور اور قریب کا
 کوئی عیسائی بادشاہ ایسا نہ تھا جس نے خلیفہ اندلس کے ساتھ مراسم دوستی
 اور اتحاد قائم کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

یہاں تو یہہ واقعات پیش تھے لیکن افریقیہ کی حالت دگرگون ہوتی
 جاتی تھی۔ یہہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ابوعلیش کی وفات کے بعد الحسن
 ابن کنون اس کا بھائی یہاں کے تخت پر بیٹھا تھا۔ یہہ خاندان بنی امیہ
 کا مطیع اور خیر خواہ بنارہا یہاں تک کہ خلفائی اندلس کا خطبہ ہی اپنے ملک میں جاری
 کیا تھا اوسے زمانہ میں بلکین بن زیری ابن مناد ایک شہر یا میر نے فوج کثیر
 کے ساتھ مغرب الافصی پر حملہ کیا اور ایک بہت بڑے حصہ ملک کو اپنے
 قبضہ میں کر لیا لیکن بنی امیہ کی حکومت کو چندان ضرر نہیں پہونچا اور نہ اس ملک کی

حالت میں زیادہ تغیر و تبدل واقع ہوا مگر جب معمر ابن اسماعیل تخت بنی فاطمہ
 متمکن ہوا اور اس نے سنا کہ مغرب الاقصیٰ میں بنی امیہ کی قوت روز بروز
 ترقی کرتی جاتی ہے اس نے امیر جوہر کو یورش کا حکم دیا۔ اوس وقت شہر
 طنجہ میں منجانب بنی امیہ لعلی ابن محمد حاکم مقرر تھا امیر جوہر کی یورش کی
 خبر سن کر یہ امیر بھی اوس کے مقابلے کی غرض سے آگے بڑھا اوس جنگ عظیم
 میں جب امیر لعلی ابن محمد نے دیکھا کہ کامیابی کی کوئی امید باقی نہیں اور فوج
 کو شکست مل چکی ہے اس نے تنہا فوج دشمن پر مردانہ وار حملہ کیا اور شہید ہوا
 اس کامیابی کے بعد امیر جوہر نے شہر فاس کو فتح کیا اور حاکم شہر کو قتل کر کے
 ملک کو تاراج کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ جس وقت اس حادثہ عظیم کی اطلاع قرطبہ
 پہنچی مسلمانوں کو بے انتہا رنج ہوا الحکم نے فوراً امین غالب کو اس حکم کے ساتھ
 مع فوج روانہ کیا کہ بغیر ملک فتح کیے اندلس واپس نہ آئے۔ امیر غالبؒ
 میں افریقیہ پہنچا اس کو خبر ملی کہ احسن ابن کنون قلعہ حجر النصر میں موجود ہے
 یہ پہلے وہیں آیا اور قلعہ کو فتح اور احسن کو گرفتار کر کے شہر فاس کی طرف
 متوجہ ہوا جس کو باسانی فتح کر لیا۔ غرض ایک سال کے عرصہ میں اس نے تمام
 ملک پر بنی امیہ کی حکومت قائم کر دی اور سوطا ہوتا ہوا ۳۶۳ھ میں مع قیدیوں کے

اندلس واپس آیا الحکم کی اوس وقت مسرت کا کیا پوچھتا تھا جس وقت یہ
 امیر قریب دار الخلافہ کے پہونچا خلیفہ نے امراء سلطنت کو مع فوج اس کے
 استقبال کے لیے بھیجا اور شہر کے دروازہ کے باہر بذات خود اپنے لائق
 افسر فوج کو لینے گیا۔ خلیفہ مع وزرا اور ارکان دولت کے سر سے پاک مسلح
 سفید گھوڑے پر سوار تھا۔ امیر غالب سبزنگ گھوڑے پر سوار زرہ بکتر فولادی
 پہنے ہوئے سامنے سے نمودار ہوا۔ امیر کے دست راست کی جانب
 الحسن تھا جس وقت ان دونوں نے امیر المؤمنین کو بغرض استقبال
 آتے دیکھا گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا الحکم خندہ
 پیشانی کے ساتھ الحسن سے ملا بلکہ اوسی وقت اوس کی اور اوس کے ساتھ
 تمام قیدیوں کی خطاؤں کو معاف اور ان کو انعام و خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا
 الحکم علم و کمال کا عاشق اور صاحب علم و فن کو بدل عزیز رکھتا تھا۔ لیے
 لوگ بھی دور دور سے اس کی بیدار مغزی اور قدردانی کی تعریف سن کر اندلس
 میں اقامت اختیار کرنے کی غرض سے آتے اور ملازم ہو جاتے تھے۔ چنانچہ
 قلیل عرصہ میں اس کا دربار مشہور علمائے وقت اور مکالمائے عصر سے معمور ہو گیا یہاں
 ہم اس کے دربار کے چند مشہور علماء کا بہت مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں۔

ابوعلی القالی بغدادی جو عبدالرحمن کے زمانہ حکومت میں اندلس آیا تھا نہایت نامی عالم تھا الحکم اس کو اپنے پاس سے ایک دم سہی جدا نہ کرتا تھا اس کی صحبت سے جو کچھ فیض اس کو پہنچا تھا اس پر فخر و ناز کرتا تھا۔ کتاب الابی اس کی معروف تصنیف ہے۔

ابوبکر الازرق خاندان سلمہ بن خلیفہ عبدالملک ابن مروان سے اور اپنے زمانے میں سربر آوردہ عالم تھا۔ ۳۲۳ھ میں قاہرہ سے افریقہ آیا جب یہہ قیروان پہنچا اہل تشیعہ نے جو کہ وہاں حکمران تھے اس کو بجز مذہب بدلنے پر مجبور کیا۔ جب اس نے صاف انکار کیا تو یہہ مہدیہ کے تاریک جیلخانہ میں قید کر دیا گیا جہاں روزانہ روجی اور جسمانی ہر طرح کی تکلیف اس کو پہنچائی جاتی تھی لیکن جب شیعہوں نے اس کو اپنے مذہب پر مضبوط اور ثابت قدم پایا تو ناچار رہا کر دیا۔ بعد رہائی یہہ ۳۲۵ھ میں اندلس آیا اور دار الخلافہ قرطبہ میں قیام پذیر ہوا الحکم نے اس کے علم و کمال کی شہرت سن کر اس کو اپنے علمائی و دربارین جگہ دی ابوبکر ۳۲۹ھ میں بمقام قاہرہ پیدا ہوا اور ماہ ذیقعدہ ۳۲۹ھ میں شہر قرطبہ میں انتقال کیا تھرا بغدادی اپنے زمانہ کا مشہور نام بر آوردہ خوشنویس تھا بغداد سے قرطبہ آیا اور اس ہی کو اپنا وطن بنایا گو اس وقت الحکم کے دربار میں عمدہ سے عمدہ

نوشنویس مثل القیاس ابن عمر الصیتلی اوزیوسف البلوطنی وغیرہ موجود تھے لیکن ثغر کا خط خلیفہ کو اس قدر پسند آیا کہ یہہ نوکر رکھ لیا گیا اور کتابوں کے لکھنے اور نقل کرنے کا کام اس کے سپرد ہوا۔

اسمعیل ابن عبد الرحمن ابن علی القرطبی کا سلسلہ عبد ابن مع سوادہ ام المؤمنین کے بہائی سے ملتا تھا قاہرہ سے اندلس آیا اور شہر اشبیلیہ میں سکونت اختیار کی الحکم نے اس عالم اور مصنف کی بھی بہت قدر کی اور اپنے دربار میں شریک کیا۔

گواندلس کے خلفائے سابق بھی اکثر علم و فن کے بہت قدردان اور ماہر گزرے لیکن الحکم کو علم ادب اور فلسفہ سے ایک خاص مناسبت اور دلچسپی تھی۔ باوجودیکہ اوس زبانہ کے مشہور علماء کو اس نے اپنے گرد جمع کیا تھا لیکن اس کا بھی پاتہ علم اون سے کچھ کم نہ تھا۔ اس نے اندلس کو معدن ہر قسم کے علم و کمال کا بنار کہا تھا کوئی کتاب کسی علم میں ایسی نہ تھی جو اندلس میں نہ ملتی ہو۔ خلیفہ بیدریغ روپیہ خرچ کر کے مصنفین سے کتابیں خرید کرتا تھا اور اپنے ملک میں مشہر کرتا تھا گو وہ مصنف مشرق الاقصیٰ کا رہنے والا کیون نہ ہو لیکن اوس کی تصنیف پہلے اندلس ہی میں شائع ہوتی تھی اور یہیں سے دیگر ممالک میں اشاعت

باقی تھی۔ چنانچہ ابو الفرج اسفہانی کو سفہان اور ابو بکر المالکی کو جس نے
 ابن عبد الحکم کی مشہور کتاب المختصر کی شرح لکھی تھی ایک ہزار دینار سُرُخ
 بھیجے اور ان کی تصانیف منکا بھیجیں۔ سب سے پہلے یہ کتابیں اندلس میں
 شائع کی گئیں۔ مذکورہ بالا مثالیں ہم نے بطور نظیر کے دی ہیں ورنہ کوئی مصنف
 شرق اور غرب میں ایسا نہ تھا جس کو زر کثیر بھیج کر سلطان نے ازراہ قدر دانی بلا
 نہ بھیجا ہو یا اس کی کتاب خرید کر اندلس میں شائع نہ کی ہو اس کے کتب خانے
 میں چار لاکھ کتابیں نفیس اور عمدہ جلدوں سے آراستہ موجود تھیں جن کے ایک مقام
 سے دوسرے مقام منتقل کرنے میں چھ مہینے صرف ہوتے تھے اس کتب خانہ
 کے ساتھ اگر کوئی کتب خانہ ملے گا تو اتنا وہ خاندان عباسیہ کے سلطان الناصر ابن
 مستحقفی بابل کا کتب خانہ تھا اس کتب خانہ کو ہلاکو خان نے تاراج کیا اور
 اندلس کا کتب خانہ اہل بربر کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ کتب خانہ مختلف فنون پر مشتمل
 تھا ہر فن کی کتب کا انتظام ان ہی لوگوں کے سپرد تھا جو اس فن میں کمال مہارت
 رکھتے تھے قاسم ابن ابی صغی اور احمد ابن دہیم اور محمد ابن عبد السلام اور
 زکریا ابن خطاب اور ثابت ابن قاسم کو علاوہ ان کی تباہی و خرابی کی اس کا شہرہ بھی تھا
 الحکم خود علم تاریخ اور علم الرجال اور معدنیات میں کامل دستگاہ رکھتا اور ان

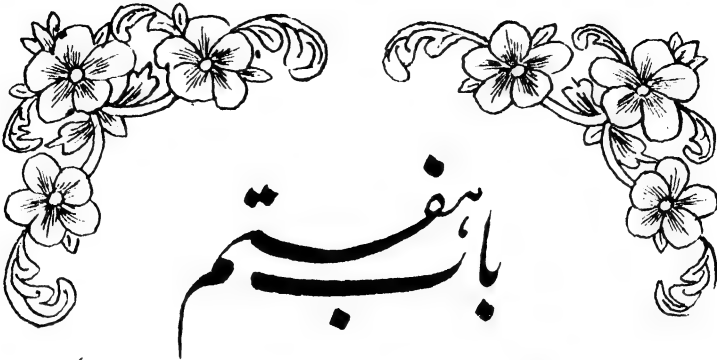
علوم میں یہ اعلیٰ درجہ کا مصنف مانا جاتا تھا اس کے ثبوت کا اندازہ اسی سے
 ہو سکتا ہے کہ اس کے کتب خانہ میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس پر اس کے
 خاص قلم کا حاشیہ نہ ہو۔ علاوہ علمائے مذکورہ بالا کے ابو عبد اللہ محمد ابن عبدون
 العذرمی اس کا ایک خاص طبیب تھا جس نے ایک مدت دراز تک مصر
 میں رہ کر اس فن کو حاصل کیا اور ایسا نامی ہوا کہ دور دور سے لوگ بغرض علاج
 اس کے پاس آتے تھے ابو عبد اللہ محمد ابن مفرج نے علم فقہ اور حدیث
 میں نام پیدا کیا تھا۔ ابن مغیث اور احمد ابن عبد الملک اور ابن ہشام
 القومی اور یوسف ابن ہارون اور ابو الولید یونس اور احمد ابن سعید
 ابن ابراہیم الہمدانی شعرو سخن کی خدائی کا دعویٰ کرتے تھے محمد ابن یوسف
 التاریخی فیہ الورق یعنی کاغذ فروش کے لقب سے بھی مشہور ہے الحکم کے
 حکم سے ایک صحیح تاریخ ملک افریقیہ کی مع جغرافیہ لکھی تھی عیسیٰ ابن محمد الواسطی
 اور ابو عمر احمد ابن فرج اور یعیش ابن سعید ابن محمد ابو عثمان۔ اندلس کے
 نامی مورخ تھے ان علماء اور مصنفین کی تصانیف سے الحکم کا کتب خانہ مزین تھا۔
 الحکم ثانی المستنصر باللہ نہایت ہی رحم دل اور نصف مزاج بادشاہ تھا
 یہہ آخر زمانہ میں کتب بینی اور تالیف و تصنیف کی طرف اس قدر مشغول بلکہ محو ہوا کہ انعام

سلطنت اپنے وزرا اور ارکان دولت پر چھوڑ دیا تھا۔ یہ لوگ حکومت کے شوق
خلیفہ کو بالکل بھیک اور دوسرے اشغال میں مصروف دیکھ کر جو جی چاہتا تھا کر بیٹھتے
تھے۔ آپس کے بغض و حسد نے اہم معاملات کی طرف مثلاً سرحدی انتظام
اور رضا رسائی کی بغاوت کی نگہبانی سے بالکل بے خبر کر رکھا تھا۔ چونکہ عبدالرحمن
نمائش نے اپنے زمانہ حکومت میں وہ عجب عیسائیوں کے دلوں پر جایا تھا جسکا
اثربل زما نے میں زائل نہیں ہو سکتا تھا اسی وجہ سے احکم کے عہد حکومت میں
کوئی ایسا نقص واقع نہیں ہوا جس کا اثر فی الفور ظاہر ہو جاتا لیکن اس کے بعد ان
افسوسناک واقعات کا سلسلہ شروع ہوا جس سے عظیم الشان سلطنت مسلمانوں کی ہاتھوں سے
احکم نہایت پابند مذہب اور شرع آدمی تھا نماز جمعہ ہمیشہ مسجد قرطبہ میں
اپنی رعایا کے ساتھ پڑھا کرتا تھا اور علماء اور حکام عدالت کو تاکید کی حکم دے رکھا
تھا کہ اس کے قلم و دین کسی فرد بشر سے کوئی فعل خلاف شرع سرزد نہ ہونے پائے
بالخصوص شراب پینے والوں اور شراب فروشوں کے لیے سنگین سزائیں مقرر
کی گئیں تھیں۔ کروڑ ہا روپیہ مدارس اور مساجد پر خرچ کیا گیا تھا عام اور سرسبز اور
آبدار خانے اور تجارت گاہیں تمام ممالک محروسہ میں بخرچ سرکاری قائم کی گئیں تھیں۔
رحم دل اس قدر تھا کہ اکثر عدول حکمی سے چشم پوشی کر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ

کہ ابو ابراہیم نامی فقیہ اپنے مکان کے قریب کی مسجد الوعثمان میں جس کا یہ
 امام ہی تھا وعظ بیان کر رہا تھا۔ علماء اور طلباء ہزار ہا آدمی جمع تھے ابو القاسم
 ابن مفرح کا بیان ہے کہ باوجودیکہ مجھ کو ابو ابراہیم کے خیالات سے بہت
 اختلاف تھا لیکن اس روز اتفاقاً میں بھی شریک مجلس وعظ تھا۔ ہم لوگ باد
 خاموش بیٹھے ہوئے سن رہے تھے کہ اتنے میں سلطانی خواجہ سر امجدین
 آیا اور ابو ابراہیم سے نہایت ادب سے سلام کے بعد کہا کہ امیر المومنین نے
 تجھ کو اسی وقت حاضر ہونے کا حکم دیا ہے اور باہر تیرا انتظار کر رہا ہے اس واعظ
 نے جواب دیا کہ میں ضرور امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرتا لیکن تو خود دیکھ رہا ہے
 کہ میں خانہ خدا میں اپنے معبود برحق کے کام میں مشغول ہوں جب تک کہ میں یہاں
 فراغت حاصل نہ کروں گا دربار میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ تو یہی جا کر امیر المومنین کی خدمت
 میں عرض کر دے۔ یہ کہہ کر ابو ابراہیم نے پہر وعظ شروع کر دیا خواجہ سر اس نہایت متعجب
 ہوا اور ڈرتے ڈرتے خلیفہ کو یہ جواب پہنچایا۔ اور پہر مسجد میں آکر ابو ابراہیم سے کہا
 کہ امیر المومنین نے بعد سلام یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ تو
 خدا کے کام میں بدل مصروف ہے۔ بعد ختم وعظ دربار میں حاضر ہوا ابو ابراہیم
 نے جواب دیا کہ بوجہ کبرسنی نہ میں پیدل چلنے کی طاقت رکھتا ہوں اور نہ گھوڑے پر

بیٹھ سکتا ہوں باب السدۃ تک آنا محال ہے لیکن باب الصنع اس مسجد سے
 قریب ہے اگر امیر المؤمنین بمرحوم خضر واندہ اس کے کہوئے کا حکم دین تو میں بلا تکلیف
 جسمانی دربار میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ خواجہ سرا نے یہ جواب بھی خلیفہ کو پہنچایا اور
 اگر کہا کہ امیر المؤمنین نے تیرے حسب استدعا اسی دروازے کے کہوئے کا حکم دیا
 ہے۔ یہ کہہ کر خواجہ سرا وہاں بیٹھ گیا ابوالبراہیم نے باطنیان تمام اپنے وقت
 مقررہ پر وعظ کو ختم کیا اور خواجہ سرا کے ساتھ دربار میں حاضر ہوا اور پھر اسی دروازے
 سے اپنے گھر واپس آیا ابوالقاسم اسی سلسلے میں مقرر ہے کہ باب الصنع کو جو
 ہمیشہ بند رہتا تھا اور خاص خاص موقعوں پر کھولا جاتا تھا اسی شب کو کھلا دیکھا تھا
 جہاں شاہی ملازمین ابوالبراہیم کے انتظار میں کھڑے تھے۔ الحکم ثانی
 المستنصر باللہ ۳۸۶ھ میں پیدا ہوا اور ۳۶۶ھ ۹۷۶ھ میں ۹۷۶ھ میں ۳۶۶ھ میں ۳۸۶ھ میں
 عمر میں انتقال کیا۔





ہشام ثمانی کی تخت نشینی۔ المیہ کا قتل۔ جعفر بن عثمان المصنفی۔ المنصور اور اس کی
سازشیں۔ اس کا انتظام مملکت۔ نصاریٰ کے ساتھ جنگ۔ زبیری ابن نہا
ہشام اور علم و فن۔ عبد الملک ابن منصور۔ عبد الرحمن بن المنصور۔

الحکم نے انتقال سے قبل اپنی جانشینی کے لیے ہشام کا انتخاب کیا تھا
جس کی عمر اس کے انتقال کے وقت تقریباً گیارہ برس کی تھی۔ خلیفہ کی مدت
سے دلی خواہش یہی تھی کہ ہشام اس کے بعد تخت و تاج کا وارث سمجھا جائے
لیکن اس کی کم سنی اور ناتجربہ کاری کے باعث اس پر ایک طرح کی مایوسی
چھا گئی تھی۔ بعد غور و تامل الحکم نے اپنے انتقال سے چند ماہ قبل اپنے تمام
امرائی دولت اور ارکان سلطنت کو جمع کیا اور ان سب سے حلفی وعدہ لیا کہ
بعد اس کے یہ لوگ ہشام کی اطاعت و فرمان برداری سے منحرف نہ ہوں
حلف نامہ پر ان سب کی دستخطیں لیکر عجب المصنفی اور معتد سلطنت محمد بن ابی عامر

کو اپنی زوجہ سلطانہ صبح کی نگرانی میں جو نہایت لائق اور سجدار عورت تھی ہشام
 کا اتالیق مقرر کیا پس الحکم کی اس نصیحت کے موافق ہشام ثانی المودید باللہ
 ۳۶۶ھ مطابق ۹۷۶ء میں اپنے موروثی تخت پر بیٹھا لیکن جس وقت الحکم
 جان بحق تسلیم ہوا بعض بعض ملازمین اور امراء نے ہشام کے خلاف اور اس کے
 چچا المغیرہ کی تائید میں سازش شروع کی۔ چنانچہ ادھر تو خلیفہ کا دم نکلا اور ادھر دو
 خواجہ سراؤں نے جن کے نام فایق اور جو ذر تھے آپس میں یہ اتفاق کیا کہ اگر
 یہ کم عمر لڑکا تخت نشین ہوا تو جعفر المصحفی ہمارے ارادوں کو کبھی پورا نہیں ہونے
 دیکھا بلکہ ہم کو بیکار کر دیکھا۔ مناسب یہی ہے کہ ہشام کے چچا المغیرہ کو تخت پر بٹھاؤ
 اور المصحفی کو موقع پا کر قتل کر ڈالو جو ذر نے المغیرہ کے انتخاب سے تو پوری
 رضامندی ظاہر کی لیکن المصحفی کے متعلق بیان کیا کہ محسن دیرینہ کا قتل مناسب
 نہیں فایق نے جواب دیا کہ سوائے اس کے اور کوئی چار نہیں کہ المصحفی مار ڈالا
 جائے بعد اس کے ان دونوں نے جعفر المصحفی کو الحکم کے انتقال کی اطلاع کی
 اور المغیرہ کو تخت پر بٹھانے کی راہی دی جعفر ایک جہان دیدہ اور مدبر آدمی تھا
 ان خواجہ سراؤں کے اصل مطلب پر فوراً جا پہنچا اور یہ جواب دیا کہ ایسے وقت
 نازک میں جو مہتری راہی مصلحت اندیش ہو اس پر کار بند ہو چونکہ تم لوگ بحیثیت

مقدمین خانگی بہت کچھ وقعت اور قوت کہتے ہوا ورمیر اکام یہہ ہے کہ مہارے
 حسب منشا کام کروں قبل اس کے کہ یہہ لوگ اپنے ارادہ کو پورا کرتے المصحفی
 قصر شاہی سے باہر آیا اور فوج اور افسران فوج کو جمع کر کے ان کو سہی اسی عظیم
 اکی طلاع کی اور فایق اور جو ذر کے ارادوں کو اون پر ظاہر کر دیا اور کہا کہ اگر ہم اپنے
 آقا می مرحوم کے وارث حقیقی کو اس کے حق سے محروم کریں گے تو دین دنیا
 دونوں میں سوائے بدنامی اور رسوائی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا اس وزیر نے
 اوسی وقت المیغیرہ کے مکان پر محمد ابن عامر کو ایک دستہ فوج کے ساتھ بھیجا
 اور یہہ حکم دیا کہ اس کو فوراً قتل کر ڈالے جب ابی عامر نے المیغیرہ کو خلیفہ
 کے انتقال اور ہشام کی تخت نشینی کی خبر پہنچائی تو اس کو ان واقعات سے
 بے خبر پایا المیغیرہ دفعتاً خلیفہ کے انتقال کی خبر سن کر سخت پریشان ہوا اور بعد
 تامل بسیار جواب دیا کہ میں اپنے نئے آقا کی بجا آوری احکام اور خیر خواہی کر لیتے
 حاضر ہوں اس خلاف امید خیر خواہانہ جواب سے ابی عامر بہت متفکر ہوا اور المصحفی
 کو اس واقع سے مطلع کیا جواب یہہ آیا کہ فوراً گرفتار کر کے قتل کر ڈالو اور اگر تم کو
 اس حکم کی تعمیل میں کچھ عذر ہے تو میں دوسرے کو روانہ کرتا ہوں چنانچہ المیغیرہ مار ڈالا
 محمد ابن ابی عامر جس نے جعفر المصحفی کے اس سخت حکم کی تعمیل کی تھی

مشہور آدمی تھا جس نے اسلام کو انتہائی ترقی تک پہنچایا تھا۔

اس کا سلسلہ عبد اللہ ابن عامر ابن ابو عامر ابن الولید ابن یزید
 لیکر عبد الملک المعافری تک ملتا ہے۔ یہ شخص ۳۵۷ھ مطابق ۹۳۹ء
 میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی ماں یحییٰ ابن زکریا ابن ایتیمی کی بیٹی تھی مختلف
 تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر طوریش قریب الجزائر کا باشندہ تھا
 اس کا جدا علی عبد الملک ابن مشہور امرائی عرب کے ہمراہ اندلس میں آیا
 جنہوں نے امیر طارق ابن زیاد کے ساتھ اس ملک کو فتح کیا تھا اس کا باپ
 عبد اللہ الملقب ابو حفص الجزائر میں پیدا ہوا تھا لیکن کم سنی کے زمانے میں
 قرطبہ اگر احمد ابن خالد اور محمد ابن فطیس اور دیگر مشاہیر محدثین سے علم حدیث
 پڑھتا تھا۔ یہ نہایت با وضع اور باندھب شخص گزرا۔ بادشاہوں اور امراء سے ہمیشہ
 متفرق تمام عمر اس نے گوشہ نشینی اور خدا کی یاد میں بسر کی عبد اللہ کی تاریخ و مقام
 انتقال ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوا لیکن اتنا ضرور پایا جاتا ہے کہ خلیفہ الناصر کے
 عہد حکومت میں جبکہ یہ حج سے واپس آ رہا تھا تو طرابلس غرب یا ارکادہ
 میں اس کا انتقال ہوا۔ باپ کے انتقال کے بعد محمد ابن ابی عامر جو بعد از ان
 تاریخ میں المنصور کے نام سے مشہور ہوا اپنے زمانہ کم سنی میں قرطبہ آیا اور

قصر شاہی کے قریب ایک دوکان کہولی جہان بیہ ادنیٰ ملازمین شاہی کے خطوط
 یا عرائض لکھ کر اپنی گزراوقات کرتا تھا۔ اسی عرصہ میں سلطانہ صبح ہشتام کی
 ماں کو ایک خانگی محرر کی ضرورت ہوئی کسی خواجہ سرا نے المنصور کی سفارش
 کی۔ چند ہی روز میں اس نے اتنا رسوخ حاصل کیا کہ ملکہ نے اسے اپنا خانگی
 معتمد مقرر کیا اور الحکم سے اس کی لیاقت اور دیانت کی بہت کچھ تعریف کر کے
 اس کو ایک شہر کا قاضی مقرر کر دیا۔ اس عہدے پر ہی المنصور نے ایسی نیکنامی
 حاصل کی کہ بہت جلد اس کو شہبلیہ کے ٹکیس کے وصولات کا افسر مقرر کر دیا۔
 چونکہ اس کو دار الخلافہ سے باہر رہنا گوارا نہ تھا اس نے قرطبہ آکر ملکہ کو بہت
 کچھ ہمیش بہا تحائف نذر گزارنے اور اسی کی سفارش سے محکمہ دار الضرب اس کے
 تفویض کر دیا گیا۔ اس کام کو بھی اس نے بخوش اسلوبی انجام دیا اور ساتھ ہی ساتھ
 محل کے ملازمین سے اپنا ربط ضبط پڑاتا رہا اور تمام خواجہ سراؤں اور غلاموں کو
 خوشامد اور رشوت سے اپنا بنالیا۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ محمد بن افلح جو
 الحکم کے خاص زمزمہ ملازمین میں سے تھا اس کے پاس محکمہ دار الضرب میں آیا
 اور اس سے نہایت ہی دردمینر الفاظ میں کہا کہ جو کچھ سرمایہ زندگی میں نے اپنی تمام
 عمر میں فراہم کیا تھا وہ سب بیٹی کی شادی میں خرچ ہو گیا اور اب سوائے ان تین

چاندی کی چیزوں کے کچھ باقی نہیں رہا ابن عامر نے اس تمام قصے کو سنا اور بہت کچھ زبانی ہمدردی کے ساتھ اوس کا دامن رویوں سے بہر دیا افلح کو اس قدر امید نہ تھی بالخصوص جبکہ بسبب اور ملازمین کے یہ ابن عامر سے اس درجہ واقف نہ تھا۔ اس سلوک کے چند ہی روز بعد المنصور نے اس غلام پر اپنا راز افشا کیا۔ اور اس کو بہت کچھ سنبلیغ دکھا کر احکم کے تخت سے اوتارنے میں مدد چاہی محمد ابن افلح نے ایک زمانہ کے بعد اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا تھا کہ قریب تھا کہ میں لعوض ان احسانات کے جو اس نے میرے ساتھ کیے تھے اس کے ساتھ سازش میں شریک ہو جاتا۔ اس نے مجھ کو اس قدر پتہ دیا تھا کہ اپنی بیٹی کے جہیز دینے کے بعد بھی رقم کثیر بچ رہی تھی۔ غرض ابن عامر نے اوہ تو محلات شاہی کو اپنا بنا لیا تھا اور اوہ ہر ملکہ صبح اس کو اپنا سچا خیر خواہ سمجھنے لگی تھی۔ یہ بھی ملکہ کے خوش رکھنے میں ہمیشہ مصروف رہا کرتا تھا چنانچہ جس وقت اس کا تقرر اس محکمہ پر ہوا اس نے ایک مختصر سا محل خالص چاندی کا بنا کر ملکہ کے نذر کیا جس کے صلیب میں ملکہ نے احکم سے اس کی اس قدر تعریف و سفارش کی کہ احکم نے ایک روز اہل دربار سے کہا کہ اس لڑکے نے تحفہ دید کر ہمارے تمام محلوں کو اپنا سرپرست اور معاون بنا لیا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ احکم اور امرای سلطنت

بھی اس کو غریزہ سکنے لگے۔ یہاں تک کہ جب خلیفہ کا آفتاب عمر غروب ہونے لگا
 تو احکم نے اس کو بھی ہشام کا اتالیق مقرر کیا۔ المیغیرہ کے قتل کے بعد المنصور
 نے ہشام کو اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کی اور جب دیکھا کہ المصحفی
 اور امیر غالب جیسے وزرا و امراء با وقعت کے مقابلے میں اپنے دلی مقصود
 کو پہنچنا غیر ممکن ہے تو اس نے احسانات سابقہ کو بالائمی طاق رکھا اور امرا اور
 وزرائی دولت میں باہمی دشمنی پیدا کر کے سب کو معطل و بیکار کر دیا اور خود سلطنت کا
 مختار بن بیٹھا ابن ابی عامر کی سازش کا واقعہ ہمزیل میں تفصیل کے ساتھ تحریر کرتے ہیں
 جس وقت ہشام تخت پر بیٹھا۔ جعفر المصحفی نے تمام انتظام ملک کو اپنے
 ذمہ لیا اور تمام غیر ضروری شان و شوکت کو چھوڑ کر اپنے ملک و مالک کی خیر خواہی
 میں مصروف ہوا لیکن محمد ابن ابی عامر جب کبھی کسی معاملہ میں اس کی سختی دیکھتا
 تھا تو خفیہ طور پر المصحفی کو نہایت خود غرض اور ظالم ثابت کرنے کی کوشش
 کرتا تھا۔ چونکہ عوام الناس کو بھی اس کی خود غرضانہ فیاضی نے اس کا خیر خواہ اور
 طرفدار بنا دیا تھا اس لیے وہ لوگ بھی اس کا ساتھ دیتے تھے۔ ان واقعات سے
 بے خبر المصحفی اس کو فی الحقیقت اپنا سچا دوست اور خیر خواہ سمجھتا تھا کہ ابن عامر
 بھی بظاہر اس وزیر کو اپنا سرپرست و محسن بنا لے ہوئے تھا لیکن یہ خوب جانتا تھا

کہ المصحفی کی نظروں میں اس کی کچھ وقعت نہیں ہے اس ہی خیال سے اس نے
ملکہ صبح کو اپنی فطنت اور چالاکی سے ایسا راضی کیا کہ ملکہ نے ایک حکم بائیں مضمون
المصحفی کو بھیجا کہ آئندہ سے تمام اہم معاملات ریاست میں ابن عامر کو بھیج دیک
کیا جائے المصحفی نے خالی الذہن اس حکم کی فوراً تعمیل کی بلکہ اوس روز سے
ابن عامر کو اور زیادہ عزیز رکھنے لگا۔ سب سے پہلے اس نے المصحفی کے
ذریعہ سے فوج صقالب کو جو ہمیشہ محل شاہی پر متعین رہا کرتی تھی برخاست کرا دیا اور
اون افسر اور ملازمون کو جو اس کی ترقی کے حامل ہوتے تھے تھوڑے دن کو خارج البلد
اور باقی کو قتل کر دیا اور بجائے اون کے اپنے خیر خواہ اور معتمد اشخاص کا تقرر کیا۔
اس کے بعد اس نے المصحفی اور امیر غالب میں مخالفت پیدا کرنے کی
کوشش کی غالب ایک سید ہا سادہ سپاہی تھا بہت جلد اس کے پسند و نہیں
پہنس گیا اور یہ باور کر کے کہ المصحفی کو مجھ جیسے با وقعت مد مقابل کار ہونا پسند نہیں
وزیر عظم کی عدول علمی کرنے لگا المصحفی نے غالب کے طرز عمل کی شکایت مجلس
امرا سے کی سب کی یہی رائی ہوئی کہ کسی امر کی نا فہمی سے جو نزاع پیدا ہوتی ہے
اوس کی صفائی کر لینی چاہیے محمد ابن ابی عامر کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں ان دونوں
ان کی تحقیقت صلح نہ ہو جائے اس نے غالب سے ملنے کی کوشش کی۔ اتفاقاً امیر غالب

کسی سرحدی نزل کے تصفیہ کی غرض سے اپنی فوج کے ساتھ گیا ہوا تھا ابن ابی عامر بھی اجازت حاصل کر کے عیسائیوں کے انسداد کے لئے قرطبہ سے روانہ ہوا ان مہات کے تصفیہ کے بعد یہ دونوں راستے میں ایک دوسرے سے ملے اور آپس میں یہ عہد و پیمان ہوا کہ جعفر المصحفی جہان تک جلد ممکن ہو خدمت سے معزول کر دیا جائے اس سازشی ملاقات کے چند روز بعد ابن ابی عامر نہایت شان و شوکت کے ساتھ قرطبہ میں داخل ہوا میدان جنگ کی کامیابی نے عوام الناس کی نظروں میں اس کی وقعت کو دوبالا کر دیا۔ ہشام نے المصحفی والی المدینہ کو خدمت سے معزول کر کے محمد ابن عامر کو اس کی جگہ مقرر کیا اور ایک پیش بہا خلعت اپنے ہاتھ سے اس کو پہنایا۔ اس خدمت کو اس نے ایسی لیاقت و خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ المصحفی کا علیحدہ ہونا باشتناعی چند خیر خواہان ریاست کسی کو ناگوار نہیں گزرا۔ اس واقعہ کے بعد المصحفی اپنے خواب غفلت سے چونکا اور جب دیکھا کہ محمد ابن عامر میری بربادی پر آمادہ ہے اس نے امیر غالب کو بھی اس کی سازشوں سے مطلع کیا اور بغرض صلح یہ درخواست کی کہ غالب اپنی لڑکی کی شادی اس کے لڑکے عثمان کے ساتھ کر دے ابن عامر کو یہ کب منظور تھا کہ ان الوالغرم امیر منین

دوبارہ سلسلہ اتحاد و محبت کا قیام ہو۔ اس نے دونوں کو باہمی مصالحت پر مستعد کیا۔ فوراً ایک خط امیر غالب کو اس مضمون کا لکھا کہ المصحفی دہوکا دیکر محض اپنے ذاتی اغراض کے لیے تجھ کو میرا مخالف بنانا چاہتا ہے۔ چونکہ تمام امر لا اور حکام کی افسون سازش سے رام ہو چکے تھے اس نے غالب کے بعض خاص رشتہ داروں سے اپنے اس خط کی تصدیق بھی کرا دی جس کا اثر اس سادہ لوح سپاہی پر ایسا ہوا کہ اس نے المصحفی کے پیام کو فوراً نا منظور کر دیا اور اپنی لڑکی کی شادی خود ابن ابی عامر سے کر دی۔ ۳۶۷ ہجری میں نسبت ہوئی اور شب نوروز کو سہنایت ہی شان و شوکت سے نکاح کیا گیا۔ اس شادی میں خود ہشام شریک تھا لیکن باوجود کامیابی کے ابن عامر المصحفی پر پورا ہاتھ ڈال نہیں سکتا تھا اگر المصحفی مستعدی کے ساتھ اس کے حکون کو رد کرنا چاہتا تو یہ اس قدر جلد اپنے مطلب دلی پر فائز نہ ہوتا لیکن یا تو بوجہ عیسیٰ یا اور وجہ سے المصحفی نے اس کی سازشوں کو رد کرنے کی کوشش نہیں کی اور اب حالت ناامیدی میں اپنے دشمن کو بالکل مطلق العنان کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن عامر کو پورا موقع المصحفی کے پیکار کرنا ملا اور اس نے فوراً اپنے سرے غالب کو اس کے ساتھ شریک جب مقرر کر دیا تب دیرج المصحفی کے جملہ اختیارات سلب کیے گئے تاہم محمد ابن ابی عامر

کو اپنے محسن قدیم اور ایسے سچے خیر خواہ ریاست پر رحم نہ آیا اور اے لمصحفی کے تشریف
 پراکتفا نہیں کیا بلکہ نو عمر سلطان کو اس کے دوستوں اور رشتہ داروں بلکہ بچوں تک
 سے بدظن کر دیا اور حکم دیا کہ جو کچھ سرکاری دپیان لوگوں کے ہاتھ سے اٹھا ہے
 اس کا کامل حساب پیش کریں اور بہانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس قدر جانے ان پر
 کیئے کہ فاقہ کشی کی نوبت پہنچ گئی اور اسی طرح رفتہ رفتہ اس مشہور اور با وقعت
 خاندان کو خاک میں ملا دیا اے لمصحفی کا مکان جو قصر شاہی کے بعد قرطبہ میں ایاظیر
 نہیں رکھتا تھا جبراً خرید لیا اور جب موقع ملا اے لمصحفی کو علاوہ روحانی صدمہ عظیم کے
 جسمانی تکلیف مثل قید وغیرہ دیتا رہا اور بالآخر الزہراء کے قید خانہ میں قید کر دیا بعض
 ناقل ہیں کہ یہ زہر سے مار ڈالا گیا۔ اس کے قریب کے رشتہ داروں اور چند
 دوستوں نے اس کی نعش کو قید خانہ سے لے جا کر کسی گمنام مقام میں دفن کر دیا۔
 جائے عبرت ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب کہی جعفر ابن عثمان اے لمصحفی
 مسجد یا مکان سے باہر نکلا کرتا تھا تو لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ راستہ پر چلنے کی جگہ
 نہیں ملتی تھی اور ایسے مواقع پر حاجتمند کو عرضی دینے کا حکم تھا بلکہ ملازموں کو یہ تاکید
 تھی کہ ایسے شخص کو بلا تا مل ہمارے سامنے پیش کر دیا کریں۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ اس کے
 جنازہ کے ساتھ دو چار آدمیوں کے سوائے کوئی موجود نہ تھا۔ اپنے آخر زمانہ میں

المصحفی یہ کہا کرتا تھا کہ جو کچھ مجھ پر کیا جواب گزر رہا ہے یہ سب میرے اعمال کی یاد اش ہے میں نے اپنے زمانہ عروج میں ایک شخص کے ساتھ بے حد سختی کی تھی بلکہ اوس کو قید کر دیا تھا اوس نے میرے سامنے یہ بد دعا کی تھی کہ جن لوگوں نے مجھ کو اس درجہ تک پہنچایا اون کو یہی ہی حالت خدا نصیب کرے یہ سن کر میرے دل میں خدا کے خوف نے اشکیا اور میں نے فوراً اوس کو رہا کر دیا لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص سگینا تھا خدا ہی تعالیٰ نے اوس کا معاف و بھگود دنیا میں عطا فرمایا امید ہے کہ آخرت میں اس کی باز پرس سے معاف کیا جائے

المنصور کے ایک کاتب کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ ابن ابی عامر نے عمداً المصحفی اور اوس کے بیٹے عثمان کو ذلیل کرنے کی نیت سے جبراً اپنی فوج کے ساتھ رکھا اور اس قدر سختی کی کہ ایک روز حالت اضطراب میں ایشاعہ المصحفی کی زبان چابی ہوئی

اَرَا هَاتُوْنِيْ عِنْدَ مَوْعِدِهَا لَخَسْرًا
فَاَنْتِ لَا اَنْسِيْ لَهَا اَبَدًا ذِكْرًا
وَلَا نَطَرْتُ مِنْهَا حَوَادِثُهُ شَرًّا
وَاَبَدْتُ لَنَا مِنْهَا الطَّلَاقَةَ وَالْبَشَرُ
عَلَى كُلِّ اَرْضٍ لِّمَطَرٍ خَيْرٍ وَالشَّرَّاءُ

تَعَالَيْتُ صَرَفَ الْحَادِثَاتِ فَلَمْ اَلْ
فَلِلَّهِ اَيَّامٌ مَّضَتْ بِسَبِيلِهَا
تَخَافُ بِهَا عَمَّا لِحَوَادِثُ بُهَّةً
لِّيَا لِيْ مَا يَدْرِ الزَّمَانُ مَكَانَهَا
وَمَا هَذِهِ اَيَّامٌ اِلَّا سَحَابٌ

الغرض جعفر ابن عثمان لمصحفی کے انتقال کے بعد محمد ابن ابی عامر نے
 دیکھا کہ اب سوائے امیر غالب کے اور کوئی حریف مقابل باقی نہیں رہا اس
 اوسی وقت سے غالب کی بربادی اور تباہی کی تدابیر سوچنی شروع کر دیں اور موقع کا منتظر
 ایک مرتبہ کسی سرحدی مہم پر یہہ دونوں امیر ساتھ تھے ایک قلعہ پر دونوں
 دشمن کی فوج کی حالت دریافت کرنے کی غرض سے چڑھے۔
 ان کی رائے میں کسی قسم کا اختلاف واقع ہوا غالب چونکہ ابن ابی عامر
 کی خود غرضیوں اور سازشوں سے بخوبی واقف تھا غصے کو نہ روک سکا اور انصاف
 سے کہا کہ اُسے شیطان تو شاہی خاندان کو تباہ اور ان قلعجات کو منہدم کر کے خود
 بادشاہ بنا چاہتا ہے۔ ”یہہ لہذا امیر غالب نے ایک وار لڑا اور اس پر کیا اگر
 لہذا ان فوج حائل نہ ہوتے تو ضرور ابن ابی عامر کا کام تمام ہو جاتا تاہم ایک شدید

لہ میں نے حادثہ روزگار کے ساتھ داد و ستد کی اور ثابت رہا درحالیکہ میں دیکھ رہا تھا کہ
 حوادث روزگار اپنی وعدہ گاہ پر مدح و تحسین کے ساتھ وفاق کرتے تھے۔ پس اللہ ہی کے لئے وہ دن
 ہیں جو ان حوادث کے راستے میں گزر گئے میں کہی اون کا ذکر نہیں ہوتا کچھ قلیل عرصہ تک حادثہ ہمسے چسپے رہے اور نہ ہکو
 حادثہ نے ٹیڑھی نگاہ سے دیکھا اس لیے کہ وہ راتیں ایسی تھیں کہ اون کا تمام زمانہ نہیں جاتا تھا کشادہ روی اور بشارت ہمارے
 لئے اون وقتوں میں تھی۔ اور یہہ دن ہنزلہ اون ابرون کے ہیں جو سرزمین پر برائی اور نیکی کو برساتے ہیں۔

زخم اس کے سفر پر آیا اور قریب تھا کہ یہ قلعے کی دیوار سے پہنچے جا رہے لیکن اس کی خوش قسمتی سے کسی چیز نے اس کو گرنے سے روکا اور افسران فوج اس کو اٹھا کر اس کے خیمے میں لے گئے غالب اسی حالت غصہ میں انصاف سلطانی سے بھی مایوس ہو کر سید ہا عیسائیوں کے لشکر میں چلا گیا اور ان کا شریک ہو کر ابن ابی عامر حجاز اور ہوا مگر غالب نے اس جنگ میں نہ صرف شکست ہی پائی بلکہ مارا گیا۔

محمد ابن ابی عامر نے ان تمام امراء طویل القدر کے قتل اور تباہی سے فراغت اور میدان کو بالکل خالی پا کر اقتدارات شاہی کے غضب کرنے کی فکر و کوشش شروع کی اور نہایت جرات اور اطمینان سے سلطان کے احکام کی نافرمانی کرتے لگا۔ ابن ابی عامر کو یہ خوب معلوم تھا کہ اب خلیفہ کے خانگی ملازمین سوائے اور کسی کو قدرت میری مخالفت کی نہیں ہے پس اس نے ان سب کو برطرف اور ان کی جگہ خاص اپنے معتبر لوگوں کو مامور کیا اس اثنا میں اس کو یہ خبر پہنچی کہ بعض محل کی عورتوں نے اون خزان شاہی پر جو خاص محل میں رہا کرتے تھے تصرف کیا ہے اور ملکہ صبح نے جو اس کے ارادوں سے پورے طور پر واقف ہو گئی تھی بہت کچھ روپیہ نکال لیا ہے اور اس روپیہ کی جگہ صندوق مختلف چیزوں سے بھر کر رکھ دیئے ہیں اور حاکم شہر کو دہوکا دیکر بہت کچھ بیش بہا مال و اسباب قرطبہ سے باہر بھیج دیا ہے

ابن ابی عامر نے ملازمین شاہی کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ امیر المؤمنین ہوتے
کا محل میں جمع رکھنا پسند نہیں کرتے علاوہ برین چونکہ ان کا وقت زیادہ تر روزہ و نماز
میں گزرتا ہے خزانے کی نگرانی نہیں ہو سکتی پس ملازمین کو یہ ہدایت کی کہ روپیہ
میرے سپرد کر دیا جائے یہ ہدایت بمنزلہ حکم کے تھی۔ ستاون لاکھ دینار مسخ موجود
خزانہ محلات اس کے خاص قلعہ الزاہرہ میں جو اس نے خود قریطہ کے باہر بنایا تھا
بھیج دئے گئے اور ملکہ صبح سے وہ روپیہ تمام کمال جو اس نے شاہی خزانہ سے
لیا تھا اور جو ہنوز محل ہی میں رکھا تھا جبراً وصول کر لیا اس نے اپنی ظاہری اطاعت
و فرمانبرداری سے نوجوان خلیفہ کے دل پر ایسا قبضہ کیا تھا کہ اس کے ظلم و زیادتی
کی تسکایت کا خلیفہ پر مطلق اثر نہ ہوتا تھا بلکہ ہمشام اس کو ایک مرد باخدا صاف باطن
اور ملک و مالک کا سچا خیر خواہ سمجھے لگا۔ اور ان معدودے چند کی زبانیں جو محض نسبت
خیر خواہی بلا لحاظ اپنے ذاتی نقصان کے اس کی سازشوں اور ارادوں کو خلیفہ ظاہر
کرتے رہتے تھے بند ہو گئیں۔

محمد ابن ابی عامر جب اس انتظام سے فارغ اور ہر طرح مطمئن ہوا تو اب
اس نے فوج پر قبضہ کرنے کی کوشش کی سب سے پہلے اس نے افسران
سابق کو معزول اور بجائی اون کے اپنے خیر خواہوں کو مامور کیا اور پھر رقتہ رقتہ تمام

فوج اہل بربر اور زاناتہ سے بہرہ دہی فوج کا مطیع ہونا کیا تھا کہ تمام ملک اس کے
 قبضہ تصرف میں آگیا۔ تمام امرائی عرب مرعوب ہو ہی چکے تھے اس نے اپنے کو
 بالکل خود مختار پاکر ہشام کو محل میں نظر بند کر دیا اور خود بکمال اطمینان خلیفہ ہی کے نام
 سے حکومت کرنے لگا اور یہ حکم نافذ کیا کہ آئندہ سے سب اس کو الحاحا جب اور
 المنصور کے القاب سے خطاب کیا کریں۔ اس نے بغرض حفاظت اپنا قیام
 قلعہ الزاہرہ میں اختیار کیا اور تمام دفاتر و خزان و حکام وغیرہ کو اس ہی قلعہ میں
 رہنے کا حکم دیا۔ الغرض بتدریج ابن عامر کو ایسی ثروت و قوت حاصل ہوئی کہ مملکت
 محروسہ کی تمام مساجد میں بعد خلیفہ کے اس کا نام ہی خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ نوبت یہاں تک
 پہنچی کہ المنصور نے لباس شاہنشاہی علانیہ پہننا شروع کیا۔ سکہ پر ہی خلیفہ کے نام
 کی جگہ المنصور دکھائی دینے لگا۔ بوقت جنگ فوج کو یہ بذات خود لڑانا تھا۔ مشہور ہے
 کہ چھپن بار یہ لڑا اور ہمیشہ کامیاب رہا مخبروں کو افریقیہ بھیجا کہ وہاں کے قبیلوں اور
 رشیون میں نزاع کی بنا ڈالی اور پہر فوج بھیجا کہ مغربی افریقیہ کو اپنے دائرہ حکومت میں
 لایا۔ اپنی بیٹے عبد الملک کو افریقیہ زیری ابن عطیہ حاکم فاس کی تنبیہ کے
 لئے صرف اتنی بات پہنچا کہ زیری نے چند ناسزا الفاظ اس کی شان میں استعمال کیے
 تھے اور اپنے بادشاہ ہشام کو قید کرنے کی نسبت ملامت کی تھی مگر اس جنگ کے

قبل ہم اون لڑائیوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو المنصور زمانہ عروج کے قبل اور بعد ہوئیں جن کی وجہ سے اس قدر جلد اپنے دلی مقصود کو پہونچا۔

خلیفہ الحکم کے انتقال کے پانچ یا چھ سال کے بعد امراۓ عرب کو خانہ جنگی میں مصروف پاکر عیسائیوں نے اندلس پر حملہ کیا المصحفی کو سازشوں نے پریشان کر رکھا تھا اس یورش کا فوراً انسداد نہ کر سکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی نہایت جرأت کے ساتھ بلا مزاحمت قرطبہ کے قریب آ پہونچے۔ جب اطراف و اکناف

سے عیسائیوں کے ظلم و زیادتی کی شکایتیں متواتر پہونچیں تو اس نے فوج بھیجنے کی عوض صرف یہ حکم دیا کہ دریائی ٹکیس کا پل گرا دیا جائے۔ مگر اس سے کیا ہو سکتا تھا المصحفی کو اس قدر بڑا پاپا کہ ابن عامر کو عمدہ موقع ملے گا اور اس نے غل مجایا

کہ جب فوج کثیر جنگ کے لئے تیار اور خزانے معمور ہیں تو یہ کہیں نہیں عیسائیوں کو کافی سزا دی جاتی المصحفی نے مجبوراً تمام وزراء کو جمع کیا سب نے ابن عامر کی رائے سے اتفاق کیا اور اس ہی کو فوج کا افسر مقرر کر کے عیسائیوں کے مقابلہ کا حکم

دیا۔ ابن عامر کی دلی خواہش یہی تھی یہاں تک کہ وہ ایک لاکھ دینار لیکر روانہ ہوا اور (باؤن) روزمین عیسائیوں کو سرحد کے باہر کر دیا اور بہت کچھ مال غنیمت لیکر واپس آیا المنصور ۳۷۲ھ مطابق ۹۸۲ء عین لیٹا کر کے حلیقہ پہونچا اور وہاں کے مشہور بہرہ

مثل لیون وغیرہ کو لوٹنا چاہا۔ لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ عیسائی اس کے انکی
 خبر پا کر ان شہروں سے تمام مال و اسباب لیکر پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے
 ہیں المنصور کسی شہر میں داخل نہیں ہوا بلکہ جن مقامات سے یہ گزرا وہیں کو تاراج
 کرتا ہوا قرطبہ واپس چلا آیا لیکن دوسرے ہی سال پہر اگر لیون پر قبضہ کیا اور
 قلعوں کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ المنصور ۳۷۳ھ بم ۳۷۵ھ ع ۹۷۵ء میں بعد اعلان جہاد حیا
 اور البیۃ اور بسطہ اور تدمیر تہا بالبنسیہ آیا اور یہاں چند روز فوج کو آرام دیکر بادشا
 بُریل کے ملک میں داخل ہوا جس کو اس نے شہر برشلونہ کے قریب شکست
 فاش دی اور بتاریخ ۵ اصفرا اپنے جہنڈے کو اس قلعہ پر نصب کیا اس مرتبہ بھی نامی
 موخین و مصنفین و شعراء اس کے ساتھ تھے جنہوں نے اس کی اور اس کی
 فتوحات کی تعریف میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دئے تھے۔ ایک مشہور موخ نے
 جو اس جنگ میں المنصور کے ساتھ تھا ان لوگوں کے نام کی فہرست بھی دی ہے
 جس سے اس امر کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کے عہد حکومت میں کیسے کیسے
 عالم موجود تھے۔ ہم چند لوگوں کے نام اس مقام پر درج کرتے ہیں ابو عبد اللہ

لہ اس کو انگریزی میں باز کہتے ہیں تدمیر لہ اس کے ایک صوبہ کا نام تھا جو قرطبہ کے مشرق کی جانب واقع تھا اور ایل نائین
 اس صوبہ کے حاکم کا نام بھی تدمیر تھا جس کو طارق ابن زیاد و پھر عبدالعزیز ابن موسیٰ ابن نصیر نے شکست دی تھی۔

ابن حسن ابو القاسم ابن الحسین ابن الولید جو زیادہ تر ابن العارف کے نام سے مشہور ہے ابن شہید۔ عبد الرحمن ابن احمد۔ ابو الاعلیٰ سعید ابن الحسن اللغوی جس کی مشہور تصنیف فصوص موجود ہے ابو بکر زیادہ اللہ ابن علی ابن حسن لممینی۔ عمر ابن النجم البغدادی۔ ابو الحسن علی ابن محمد القریشی العباسی۔ عبد الغزیز ابن الخطیب المجدو۔ موسیٰ ابن طالب۔ مروان ابن عبد الرحمن یحییٰ ابن ہذیل ابن عبد الملک سعد ابن محمد۔ علی النکاس البغدادی۔ ابو بکر یحییٰ ابن امیہ ابن وہب محمد ابن اسماعیل الزبیدی جس کی کتاب مختصر فی اللغت اور کتاب العین کا خلاہ جو خلیل ابن احمد کے نام سے مشہور ہے اور مختلف کتابیں صرف دیکھو اور تاریخ میں موجود ہیں محمد ابن عبد الباصر۔ احمد ابن عبد الملک ابن شہید جو علما مصنف ہونے کے وزیر بھی رہ چکا تھا محمد ابن حسن القریشی۔ طاہر ابن محمد جو مشہور ریاضی دان تھا۔ ابن امیہ ابن غالب وغیرہ وغیرہ تھے۔

۳۷۰ھ میں المنصور نے اپنے چچا زاد بھائی ابو الحکم عمر کو فوج دے کر الحسن ابن کنون اور سی کی تنبیہ کے لیے بھیجا۔ اس نے شہر لصرہ پر قبضہ کر لیا تھا عمر نے الحسن کو مع فوج محصور کر کے صلح پر مجبور کیا اور بعد صلح خلاف معاہدہ

اس کو گرفتار کر لیا اور حسب الحکم المنصور اس کو قتل کر کے اس کے سر کو قریطہ پہنچا
 ۹۹۱ء میں زیری ابن عطیہ المغربی نے جواہر نثار
 کا حاکم تھا جس کا ذکر اوپر مجملاً ہو چکا ہے ایک سفارت مع تحائف کے جس میں دو
 گھوڑے اور پچاس اونٹ نہایت تیز رفتار ایک ہزار سپر گینڈے کچڑے کی
 تیر و کمان زاب کی بنی ہوئیں اور بہت سے نادر جانور مثل گینڈے اور باہتہ اور
 شیر اور ایک ہزار تھیلے خرمے کے اور نادر افریقہ کی اشیاء شریک تھیں یہی اس
 سفارت کے روانہ کرنے سے اہل غرض یہ تہی کہ زیری سے جو عظیم الشان
 فتوحات عمل میں آئے ہیں اور جو نیا ملک اس نے خلیفہ کے نام سے فتح کیا ہے
 اس سے المنصور مطلع کر دیا جائے جس وقت دار الخلافہ میں یہ واقعات عام
 طور پر ظاہر کیے گئے تمام شہر نے خوشی منائی اور المنصور نے سفیروں کو خلعت
 اور تحفے دیکر مع فرمان منجانب خلیفہ ہشام واپس کیا۔ اس فرمان کے ذریعہ سے
 زیری اس تمام ملک مفتوحہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔

اس واقعہ کے دوسرے سال یعنی ۹۸۲ء میں زیری ابن عطیہ نے
 بذات خود قریطہ اگر المنصور سے ملاقات کی اور خلیفہ کے لئے پہلے سے بھی
 زیادہ پیش بہا اور نادر تحفے ساتھ لایا اس کے ہمراہ تین سو چشتی سوار اور اسی قدر

پايدے تھے المنصور نے بھی بہت ہی دھوم سے اس کا استقبال کیا اور جلد میں ایسی حسن خدمات کے اس کو وزیر سلطنت مقرر کر کے جعفر ابن بصرہ کا مکان اس کی سکونت کے واسطے تجویز کیا زیری ابھی قرطبہ ہی میں تھا کہ اس کو خبر پہنچی کہ ابن علی الیفرونی نے اس کی عدم موجودگی میں موقع پاکر شہر فاس پر قبضہ کر لیا ہے زیری فوراً افریقہ واپس آیا اور کئی لڑائیوں کے بعد جب ابن علی قتل ہوا تو ۳۲۷ھ میں فاس پر دوبارہ قابض ہوا۔

جیسا جیسا زیری ابن عطیہ کو المنصور کا مکرو زور معلوم ہوتا گیا اسی قدر زیری کو اس سے ایک قسم کی نفرت ہوتی گئی لیکن اصل نزاع ان دونوں میں اسی روز سے شروع ہوئی جبکہ زیری نے علانیہ المنصور کی طرہ حکومت اور اس پیہودہ بڑاؤ کی جو اس نے اپنے بادشاہ کے ساتھ رکھا تھا نہایت ہی بڑے الفاظ میں مذمت کی اور گو زیری اس وقت بھی ہشام کو اپنا بادشاہ سمجھتا اور ہر طرح سے خیر خواہی پر آمادہ تھا لیکن اس نے المنصور کے مقابلے میں جب کی تیاری شروع کر دی المنصور نے اس کو منحرف پاکر ایک صقلی افسر کو مع فوج افریقہ روانہ کیا۔ یہ افسر شہر طنجہ سے فاس کی طرف روانہ ہوا زیری نے اپنی فوج زمامتہ کو ساتھ لیکر اس کا مقابلہ کیا اور اس کو شکست دینا ہوا شہر طنجہ میں محصور کر دیا المنصور

جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً اپنے بیٹے عبد الملک کو مد کے لیے بھیجا عبد الملک نے زیری کو بتاریخ ۱۵ رمضان ۳۷۷ھ کے ۹۹۷ء کا مل شکست دیکر شہر فاس پر قبضہ کر لیا اور اہل زناتہ کے ایک افسر کو اس شہر اور ملک کا افسر مقرر کیا زیری اس ناکامیابی کے بعد بھی المنصور کا مقابلہ کرتا ہوا وجود المنصور کی سخت عداوت کے ہشتام کا سچا خیر خواہ بنا رہا۔ اس نے زاب اور شلف وغیرہ کو فتح کر لیا تھا اور اپنے باقی ملک کے فتح کرنے میں مصروف تھا کہ ایک شہر کے قریب ۳۹۷ھ مطابق سنہ ۱۰۰۷ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے لڑکے المعز نے جب اپنے من مقابلے کی قوت نہ دیکھی المنصور سے صلح کر لی المنصور نے اس کے باپ کی خطاؤں سے درگزر ہو کر اس کو منجانب خلیفہ افریقیہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

جس زمانے میں کہ مغربی افریقیہ میں جنگ وجدال کا بازار گرم تھا المنصور عیسائیوں پر بھی متواتر فتح پاتا تھا۔ ۳۷۷ھ ہجری میں اس نے باغیوں کو اس قدر برباد اور تباہ کیا کہ ان لوگوں میں بغاوت کی قوت نہ رہی لیکن پہرے المنصور ہر سال ایک دو بار فوج کشی اسی غرض سے کرتا تھا کہ اسلام کا رعب ان کے لہو پر جس قدر ہے باقی رہے۔ اسی قصد سے المنصور بتاریخ ۲۴ جمادی الاخریٰ ۳۸۷ھ

یورش کرتا ہوا شدتِ یاقوہ پہونچا اس شہر کو عیسائیوں کا کعبہ سمجھنا چاہیے اس کے
کہ یہاں پر حضرت عیسیٰ کے حواریں مین سے ایک کی قبر تھی جس کی زیارت کی
غرض سے نہ صرف اندلس بلکہ دور دور سے عیسائی آیا کرتے تھے المنصور
نے شہر سمورہ مین جس کو حلیقیہ کا پایہ تخت سمجھنا چاہیے چند روز قیام کیا اور
یہاں کے قوسین یعنی امرا کو مع فوج ساتھ چلے کا حکم دیا ان عیسائیوں نے
طوعاً و کرہاً اس حکم کی تعمیل کی اور فوج اسلام کے ساتھ علاقہ شیشتا قوہ مین داخل
ہوئے المنصور نے اس کے قبل ہی حکم دیا تھا کہ ایک بڑا جنگی جہازوں کا مع
فوج بندر قصرابی والنس مین تیار رہے جس وقت المنصور دریائی ڈیوڑ
کے قریب پہونچا یہ بڑا ہی حسن اتفاق سے اس ہی روز اس دریائین داخل
ہوا اور جہازوں کے ذریعہ سے المنصور مع فوج دوسرے کنارے پراوترا
چونکہ رسد اور فوج کے آرام و آسائش کا پورا سامان مہیا ہو چکا تھا فوج شہر مذکور
کی طرف روانہ ہوئی مختلف دریاؤں اور جنگلوں کو طے کرتی اور فرما ریش سے جو
اپنی لطافت آب و ہوا اور کسانوں کی محنت سے ایک بوستان جنت نشان
بنا ہوا تھا گزرتی ہوئی ایک نہایت ہی پُر فضا کہسار مین داخل ہوئی اس راستہ کو
دو فون طرف کے بلند اور تنگ پہاڑوں نے اس قدر دشوار گزار بنا دیا تھا کہ جو

لوگ دلیل راہ تھے وہ بھی اس کے طے کرنے میں بہت حیران و پریشان ہوئے لیکن منصور اس قسم کی دشواریوں کی کب پروا کرتا تھا اس نے فوج کو حکم دیا کہ تبرون کے ذریعے سے راستہ کشادہ کر دیا جائے چنانچہ بہت ہی مشکوں سے راستہ صاف اور کشادہ ہوا اور اس کوہ کنی اور محنت شاقہ کا نعم البدل مسلمانوں کو فورا مل گیا یعنی جس وقت عرب کہسار سے باہر نکلے اور دریائی منٹوہ کو عبور کر کے دوسری طرف پہنچے تو ان کو ایک مرغزار ایسا نظر آیا جہاں کی خوشگوار اور فرحت ہوا اور نہر ہامی شیرین نے ان کے دل و دماغ کو تروتازہ کر دیا اور کسافت راہ میں براحت ہو گئی یہاں سے منصور سید باویر قسان آیا۔ یہاں پر ایک بہت قدیم عیسائیوں کی عبادت گاہ بنی ہوئی تھی دیر قسان سے بلنسوا جولب دریائی شور واقع تھا ہوتا اور شہنت بلانی کے قلعہ کو منہدم اور وہاں سے غنیمت حاصل کرتا ہوا ایک جزیرے کے قریب پہنچا جس میں اطراف و اکناف کے باشندے عربوں کی دہشت سے پناہ گزین ہوئے تھے منصور نے ان سب عیسائیوں کو گرفتار کیا اور وہاں سے بجانب کوہ مرسیہ آیا اور دریائی آلہ سے پار ہوتا ہوا ایک قدیم

۱۔ اس کو انگریزی میں مینو کہتے ہیں۔ ۲۔ اس کو انگریزی میں سنٹ کا سمو کہتے ہیں۔

۳۔ اس کو انگریزی میں مورازو کہتے ہیں یہ مقام دیگو کے قریب واقع ہے۔

اگر جا کے قریب پہنچا شنت یا قوہ کے بعد عیسائی اس مقام کو نہایت ہی
 متبرک سمجھتے تھے اور یہاں بھی دور دور سے حتیٰ کہ ملک حبش سے عیسائی بصر
 زیارت آیا کرتے تھے۔ اس مقام کو عربوں نے بالکل زمین دوڑ کر دیا اور یہاں
 روانہ ہو کر بتاریخ ۲ شعبان چہار شنبہ کے روز خاص شہر شنت یا قوہ پہنچے
 تو دیکھا کہ شہر پناہ کے دروازے کھلے ہیں اور کسی فرد بشر کا نشان تک نہیں تھا
 اس شہر کے مشہور عمارات اور معبد کو تباہ و تاراج اور جو کچھ مال باقی رہ گیا تھا وہ سب
 المنصور نے قبضہ کیا اور اطراف و اکناف کے شاداب اور مزرعہ مقامات کو تباہ
 و برباد کرتا ہوا اور ایسے مقامات میں سے ہوا بھان اس کے قبل کوئی مسلمان نہیں
 آیا تھا ان قومسون کے ملک میں جو کہ اس کے ہمراہ رکاب تھے داخل ہوا ان
 بد نصیب قومسون نے اپنی آنکھوں سے اپنے متبرک اور مشہور عبادت خانوں کو
 مٹتے دیکھا تھا بلکہ اکثر اوقات ان کے مٹانے میں خود بھی شریک ہوئے تھے
 یہاں اگر عربوں نے لوٹ سے دست کشی کی اور ان مقامات سے گزرے تو ہوئے
 قلعہ بلیقہ آئے۔ یہاں پر المنصور نے دربار عام کیا اور ان عیسائی قومسون اور
 فوجی عیسائیوں کو جو اس کے اس اڑتالیسویں یلغار میں شریک تھے خلعت
 تقسیم کر کے اپنے اپنے ملکوں کو واپس اور اسی مقام سے المنصور نے اپنی فتوحات

سے اہل قسطنطنیہ کو مطلع کیا۔ دارالخلافہ کا وقت جو شمسرت اور وفور نشاط احاطہ
تحریر سے باہر ہے۔ غرض جس وقت المنصور مع اپنی فوج کے دارالخلافہ میں
داخل ہوا تو تمام مسجدوں میں شکر یہ کی نمازین پڑھی گئیں اور بہت کچھ روپیہ خیرات کیا
جس حالت میں کہ ہشام کو المنصور نے رکھا تھا اس کا کچھ ذکر ہم اوپر مختصر
طور پر کر چکے ہیں۔ قصر کی چار دیواری کے اندر پوری آزادی خلیفہ کو حاصل تھی مگر باہر
نکلنے کی بلکہ کسی جہرہ کے سے منہ نہ نکالنے کی سخت ممانعت تھی جس کی نگرانی کے
لیے المنصور نے خاص لوگوں کو مقرر کیا تھا۔ جب کہی المنصور مجبوراً ہشام
کو کسی باغ کے جانے کی اجازت دیتا تھا تو اس کے چہرے پر نقاب ڈال دیتا تھا
تھی اور وہ راستہ جدھر سے خلیفہ گزرتا تھا وہاں ایسی کے وقت تک رعایا کی آمد و رفت کے
لیے بند کر دیا جاتا تھا اور جب کہی المنصور کو قسطنطنیہ سے باہر جانے کی ضرورت
ہوتی تھی تو سلطان کی حفاظت و نگرانی کے لیے بہت سخت انتظام کیا جاتا تھا۔
اس کے آخر زمانے میں جب رعایا اپنے خواب غفلت سے چونکی تو ہر طرف سے
شکایتوں کے آواز بلند ہونے لگے اور یہ خبر شہر پہنچی کہ سلطان کو اس وزیر نے
مار ڈالا ہے۔ رعایا کو بہم دیکھ کر المنصور بہت ڈرا اور ہشام کو اپنے ساتھ گھوڑے
پر سوار کر کے تمام شہر میں گشت کی سلطان کے دیکھنے کے لیے دور دور سے رعایا

جمع ہو گئی تھی ہشام لباس شاہانہ پہنے اور تمام نشانات خلافت کے لگائے
 گھوڑے پر سوار المنصور عصائی وزارت ہاتھ میں لیے گھوڑے کی باگ تھامے
 ہوئے چل رہا تھا اپنے خلیفہ کو جب رعایا نے بچشم خود دیکھا تو ان کے دلوں کو
 اطمینان ہوا اور جو کچھ شکوک المنصور کی نسبت پیدا ہوئے تھے وہ رفع دفع
 ہو گئے المنصور نے علاوہ امرای حلیل القدر مثل المصحفی اور غالب وغیرہ کے
 تمام ارکان خاندان شاہی کو ہشام سے جدا کرنے کی غرض سے کسی نہ کسی
 بہانے پر ان کو قرطبہ سے باہر بھیج دیا تھا چنانچہ خاندان بنی امیہ کے اس قابل رحم
 حالت کو ایک شاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

ابْنِ اُمَیَّةٍ اَيْنَ اِقْبَارِ الدُّجَى	مِنْكُمْ وَاَيْنَ مَجْوُهَا وَالْكُوْكَبِ
غَابَتْ اَسْوَدُ مِنْكُمْ عَنْ غَابِهَا	فَلَذَا لَعْنًا زَالِمًا هَذَا التَّغْلِبُ

ماہ صفر ۳۹۲ھ مطابق سنہ ۱۰۰۲ء میں المنصور نے اپنی (۵۲) لیغار کا ارادہ کیا
 اور فوج کو مختلف مقامات مثل افریقیہ وغیرہ سے فراہم کر کے دریائی ڈیلورو
 سے اوتر کر قسطلہ کی سرحد میں داخل ہوا اس ملک کا قوس اپنے قلعہ کے

سے اے بنی امیہ وہ لوگ تمہارے جوش چاند کے تھے کہاں ہیں اور وہ لوگ جوشل ستاروں کے تھے کہاں ہیں
 کیونکہ تمہارے لوگ جو شیر تھے اپنے نیتانوں سے غائب ہو گئے اس لیے اس ملک پر اس تغلب کا قبضہ ہو گیا۔

قریب مع فوج خمیہ زین تھا اور اس کی مدد کے لیے اطراف و جوانب کی تمام عیسائی
 حاکم اپنی اپنی فوج کے ساتھ موجود تھے اس مقام پر ایک جنگ عظیم واقع ہوئی۔
 جس کے متعلق عیسائی مورخین قدیم نے بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے مگر اس
 جنگ کا اخیر نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو کامل فتح حاصل ہوئی۔ اس فتح کے بعد المنصور ایک
 ایسے سخت مرض میں مبتلا ہوا کہ جس سے یہ جانبر نہ ہوا۔ اپنے اخیر زمانے میں جب
 اس کو اپنی زندگی سے ایک طرح کی مایوسی ہو گئی تھی سلطنت کی آیندہ ترقی اور ریاست
 کے قیام و استحکام کی نسبت اس کو فکر و تردد رہا کرتا تھا اگر اس عجیب و غریب
 آدمی کے حالات اور واقعات بتظر سرسری دیکھے جائیں تو اس سے زیادہ خود غرض
 اور بدخواہ سلطنت کوئی نہ ملے گا لیکن اگر اس زمانے کی تاریخ کو کوئی شخص نظر
 حقیقت دیکھے اور جو راجی کہ مختلف مورخین نے اس کی نسبت قایم کی ہے وہ پیر
 کامل غور کرے تو ہر انصاف پسند آدمی کو یہ ماننا پڑے گا کہ محمد ابن ابی عامر ایک
 سچا خیر خواہ اپنے ملک کا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنے بادشاہ کو بالکل
 بے دست و پا کر رکھا تھا اور نہ اس میں شک ہے کہ اس نے اپنے مرنے و سر پرست
 مثل جعفر ابن عثمان المصحفی وغیرہ جیسے امرا کی حیل القدر اور خیر خواہان سلطنت
 اندلس کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل و تباہ کیا بلکہ ان لوگوں کے خاندانوں کے

کے نام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا لیکن جب ہم اس کے زمانے کی حکومت پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ سچی عظمت و شوکت اور جلال دکھائی دیتا ہے جو سابق میں اندلس کو کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ اگر اس کو دنیا میں کوئی فکر تھی تو وہ یہ تھی کہ اس سلطنت کے قیام و استحکام میں کوئی فرق نہ آنے پائے اور اگر اس کی کوئی آرزو تھی تو یہ تھی کہ میں بعون الہی علم و فن اور سلطنت کی عظمت و بزرگی کو اس قدر ترقی دوں کہ میرے بعد اس کو کوئی آفت نہ پہنچے اور تمام دنیا خلیفہ اندلس کے نام سے لرزتی رہے ہشام ثانی کے عہد حکومت اور المنصور کے زمانہ وزارت میں جس قدر علم و فن کو عروج حاصل ہوا اس کی نظیر زمانہ گزشتہ کی تاریخ میں بہت کم ملے گی المنصور کی کوشش یہ تھی کہ علم کا شوق عام طور پر پیدا کیا جائے۔ ان خیالات کا اثر امیر اور غریب سب پر ایسا پڑا کہ اہل صغلب بھی جو زیادہ تر فوجی اور محض جہل و اورادنی ملازمین محلات شاہی کے ہنرہ میں شمار کیے جاتے تھے حصول علم و تہذیب کیلئے رجوع ہوئے ایسی شہرت پائی کہ یہی مجلس علم میں شریک کر لیے گئے۔ عبادۃ ابن ہشام اور حلیب الصقلی اس منہج کے عالم گزری ہیں جن کی کتابیں اس وقت تک موجود ہیں۔

لے اس کی کتاب تذکرۃ الشعراء موجود ہے یہی کتاب الاستطفا و المفاہیہ علی من انکرفعال الصعابہ شہادہ موجود ہے یہی شہادت گوگون بن المغیرہ ابن خرم اور ابو الوداد بن ابی غریبہ بن یونس ابن عبد البر کا نام ہے زمانہ کی فہرست میں نظر تو یہ ہے کہ اس نے اپنے زمانہ کی تاریخ لکھی ہے۔

المنصور نے ابوعلی سید ابن الحسن ابن علی اللغوی کو بغداد سے تعریف سن کر بلایا تھا لیکن جس وقت ابوعلی قرطبہ پہنچا تو کچھ تو دوسرے علما کی شکایت سے جن کو ایک نے شخص کا آنا بہت ناگوار گزارا تھا اور کچھ اس وجہ سے کہ اس کو اس قدر ذی علم سببی کہ تعریف سنی گئی تھی نہیں پایا المنصور نے اس پر زیادہ توجہ نہیں کی دوسروں نے موقع پا کر ابوعلی کو نالایق ثابت کرنا چاہا مگر یہ نہایت چالاک اور حاضر جواب آدمی تھا اس کی ظرافت اور بذلہ کوئی نے المنصور کو اس کی طرف پہنچو کر لیا مگر دیگر علمائے دربار سے بدستور رد و قدح جاری رہی جب اس نے دیکھا کہ بغیر اظہار لیاقت کا میا بی دشوار ہے اس نے ایک روز المنصور سے درخواست کی کہ مجھ کو اگر اجازت ہو تو تیرے ذاتی اور خاندانی حالات کی نسبت ایک ایسی کتاب تیار کروں جو کتاب التواریخ کے مقابلہ میں بلکہ اس سے بہتر ہو۔ چنانچہ حسب احکام اس نے ایک کتاب لکھی اور اس کا نام فصوص رکھا۔ اس کے تمام معصرا علماء اس کتاب کی اشاعت کے منتظر تھے۔ اس کے شائع ہوتی ہی اس پہلے اور اس کی کتاب پختہ چینیان شروع کر دیں اور یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ تمام

اس کتاب عبد الرحمن الناصر کے زمانہ سلطنت میں ملک الشعراء ابوعلی القاسمی نے تصنیف کی تھی۔ اسمین

خاندان بنی امیہ کے حالات و واقعات مذکور ہیں۔

کتاب جھوٹ اور مبالغہ سے بہری ہوئی ہے اور اس میں ایسے واقعات درج ہیں جن کی تصدیق نہ تو کسی تاریخ سے ہوتی ہے اور نہ ان لوگوں سے جو المنصور اور اس کے حالات سے بخوبی واقف ہیں ان علماء نے صرف نکتہ چینوں ہی پر کتفا نہیں کیا بلکہ المنصور سے یہ کہا کہ یہ شخص علم سے بے بہرہ اور نہایت جھوٹا اور دغا باز ہے اس کے اشارے ہی جو قابل تعریف ہیں وہ سب مسروقہ ہیں اور اپنے اس بیان کی تصدیق میں محض سادہ کاغذ کی ایک کتاب تیار کی اور اس کا نام کتاب النکت اور اس کے مصنف کا نام ابو الغوث جلد کے باہر لکھ کر اس کو ایک ایسی جگہ رکھا کہ جہاں سے سعید ہمیشہ گزرا کرتا تھا جس وقت یہ وہاں آیا تو المنصور نے کتاب کو اس خیال سے اٹھالیا کہ کہیں اس کو کھول کر نہ دیکھ لے اور صرف کتاب اور مصنف کا نام بتا کر پوچھا کہ یہ کتاب بھی تیری نظر سے کبھی گزری ہے یا نہیں سعید نے بلا تاٹل جواب دیا کہ ہاں اس کتاب کو میں نے ایک شیخ کے ساتھ پڑھا تھا چونکہ اس کو پڑھتا ہوں تو ایک زمانہ ہوتا ہے مجھ کو اس کا پورا مضمون یاد نہیں رہا صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس میں مختلف اور نہایت مختصر واقعات درج ہیں المنصور کو یہ سن کر نہایت غصہ آیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے زیادہ جھوٹا اور دغا باز آدمی دنیا میں نہیں دیکھا اور اپنے سامنے سے نکلوا دیا وہ لوگ جو اس کی بدت

کے بانی شہان میں سے ایک نے یہ شعر کہا۔

قَدْ غَاصَ فِي الْبَحْرِ كِتَابُ الْفُصُوصِ	وَهَكَذَا أَكَلْتُ قَلِيلَ يَغُوصُ
---	------------------------------------

جس کا جواب ابوعلی سعید نے نظم میں یوں دیا۔

عَادَ إِلَى مَعْدِنِهِ إِنَّمَا	تُوجَدُ فِي قَعْرِ الْخُورِ الْفُصُوصُ
---------------------------------	--

ابوعلی سعید کو ایک خود غرض اور حیلہ ساز آدمی بتاتا ہم بعض وقت اس کے قلم سے ایسا پہنکتا ہوا اور پر مضمون شعر نکل جاتا تھا کہ جسے دیکھ کر شعرائی وقت دنگ ہو جاتے تھے۔ ایک روز یہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ می کشتی میں مشغول تھا کہ ان میں سے ایک نے قطرہ شراب کا لب جام لگا ہوا دیکھ کر نظم کرنے کی درخواست کی سعید نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔

كَانَ رِيحُ الْكَرْوَضِ لَمَّا أَتَتْ	فَتَتَّ عَلَيْنَا مِسْكٌ عَطَارِ
كَانَتْ أَبْرِيْقُنَا طَائِرُ	يَحُلُّ يَا قُوَّتًا بِمِنْمَارِ

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے المنصور کو گلاب کا پھول غیر موسمی لا کر دیا

لہ کتاب فصوص دریا میں ڈوب گئی اور اسی طرح جو خیر و جہل ہوگی وہ تین بیٹے گی۔

۲۵ پٹ گئے اپنے سعدن کی طرف کیونکہ سعدرون کی تین لکھنے پائے جاتے تھے۔

۲۶ جبکہ یمن ہوائی تو اس نے ہر عطار کی ای مشک کو چھڑکا۔ ہمارا جام شراب اس پر نہ کی مثل ہر کس کی منتظرین و ازیا قوت ہو۔

اتفاقاً سعید ہی اس وقت موجود تھا۔ اس نے فوراً یہ شعر پڑھا۔

أَتَاكَ بُوعَامِرٌ وَرَدَّةٌ	يَذْكُرُكَ الْمِسْكُ نَفْسَهَا
كَعَذْرَاءٍ أَبْصَرَهَا مُبْصَرٌ	فَغَطَّتْ بِأَلْمَامِهَا رَسْمَهَا

المنصور ایسے نادر اور برجستہ کلام سے نہایت محظوظ ہوا لیکن ابن العارف نے المنصور سے کہا کہ یہ اشعار سعید کے نہیں بلکہ ایک بغدادی شاعر کے ہیں جو قاسرہ میں رہتا ہے اوس نے اپنے قلم سے میری ایک کتاب میں لکھ دیئے ہیں المنصور نے اوس کتاب کے لائے کا حکم دیا ابن العارف فوراً ایک شاعر ابن بدر نامی سے یہ اشعار نظم کرا لیا جنہیں سعید کو شعر ہی نہ جہیں۔

عَشَوْتُ إِلَى قَصْرِ عَبَّاسَةٍ	وَقَدْ جَدَلْتُ نَوْمًا رَسَمَهَا
فَالْقَيْنْتُهَا وَهِيَ فِي خِدِّهَا	وَقَدْ صَوَّغَ الشُّكْرُ أَنَا سَهَا
فَقَالَتْ أَسَارِي عَلَى هَجْعَةٍ	فَقُلْتُ بَلَى فَرَمْتُكَ سَهَا
وَمَدَّتْ يَدَيْهَا إِلَى وَرْدَةٍ	يُحَاكِي لَكَ الطِّيبُ نَفْسَهَا
أَتَاكَ بُوعَامِرٌ وَرَدَّةٌ	يَذْكُرُكَ الْمِسْكُ نَفْسَهَا
كَعَذْرَاءٍ أَبْصَرَهَا مُبْصَرٌ	فَغَطَّتْ بِأَلْمَامِهَا رَسَمَهَا
وَقَالَتْ خِفْ لَكَ تَهْنِئَةً	فِي ابْنَةِ عَمِّكَ عَبَّاسَهَا

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَلَا خُذْتُ نَاسِي لَدُنَا سَهًا

فَوَلَّيْتُ مِنْهَا عَلَى غَفْلَةٍ

ابن العارف نے یہ اشعار ایک مصر کی لکھی ہوئی کتاب میں چسپان کر کے المنصور کے سامنے پیش کیے المنصور نے دوسرے روز ایک نہایت عمدہ کشتی مختلف چیزوں سے سجی ہوئی اپنے سامنے رکھی اور سعید سے کہا کہ آج تیری لیاقت اور سچائی کا امتحان ہم کو منظور ہے اسی وقت فی البدیہہ کشتی کی تعریف میں کچھ اشعار کہہ سعید نے فوراً یہ قصیدہ نظم کیا اور پڑھا۔

قصیدہ

وَهَلْ غَيْرُ مَنْ عَاذَكَ فِي الْأَرْضِ خَائِفٌ
وَأَعْجَبُ مَا يَلْقَاهُ عِنْدَكَ وَاصِفٌ
عَلَى حَافَتَيْهَا عَبَقْرُ رَوَافٍ

أَبَا عَامِرٍ هَلْ غَيْرُ جَدِّكَ وَكَافٍ
يَسُوقُ إِلَيْكَ الدُّهْرُ كُلَّ غَرِيبَةٍ
وَسَائِعُ نَوْصَاعِمَهَا هَامُ لَحْيَا

حاشیہ صفحہ ۱۶۵۔ قصر عباس کی طرف سے شب میں پہنچا وہاں کی ایسا بانوں کو نیند نے خواب غفلت میں لٹا دیا تھا میں نے عباس سے ملاقات کی جبکہ وہ اپنے خیمہ میں تھی اور شہ نے اس کے ہنشین پر غلبہ کر لیا تھا۔ پس عباس نے کہا کہ کیا تو میرے عالم دیداری میں آگیا ہو میں نے کہا ہاں۔۔۔ میں کو اس نے اپنے ہاتھ پر سالیہ پینکٹ کیا اور اپنا ہاتھ گلاب کی طرف درا کر کیا جاعلی درجہ کا خوشبودار تھا۔ ابو عامر جو کہ پاس گلاب لایا ہوا کسی خوشبودار شک کو یاد دلاتی طور و شل و س کناری لڑکی کے کہ جب کسی فراوسے دیکھا تو اس نے آئینوں کے اپنا سر چھپایا۔ پہلو سے ڈر کر اس سے ڈر کر اس لڑکی کو رسوا کر کے عباس اس کا چہرہ پر پسینہ کی غفلت میں پٹٹ کیا اور میں نے اپنی لڑکی کی لڑائی کو کو گور کر کے

عَلَيْهَا بِأَنْوَاعِ الْمَلَاهِي الْوَصَاةُ
تُظَلِّلُهَا يَا لِيَا سَمِينَ السَّقَائِفُ
إِلَى بَرْكَةٍ ضَمَّتْ إِلَيْهَا الطَّرَائِفُ
مِنَ الرُّقَشِ مَسْمُومِ اللَّعَابِينَ وَحَبِّ
مِنَ الْوَحْشِ حَتَّى بَيْنَهُنَّ السَّلَاحُ

وَلَمَّا تَنَاجَا حُسْنُ فِيهَا تَقَابَلَتْ
كَمِثْلِ الطِّبَاءِ الْمُسْتَكِنَةِ كُنُشًا
وَأَعْجَبُ مِنْهَا أَنَّهُمْ نَوَاطِرُ
حَصَاهَا لِلدُّلَى سَالِحٌ فِي عِيَايَا
تَرَى مَاتَرَهُ الْعَيْنُ فِي جَنَابَاتِهَا

المنصور برجستہ اور عمدہ کلام سن کر بہت مسرور ہوا اور اس کو ایک ہزار دینار سنخ
مع خلعت فاخرہ عطا اور تیس دینار اپنی جیب خاص سے ماہانہ بطور وظیفہ جاری کیے
ایک روز سعید ذوالک ہرن مع ایک قصیدے کے جس کے چند اشعار
ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں المنصور کو تحفہ بھیجا۔

ترجمہ صفحہ ۱۶۷۔ اے ابو عامر تیری بخشش کو تھا بدترین بڑھاپہ میں ہزار سو اس شخص کو کہ جس نے تجھے سوشنی کی روی زمین پر کوئی عاقبت نہ ہو
ایک ٹاڈ اور عمدہ خیر کو زانہ تیرے پاس پیش کرتا ہوا عجب شے تیرے لئے زمانہ کو مفتی ہر وہ تیرا وصف و مداح ہو اور بہت ہو گلیاں ہر جن میں ہزار
نے سنوارا اور بنایا جو کہ دونوں کناروں کے عبقر نامہ پارچہ ہمارے زینا و زین ہیں ہمارے جیو جس کا ہل ہوا اور انتہا کو پہنچا تو گلیاں میں سن
انواع ہلوہو لعب اس کا مقابلہ کیا وہ کہیں میں مثل دن ہوں کہ میں ہوا رام ملنے مسکن میں ہیں اور دن ہوں کہ مسکن بھی تین گلیاں ہیں میں
اور عجب یہ کہ وہ کہیں نظر آ کر رہی ہیں اس عرض و ممکن کہ قصہ اس عرض ہو کہ شتی ہو کی طوف عجب سب کا رگہ گیر کیا اور گزیر کیا
موتی ہیں ہمارا اس کے معظّم آب میں سناپ جی کہ دونوں بن ہر لہریں ایک دوسرے کے متاثر ہیں ہوں ہر قصہ اس شہید زلف نیکان مذکور ہیں

قصیدہ

يَا حِرْزَ كُلِّ مَخَوِّفٍ وَآمَانَ كُلِّ مُشْرِدٍ وَمُعَرِّكٍ مَذَلٍّ
يَا سَلَاةَ كُلِّ فَضِيلَةٍ وَنَظَامَ كُلِّ جُزَيْلَةٍ وَتَوَاعُلَ كُلِّ مُعْبِلٍ
عَبْدٌ جَذَبَتْ بِضُبْعَةٍ وَفَعَتْ مِنْ مَقْدَرٍ أَهْلًا لِيَكُنْ
سُمِيَّةُ غَرْسِيَّةٍ وَبُغْيَةُ لِحْجٍ فِيهِ تَمَائِيلٌ وَتَقَاوُلٌ

حسن اتفاق سے جس روزیہ قصیدہ جس میں غرسیدہ کا بھی ذکر تھا پیش ہوا اسی روز عرب قومس قسطلمہ کو جس کا نام غرسیدہ تھا اور جو اتفاقاً شکار کیلئے نکلا تھا گرفتہ و بستہ دربار میں حاضر لائے المنصور اس نا دور واقعہ سے بہت مغلوط ہوا اور سعید کو پہلے سے ہی زیادہ عزیز کرنے لگا۔

المنصور نہایت انصاف پسند اور رعایا پرور حاکم تھا عدالتی احکام میں اسے کبھی بلاوجہ مقول خل نہیں دیا اور نہ ایسے معاملات میں کبھی سعی و سفارش پر عمل کیا۔ سلطان نے تعویذ ہر خائف کے اور امان ہر گریختہ کے اور عزت بخش ہر خوار و پریشان کے ہر ایک ملک و فنیت کے اور نظام ہر شکر اور دولت و ثروت ہر عیالدار کے چس بندہ کا تو بازو تہام کر اپنی جانب کھینچا اور جس کو اندازہ ہی تو ہے بلکہ کیا اوس نے یہی حد ہر تہمت کیل میں کیا یہ وہ نہر غار غسیدہ کی پیدائش کو متکمال جسم پر ہنوز باقی ہوں اور بغیہ و غنوان شباب میں جو وہ خواہش کی گئی تھی کہ یہ میرا ملان اور میری گفتگو اس کے پاس میں صحیح ہو۔ یہاں اتفاق وقت کے گرفتار شدہ کا نام بھی غرسیدہ تھا جس کا ذکر متن میں ہے۔

ایک روز المنصور نے فصد لینے کی غرض سے اپنے جراح مخمر نامی کو طلب کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ کسی الزام میں قاضی کے حکم سے قید کر دیا گیا ہے المنصور نے جراح کو قید خانے سے بلوایا اور فصد لینے کے بعد جب اس جراح نے زانیہ رہائی کی درخواست کی تو جواب دیا کہ میں عدالت کے احکام میں بشرطیکہ وہ صحیح اور منصفانہ ہوں ہرگز دخل نہیں دیتا۔ یہ کہہ کر جراح کو جیل خانہ واپس بھیج دیا۔

المنصور امراء اور رعایا سب کے حالات خفیہ طور پر دریافت کیا کرتا تھا بالخصوص عیسائیوں کی نگرانی اور ان کی سازشوں نے اس پر دن کا چین اور رات کی نیند حرام کر رکھی تھی تمام شب اسی فکر و اندیشہ میں بسر ہوتی تھی۔ ایک بار کسی امیر نے شب کو آرام لینے کی نسبت امر کیا المنصور نے جواب دیا کہ رعایا کی استراحت و آرام۔ ملک کا امن و امان میری بیداری پر موقوف ہے۔

یہ کہہ کر المنصور نے ایک سوار کو حکم دیا کہ شہر سپاہ کے دروازہ پر کھڑا ہو اور علی الصباح جو شخص پہلے باہر نکلے اس کو میرے پاس حاضر کر۔ چنانچہ صبح کو ایک نہایت معمر عیسائی گدھے کو ہکاتا ہوا شہر کے باہر نکلا۔ سوار نے بڑھے کے اس بیان پر کہ میں لکڑی لانے کے واسطے جکل جا رہا ہوں اور نیز اس خیال سے کہ ایک ضعیف ازکار رفتہ کا بیجان بے سود ہے اس سے معترض نہ ہوا مگر المنصور کے حکم کی تعمیل

کے خیال نے کہ پہلا شخص جو دروازہ سے باہر نکلے حاضر کیا جائے اس سوار کو ایسا
 یحییٰ کیا کہ وہ اس بڑے کے پیچھے دوڑا اور کشتان کشتان اس کو دربار میں لے آیا
 المنصور نے اس بڑے کی جامہ تلاشی کا حکم دیا جب اس کے پاس سے کوئی
 چیز برآمد نہ ہوئی تو کہہ ہے پر جو ایک چمڑاڑا ہوا ہتھکڑیا گیا۔ بہت کچھ تلاش کے بعد اس
 چمڑے میں سے ایک خط نکلا اس میں شہر کے عیسائیوں نے اپنے ہم مذہب مسیحیوں
 یہان کے واقعات سے مطلع کر کے عربوں پر فوج کشی کی رائی دی تھی المنصور
 نے ان باغیوں کو فوراً گرفتار کر لیا۔

اس کے زمانے میں جس قدر عرب عربوں کا عیسائیوں پر چھایا ہوا وہ
 واقعات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ عیسائی صرف اس کے رایت لشکر کو دوسرے
 دیکھ کر شہروں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چیتے تھے ایک فوج ب جنگ کے بعد اپنے
 ملک کو واپس ہوئے ایک علم ان کا شہر کے قریب کسی بلند مقام پر لگا رہ گیا۔ باوجود
 تمام فوج کو سونے دوڑا رکھ لیا تھی لیکن پہرے کو ہوا میں ابلہا تا دیکھ کر کئی روز تک
 دروازے شہر کے بند رہے اور کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ شہر سے باہر نکل کر اس واقعہ کو
 دریافت کرتا۔ میدان جنگ میں المنصور کا نام سن کر بہادر ترین عیسائیوں کے
 زہرے آب ہوتے تھے اور قبل از جنگ یہ خیال ان کے دلوں میں جم جاتا تھا

کہ اس کے مقابلے میں کامیابی ممکن نہیں۔ بعض وقت جب اس کو عیسائی گھیر
 لیتے تھے اور ظاہر رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، سو قہراً وکی بہت مرواؤ وہ
 کار نمایاں ظہور میں آتی تھیں جس کے دوست دشمن دونوں معرفت میں چنانچہ
 المنصور ایک بار ان لوگوں سے جنگ میں مصروف تھا اور ایک نہایت تنگ
 و تاریک راستے سے جو دو سب بفلک کشیدہ پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا گزر کر
 دشمن کے ملک میں داخل ہوا۔ لیکن ہنوز عیسائیوں سے مقابلہ نہیں ہوا تھا کہ
 اس نے دیکھا کہ عرب اپنی سرحد سے بہت دور نکل آئے ہیں اور عیسائی جنگ
 سے براہر گریز کر رہے ہیں اور نیز بہت کچھ مال غنیمت عربوں کے ہاتھ آ گیا ہے
 اس نے فوج کی واپسی کا حکم دیا جس وقت عرب اس درہ کوہ کے قریب پہنچے
 تو المنصور نے دیکھا کہ عیسائیوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے واپسی حالت میں
 اوس مقام سے گزرنے کی کوشش کرنا اپنے کو اور اپنی فوج کو محض برباد کرنا
 ہے۔ یہ اپنی لشکر گاہ سابقہ پر واپس آیا اور حکم دیا کہ فوج کے رہنے کے لئے مکانات
 تیار ہوں اور اطراف کے تمام مقامات پر قبضہ کر لیا جائے اور سوائی عورتوں اور
 بچوں کے جو عیسائی ملے اوس کو قتل کر کے لاش اس درہ کوہ کے سامنے
 ڈال دی جائے اور عورتوں اور بچوں کو مسلمان ہونے کی ترغیب دے کر تھیں لائی جائے

غرض چنڈ ہی روزین ایک انبار عظیم ان نعشوں کا عیسائیوں کے سامنے جمع ہو گیا۔ عیسائی اپنے ملک و قوم کو اس طرح تباہ ہوتے دیکھ کر بہت پریشان ہوئے بالآخر المنصور کو کہلا بھیجا کہ جو عورتیں اور بچے مقید ہیں رہا کر دے جائیں اور مال غنیمت واپس کر دیا جائے تو ہم تجھ کو اور تیری فوج کو بلا تعرض درہ کوہ سے گزرنے دین گے المنصور نے یہ جواب دیا کہ میری فوج فی الحال اس ملک سے جانا نہیں چاہتی یہاں پر سب قسم کا بندوبست اپنے آرام و آسائش کے لئے کر لیا ہے اور اگر ہم اس وقت واپس گئے بھی تو سال آئندہ موسم بہار میں ہم کو یہاں آنا ہوگا اس آمد و رفت کی تکلیف کو ارا کر نے کی عوض ہمارا یہاں رہنا مناسب ہے۔ اب بغیر کامل فتح ہمارا قدم پیچھے نہ ہٹے گا۔ عیسائی اس کے کمال استقلال اور عظمت کو دیکھ کر بہت ڈرے اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنی غفوغ خطا کی درخواست کی المنصور نے اس شرط پر کہ اگر فوج کی بار برداری کے لئے خچر فراہم اور رسد کا ایسا بندوبست کیا جائے کہ عربوں کو اپنی سرحد میں پہنچنے تک کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور نیز لاشوں کا ڈھیر جو راستے کے دہانے پر ہے وہ الگ کر دیا جائے۔ فی الحال درخواست صلح منظور کر لی۔ ایک موخ نے اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس سے زیادہ دشمنان اسلام کی کیا توہین ہوگی اور اس سے زیادہ خدا ہی تعالیٰ کا کیا قہر ان

مغفروں پر نازل ہو سکتا تھا کہ اپنے مقتولوں کی نعشیں ان کو اوٹھاتی ٹھہریں۔“
عیسائیوں نے ان تمام شرائط کو پورا کر دیا اور عرب بلا تعرض درہ کوہ سے گزر کر اپنے
ملک واپس آئے۔

اگر ہم المنصور کی لیغاروان عیسائیوں کے ساتھ جس قدر محاربات اس کے
زمانے میں واقع ہوئے ان سے قطع نظر کریں اور صرف سلطنت کی اندرونی حالت
پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ملک و رعایا کو کس درجہ امن و فارغ البالی حاصل تھی المنصور
کا کچھ ایسا عجب و داب اس ملک پر چھایا ہوا تھا کہ لوگ اگر کوئی اچھا کام بھی کرتے
تھے تو دیکھ لیتے تھے کہ کہیں المنصور کے خلاف طبع نہ ہو۔ ملازمین سلطنت کی کیا محابا
تھی کہ ان سے کسی قسم کی بے ضابطگی عمداً یا سہواً سرزد ہو جاتی۔ سب سے زیادہ اس کو
اپنی فوج کی راستگی کا خیال تھا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ خلاف و رزسی کی پاداش میں ہلچل
کو نہایت ہی سنگین سمجھتا تھا بلکہ اکثر سزائی قتل دیجاتی تھی المنصور کے زمانہ میں
فوج کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ تھی۔ ایک روز یہ اپنی فوج کا معائنہ کر رہا تھا اور
رسالے اور پٹریں نہایت ہی باقاعدہ اور با ترتیب بالکل خاموش اس کے سامنے
سے گزر رہی تھیں۔ اس کا حکم تھا کہ ایسے موقعوں پر گھوڑے کی آواز بھی کان تک نہ پہنچے
اتفاقاً کسی سپاہی کی تلوار کی جھلک نظر آئی۔ اس بد قسمت نے خلاف قاعدہ بلا اجازت

اپنے افسر کے تلواریں سے نکال لی تھیں المنصور نے اس کو اپنے سامنے طلب کیا اور صرف اتنی سی غفلت پر اس کے قتل کا حکم دیا

المنصور کو تعمیر مکانات کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اس کے زمانہ حکومت میں جو عمارتیں بنائی گئی تھیں وہ بھی کچھ کم مشہور نہیں ہیں۔ سب سے قریب کچھ کی نسبت ہم بہت کچھ تحریر کر چکے ہیں اس کے زمانے میں وسعت دی گئی اور دار الخلافہ سے کچھ فاصلے پر ۳۸۰ میلین قلعہ الزاہرہ تعمیر کیا گیا جو رفتہ رفتہ اس کے زمانہ عروج میں ایک خاصہ شہر بن گیا تھا۔ عمدہ اور نفیس مکانات جن کے شہر کے گنبد مثل آفتاب منور تھے اور پرفضا سیرگاہوں اور خوشنما بازاروں سے مزین تھیں دریائی وادی البکیر پر ایک پل ایک لاکھ چالیس ہزار دینار سرخ کے صرف سے ۳۹۰ میلین تعمیر کیا گیا تھا علاوہ ان کے اور بہت سی عمارتیں اور پل اندلس اور افریقہ میں اس کے زمانے میں تیار ہوئے۔ المنصور اپنے عقائد مذہبی کا بہت پابند اور مشہور ہے کہ قرآن ہی اپنے ہاتھ سے لکھا کرتا تھا جس وقت یہ اپنی آخری جنگ سے لیون کو فتح کر کے لوٹا ہو رہا تھا شہر سالم میں ماہ رمضان ۳۹۲ھ مطابق ۱۲۰۷ء میں اس نے انتقال کیا جب المنصور کے انتقال کی خبر عام طور پر معلوم ہوئی تو صرف اس کے مخالفین ہی کو نہیں بلکہ تمام رعایا کو ایک طرح کی خوشی حاصل ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ اب ہمارا ظیفہ

بذات خود اپنی سلطنت کے نظم و نسق کی طرف متوجہ ہوگا سب سے زیادہ آثارِ مسرت کے اہل قرطبہ کے بشرون سے ظاہر تھے اور قصر الزہراء کے باہر ان کے نعرہ مانے شادمانی سے تمام دارالخلافہ گونج رہا تھا۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کا یہی خیال تھا کہ اپنے جابر وزیر کے مرنے سے خلیفہ بھی بہت خوش ہوگا لیکن اس زمانہ دراز کی بیکاری نے ہشام کو اس قدر آرام طلب اور عیش پسند کر دیا تھا کہ جب اس کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو بجائی خوشی کے آثارِ رخ و فکر کے اس کے چہرے سے نمودار ہوئے اور عبد الملک بن المنصور کے آنے تک یہ بالکل ساکت رہا جب عبد الملک مدینہ سالم سے اپنے باپ کو دفن کر کے قرطبہ آیا ہشام نے اپنے ہاتھ سے اس کو خلعت پہنایا اور المنصور کی جگہ اس کو اپنا حاجب مقرر کیا۔ اس تقریر سے لوگوں کو تعجب ہی نہیں بلکہ از حد افسوس ہوا اور سب بیدل و مایوس ہو کر اپنے اپنے گہروں میں بیٹھ رہے خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر عبد الملک نے اپنے باپ کی روش پر چلنا شروع کیا اور بلا خوف و خطر چچا ہارنے لگا۔

عبد الملک بن المنصور نے عنانِ حکومت کو ہاتھ میں لیتے ہی ^{۳۹۳} ۳۹۳ء میں بغرض تالیفِ قلوب المغرین زیری بن عطیہ کو اس کے حسبِ استدعا بذریعہ فرمان شاہی مغرب الاقصیٰ کا مستقل حاکم مقرر کیا۔ اور مثل اپنے باپ کے

ہر سال عیسائیوں پر فوج کشی کرتا رہا۔ اس نے اپنے زمانہ حکومت میں آٹھ بار
 ان لوگوں پر فوج کشی کی اور ہر بار کامیاب رہا۔ ۳۹۳ء میں بادشاہ حلیقیہ
 کو شکست عظیم دیکر اس کے پائی تخت لیون کو تاراج کیا جس کے صلہ میں سلطان
 نے اس کو سیف الدولہ اور المظفر کا خطاب عطا فرمایا۔ عبد الملک نے
 تقریباً نو سال کی حکومت کے بعد ماہ محرم ۳۹۹ء میں انتقال کیا۔
 عبد الملک کے بعد اس کا بیٹا عبد الرحمن بن المنصور حاکم
 مقرر ہوا اور خلیفہ کو ایک چھوٹے گوشت بھجکد مثل اپنے باپ اور بیٹا کے بلا مزاحمت
 حکومت کرتا رہا۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ المنصور نے اپنے زمانہ
 حکومت میں نہ صرف بادشاہ کو قید کر رکھا بلکہ امرا و عرب کی قوت کو اس قدر توڑا
 تھا کہ ایک زمانہ دراز تک یہ لوگ اس کے خاندان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ عبد الرحمن
 نے اپنے تقرر کے چند ہی روز بعد المامون یا جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں
 الناصر لدین اللہ کا لقب اختیار کیا اور تمام لوازمات اور اقتدارات شاہی کو کام
 میں لائے۔ لہذا المنصور نے کوئی بھتقت بادشاہی کی تھی لیکن ہمیشہ اپنے کو ہشام
 کا وزیر ظاہر اور احکام فوان شاہی خلیفہ ہی کے نام سے جاری اور نافذ کرتا تھا لیکن
 عبد الرحمن نے اس ظاہری عباداری اور خیر خواہی کو بھی بالائی طاق رکھا اور

حکم اور فرمان بھی اپنے ہی نام سے جاری کرنے لگا۔ موجودہ امرائے دربار چونکہ سب اسی خاندان کے ساخت و پرداختہ تھے ہر حالت میں اسی کے طرفدار و معاون بنے رہے علاوہ برین عامہ خلافت بھی اب اس طرز حکومت کی عادی ہو گئی تھی کسی نے ان باتوں پر اعتراض نہیں کیا عبدالرحمن نے جب یہ حالت دیکھی جس کی اس کو خود امید نہ تھی اس نے ہشام پر اور زیادہ زور اور دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ چونکہ یہ تباہی اور زلت ہشام کو خود اپنے ہاتھوں نصیب ہوئی تھی اب اس میں کہاں اتنی قدرت تھی کہ اپنے زبردست وزیر کے احکام کو منسوخ یا اون پر اعتراض کرے۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ عبدالرحمن کے دل میں تاج اور تخت کی ہوس پیدا ہوئی اور اس نے ایک فرمان ابو حفص ابن بکر سے تیار کرا کر اس کی ایک نقل خود سلطان سے جبرگرائی اور اس حکم سلطانی کا اعلان تمام ممالک محروسہ میں کیا گیا۔ یہ فرمان جو کہ ایک معاہدہ کی شکل میں تھا حسب ذیل ہے

امیر المؤمنین ہشام المومند باللہ بہ ثبت دستخط خاص اپنی عزیز عیال سے بکلفت یہ وعدہ کرتا ہے کہ جو کچھ کہ اس فرمان میں درج ہے اس کی پوری پوری پابندی کریگا بعد بہت غور و تامل اور اون عنایات اور بخششہا ہی ایندوی کو حیش نظر رکھ کر جو خدا ہی تعالیٰ نے بمقتضای کرم اور فضل خلیفہ ہشام بن خلیفہ الحکم المستنصر باللہ بن

خلیفہ عبد الرحمن الناصر لدين اللہ کو عطا فرمائی ہیں اور اس کو عامہ خلائق
 کا امام اور امیر المؤمنین گردانا ہے یہ خوف عظیم امیر المؤمنین کے دل میں پیدا ہوا کہ اگر
 میں بجز فیاض منصبی کے ادا کرنے میں قاصر رہا اور اپنی عزت پر عایا اور ملک کا جن کو خدا
 نے بطور ودیعت میرے سپرد کیا ہے بغیر معقول انتظام کیے بے یار اور مددگار
 اور بغیر ایسے سرپرست کے سپرد کیے جو سچا خیر خواہ ملک و رعایا کا ہو اس جہان فانی سے
 کوچ کر گیا اس وقت منتقم حقیقی کو کیا جواب دیا جائے گا پس خلیفہ نے مصمم قصد کر لیا ہے
 کہ خاندان قریش یا اون عربوں میں سے جنہوں نے اس ملک کو اپنا وطن گردانا ہے
 کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین اور وارث ملک اور قوم کا نگہبان مقرر کروں جو قوم کا
 سچا ہمدرد اور دلی بہی خواہ ہو اور جو سچے عفت و اعتدال کے ساتھ اپنے مذہب کا پورا
 پابند ہو جس کا آئینہ قلب زنگ خود غرضی اور خود ستائی اور مردم آزاری کی ضلالت
 صاف اور روشن ہو۔ جو معدلت گستری اور رعایا پروری اور راست بازی میں مشہور
 عالم ہو۔ غرض وہ ایسا آدمی ہو جو ہمیشہ اپنے خدا و رسول سے ڈرتا رہے اور اس کے
 احکام سے سرسوا انحراف نہ کرے اور جس سے خدا و رسول اور عامہ خلائق خوش
 رہیں۔ بعد جستجوی بسیار امیر المؤمنین نے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا ہے جو ان تمام
 جوہروں سے آراستہ اور تمام صفات سے پیراستہ ہے جس کا نام المطوف عبد الرحمن

بن المنصور ابن محمد ابن ابی عامر ہے یہ شخص ایک خاندان عالی شان کا
 رکن اعظم ہے اور بلحاظ لیاقت اور متانت اور سنجیدگی اور دیگر صفات حمیدہ اور
 خصائل ستودہ اس قابل ہے کہ میرے بعد خلافت اندلس کو انجام دے
 اس کا نادر العصر اور اس میں ان تمام باتوں کا جمع ہونا جو کہ بادشاہوں میں لازمی
 اور ضروری ہیں جن کے باعث اس کو اپنے ہم عصرون پر ہر طرح فوق حاصل ہے
 کوئی تعجب خیر امر نہیں۔ اس لئے کہ یہ شخص المنصور کا بیٹا اور المظفر کا بہنوئی
 ہے۔ ایک دوسری نہایت اہم وجہ اسی شخص کو منتخب اور دوسروں پر ترجیح
 دینے کی یہ ہوئی کہ جب امیر المومنین نے علم نجوم سے کام لیا تو معلوم ہوا کہ خلیفہ کے
 بعد ایک شخص بنی قطن سے تخت خلافت کو زینت چکا جبکی تصدیق عبد اللہ ابن
 عمرو ابن القاص اور ابو ہریرہ کی اس تحریر سے ہوتی ہے کہ ایک روز
 رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ ایک وقت وہ آئے والا ہے کہ بنی قطن کا ایک
 شخص آدمیوں کو اپنے سامنے لکڑی سے ہٹکائے گا۔ چونکہ اس آدمی میں تمام
 خوبیاں جس سے انسان انسان بنتا ہے موجود ہیں اور چونکہ کوئی اس کا ہم
 نظر نہیں آتا لہذا مالہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ وہی آدمی ہے۔ پس امیر المومنین اپنی غاں
 خواہش اور رغبت سے بلا جبر واکراہ اور گواہوں کے سامنے خدا اور رسول اور

چار خلفاء اشعریہ کو اپنے اس فعل کا گواہ گردانکر اپنے زمانہ زندگی میں المامون
عبدالرحمن بن المنصور کو سلطنت کا انتظام سپرد کرتا ہے اور بعد اس کے
انتقال کے یہی تخت و تاج کا وارث ہوگا المامون عبدالرحمن بن المنصور
جو اس وقت حاضر ہے اس کو قبول کر کے وعدہ کرتا ہے کہ اپنے کار مفوضہ
کے انجام دینے میں ہمہ تن مصروف رہے گا۔

یہ فرمان جس کو سند ولی عہدی کہنا چاہیے ماہ ربیع الاول ۳۹۹ھ مطابق
سنہ ۱۰۰۰ء میں دربار عام میں یہ حاضری و زراعی سلطنت اور اعیان دولت وغیرہم
بڑا گیا اور حاضرین دربار کی اس پر دستخطیں لگیں اسی روز عبدالرحمن ولیعہد شہور ہوا
الغرض جب عبدالرحمن کی امیدیں پوری ہوئیں اور اس کی ولیعہدی کا
اعلان مسجد قرطبہ کے منبر سے کیا گیا تو اس نے نہایت اطمینان اور استقلال
کے ساتھ اپنے خیالات کے موافق سلطنت کا انتظام شروع کیا لیکن ابھی اس کا
تارہ اقبال اپنے کمال عروج تک پہنچا تھا کہ اس کے ساتھ ہی آثار انحطاط اور
بد اقبالی کے نمودار ہونے لگے جس کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی تباہی کے ساتھ اس کا
خاندان بھی برباد ہوا وہ امرائی عرب جو اب تک اس شہاب ثاقب کی تیز رفتاری اور
غیر معمولی روشنی سے متحیر اور بے حس و حرکت ایک سکتے کے عالم میں پڑے تھے

ایک دفعہ چونکہ تو دیکھا کہ ایک شخص جس کا باپ ان کی خوشامد اور کفش برداری کو اپنا کمال فخر سمجھتا تھا اس کے دل میں اب اس عظیم الشان سلطنت کے تاج و تخت کی آرزو پیدا ہوئی بلکہ اس نے ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے عجب غریب تماشہ دیکھ کر بنی امیہ اور قرشیوں نے اس کی مخالفت شروع کی۔ ان کی خوبی بخت سے چند ہی روز میں اون کو عمدہ موقع اس کے مقابلہ کا ملا یعنی عبدالرحمن نے اپنے تین اس ملک کا مستقل حاکم جان کر ظلم و زیادتی شروع کر دی اور رعایا کو بوس قوت تک لگرس کی طرف دار نہ تھی تو مخالف ہی نہ تھی اس کی زیادتیوں سے بد دل ہونے لگی اسی اثنا میں عبدالرحمن نے مثل اپنے باپ کے عیسائیوں سے جنگ کا قصد کیا اور فوج لیکر بذات خود قرطبہ سے جلیقیہ کی طرف روانہ ہوا۔ امرای عرب نے رعایا کو مختلف تدبیروں سے اس جدید انتظام سے ناخوش اور برداشتہ خاطر ہوئی یا تھا اس کی عدم موجودگی میں افسر فوج کو جس کے سپرد عبدالرحمن نے دار الخلافہ کا انتظام کیا تھا قتل کر ڈالا اور خلیفہ کو معزول کر کے خلیفہ عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کے دوسرے پوتے بن سے محمد بن ہشام بن عبد الجبار کو ہشام کی جگہ تخت خلافت پر بٹھایا اور قلعہ الزاہرہ کو بھی منہدم کر ڈالا۔



باب ہشتم

طوائف الملوکی - محمد ابن عبد الجبار المہدی - سلیمان - سلطان ہشام کلاوا - تخت پر

بیٹھا - اہل بربر کی بغاوت - قتل عام - خلیفہ ہشام کا قتل -

محمد المہدی باندہ کے مختلف حالات یہ ہیں کہ اس کے باپ ہشام ابن عبد الجبار نے عبد الملک ابن المنصور کے زمانہ حکومت میں تخت پر بیٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن بہت جلد عبد الملک کو اس کے ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اس نے ۳۴۰ھ مطابق ۹۵۱ء میں اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے قتل کے بعد محمد ابن ہشام کا جو کہ ایک صاحب ہمت و جرأت آدمی تھا یہ قصد ہوا کہ اپنی باپ کے شروع کئے ہوئے کام کی تکمیل کرے لیکن عبد الملک کی ہوشیاری اور حسن انتظام نے اس کو اس قصد سے باز رکھا جب عبد الرحمن اپنے بہائی کی جگہ وزیر مقرر ہوا اور بحیرہ خلیفہ کو معطل کر کے اپنی ولیعہدی کا اعلان کیا۔ محمد ابن ہشام نے عامہ خلاف کو اس بات سے بے انتہا ناراض اور

عبدالرحمن کی عدم موجودگی میں میدان خالی پا کر اس کے خلاف میں سازش شروع کر دی حسن ابن یحییٰ اور ایک شخص مطرف نامی نے اس سازش میں اس کو بہت کچھ مدد دی علاوہ اس کے اس نے اپنے گرد بہت سے بد معاشوں اور ایسے جرایم پیشہ لوگوں کو جو محض اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان عزیز دینے پر آمادہ اور تیار تھے فراہم کر لیا۔

عبدالرحمن نے قرطبیہ چوڑنے کے قبل خزانہ کی تفتیش کی اور احمد بن حزم اور عبداللہ ابن عمر کو جن کی خیر خواہی اور ہوشیاری پر اس کو پورا بہروسہ تھا دارالخلافہ کا حاکم مقرر کیا چونکہ اس کو پورے طور پر یقین ہو گیا تھا کہ اب میرے مقابلہ میں کوئی شخص سرکشورش نہیں اٹھا سکتا لہذا دارالخلافہ میں زیادہ فوج چھوڑنے کی چندان ضرورت نہ سمجھی اس سہل انکاری کا یہ شمر لاکہ اس کے جاتے ہی اس کے مخالفین درپے اس کی بربادی کے ہو گئے محمد ابن ہشام ابن عبد الجبار کے لوگوں میں سے کسی کی غلطی سے قبل از وقت تمام شہر میں یہ افواہ پھیلی کہ ایک زبردست شخص ابن ابی عامر سے غمگین حکومت چھینا چاہتا ہے ابن عمر نے جب اس خبر وحشت اثر کو سنا تو فوراً شہر میں اس گناہم شخص کے گرفتار کرنے کی غرض سے جاسوس مقرر اور مشتبہ اشخاص کی نگرانی کے لیے سخت احکام جاری کیے۔ اس

غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز تک باغیوں کو اپنا کام ملتوی کرنا پڑا لیکن تھوڑے روز
 بعد موقع پاکر بتاریخ ۵ ارجادی الاخریٰ روز دوشنبہ ۹۹۳ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۵۸۴ء محمد
 ابن عبد الجبار نے اپنے ہمرازوں میں سے تیس آدمیوں کو جن کی جرأت اور
 خیر خواہی پر اس کو پورا اطمینان تھا یہ حکم دیا کہ یہ نل کے دروازہ سے قمر طہین
 داخل ہوں اور فصیل پر چھان شام کو لوگ بطور سیر و تفریح جمع ہوا کرتے ہیں مثال تاشیو
 کہڑے ہوں اور حکم کے منتظر رہیں۔ ان کی روانگی کے بعد محمد ابن عبد الجبار
 خود ایک خچر پر سوار ہوا اور تنہا اس دروازہ پر آیا جس کی فصیل پر یہ لوگ حکم کے منتظر
 کہڑے تھے۔ جب یہ قریب پہنچا اس کے ساتھی جو اندر پوشیدہ موجود تھے اوہوں
 نے دروازہ کھول دیا اور دربان وغیرہ جو ان کے سد راہ ہوئے ان کو قتل کرتے
 ہوئے ابن عمر کے مکان پر حملہ آور ہوئے۔ اس وقت ابن عمر و عورتوں کے
 ساتھ میکیشی میں مشغول تھا محمد ابن عبد الجبار خود دغا بگاہ میں گہس آیا اور ابن عمر کو
 اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اس عرصہ میں اس کے تمام رفقاء جمع ہو گئے ان کے
 ساتھ محمد ابن عبد الجبار قصر شاہی کی طرف آیا۔ یہاں حاکم شہر کے قتل کی پہلی ہی
 خبر پہنچ چکی تھی دروازے قصر کے بند کر کے ہر جگہ فوج متعین کر دی گئی تھی باغیوں کی
 تعداد بمقابلہ فوج شاہی کہیں زیادہ تھی باب السباع اور باب الجناح کی دیوار

کو توڑتے اور فوج کو شکست دیتے ہوئے قصر میں داخل نہ ہو گئے محمد ابن عبدالرحمن
 بھی سیوت بالیہ تک کی طرف سے ان کی مدد کے لئے پہنچا باوجودیکہ قلعہ الزاہرہ میں
 اعلیٰ عہدہ دار اور افسران فوج مثل ابو عمر ابن خرم اور عبداللہ ابن سلامہ
 وغیرہم مع فوج موجود تھے اور ان کو اوس ہی روز عصر کے وقت تک اس بغاوت
 کی اطلاع ہو گئی تھی لیکن مثل سابق اس کو محض ایک افواہ سمجھی۔ ان کو اس بغاوت
 کا اوس وقت یقین ہوا کہ جب المہدی نے قصر شاہی پر قبضہ کر لیا۔ با این ہمہ
 دفع بغاوت کی تدبیر نہ کی اور صرف قلع کے دروازے بند کر کے رات بہر مسلح
 یورش کی انتظاری میں بیٹھے رہے۔ قرطبہ میں جب خلیفہ ہشام کو المہدی
 کے قصر میں گھس آنے کی خبر ہوئی تو اس نے کہلا بھیجا کہ اگر تو میری ہلاکت سے
 درگزرے تو میں سلطنت سے دست بردار ہو جاتا ہوں المہدی نے جواب دیا
 کہ خد امیری نیت سے واقف ہے کہ میں اپنے خاندان کا دشمن نہیں اور نہ میں
 اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کے قتل کا قصد رکھتا ہوں ہشام اگر اس ملک
 کی حکومت سے کنارہ کش ہو تو میں اوس کے ساتھ وہی برتاؤ کروں گا جو اوس کے
 لائق اور سزاوار ہوگا۔ اس کے بعد اس نے علماء اور امراء اور رعایا کے سربراہوں کو
 لوگوں کو جمع کیا اور ایک فرمان تیار کرایا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہشام سلطنت سے

دست بردار اور محمد ابن ہشام ابن الجبار المہدی اوس کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس دستاویز پر تمام حاضرین دربار نے اپنے دستخط کیے۔

بروز چہار شنبہ علی الصباح سلطان محمد اول المہدی نے مستقل طور پر دار الخلافہ کا انتظام شروع کیا۔ اس نے سب سے پہلے اپنے ایک چچا زاد بھائی محمد ابن المغیرہ کو حاجب اور دوسرے امیہ ابن الحاف کو صاحب المذنبہ یعنی حاکم قرطبہ مقرر کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ فوراً جدید فوج کی بہرتی بلا لحاظ قوم اور پیشہ شروع کر دی جائے۔ اس کی فیاضی کی خبر سن کر اتنے لوگ بخوشی ملی جمع ہوئے کہ قلیل عرصہ میں عمدہ فوج تیار ہو گئی۔ اس انتظام کے بعد المہدی نے اپنے حاجب کو الزاہرہ کی تسخیر کا حکم دیا۔ مگر دار الخلافہ پر قبضہ کرنے کے بعد اہل اس ایسے مایوس و پست ہمت ہوئے کہ بغیر لڑے دروازے فوراً کھول دئے۔

محمد ابن المغیرہ قلعہ میں داخل ہوا باوجودیکہ وہ ان کی رعایا سے کسی قسم کی مخالفت نہیں کی تھی تاہم چند روز تک لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ عامہ خلایق اور شاہی مکانات اور امرا کے باغ وغیرہ سے نہ صرف مال و متاع ہی لیا بلکہ مکانات کو اس قدر شکستہ و برباد کیا کہ یہ قلعہ چند ہی روز میں خراب ہو گیا مگر المغیرہ نے اس غارتگری اور تباہی پر

لے المقری رقمطراز ہے کہ اس لوٹ سے سترہ لاکھ دینار اور کیس لاکھ و پچاس صاع حب بن المغیرہ کے حصہ میں آیا تھا۔

بھی اکتفا نہ کیا اور بتاریخ ۱۹ جمادی الآخر ۳۹۹ھ قلعہ میں ہنگ لگا کر اس کو بالکل
 نیست و نابود کر دیا اور ہی روز محمد المہدی حسن شاہانہ کے ساتھ تخت خلافت
 پر متمکن ہوا اور مسجد قرطبہ میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اس خطبہ میں
 عبد الرحمن بن المنصور کی بہت کچھ مذمت کی گئی۔ ختم خطبہ کے بعد عامہ
 خلائق کی اطلاع کے واسطے ایک فرمان جو مشتمل باہین مضمون تھا کہ بجای ہشام
 المہدی فرمان روای اندلس ہوا صادر ہوا اور ہشام کی نسبت جو محل کے
 ایک حصہ میں قید تھا مصلحتاً پیشہ ہو کر کیا کہ خلیفہ فوت ہو گیا۔ بتاریخ ۲۵ جمادی الآخر
 ۳۹۹ھ مطابق ۳۹ھ المہدی نے مسجد قرطبہ میں بذات خود جا کر عامہ خلائق
 کے ساتھ نماز پڑھی اس کے بعد امام نے ممبر پر کھڑے ہو کر حاضرین سے آواز
 بلند کہا کہ امیر المؤمنین کا یہ حکم ہے کہ میری عزیز رعایا مجھ کو عبد الرحمن اور اس کے
 ساتھیوں کے استیصال میں مدد دے۔ اس حکم کے مشہور ہوتے ہی دور دور
 سے لوگ جو عبد الرحمن کی طرز حکومت سے نا لان ستھے قرطبہ میں جمع ہوئے
 اور فوج میں شریک کر لیے گئے۔ اس نئی فوج کو حکم ہوا کہ قرطبہ کے باہر میدان
 سمرادق میں خلیفہ کے خیمے کے گرد اقامت پذیر ہو۔

ادھر دار الخلافہ میں یہ واقعات پیش تھے اور ادھر عبد الرحمن ابن المنصور

ان معاملات سے بالکل بے خبر کمال اطمینان اور خوشی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جاتا لیکن جب یہ مع فوج شہر طلیطلہ میں داخل ہوا تو اس کو یہ خبر وحشت اثر پہونچی کہ قرطبہ پر مخالفین کا قبضہ ہو گیا ہے فوج اور ملازمین بلکہ اس کے تمام رفقاء جن پر اس کو کمال اطمینان اور بہروسہ تھا باغیوں کے شریک ہو گئے ہیں اور روز بروز المہدی کی قوت اور حکومت بڑھتی جاتی ہے۔ یہ فوراً طلیطلہ سے قلععات واپس آیا اور فوج اور جو عہدہ دار اس کے ساتھ تھے ان سب سے خیر خواہی کا عہدہ موافق لینا چاہا لیکن فوج نے جلف اوٹھانے سے قطعی انکار کیا اور صاف جواب دیا کہ ہم ایک بار حلفاً اقرار کر چکے ہیں وہی کافی ہے اس جواب سے ^{شیشول} شیشول نہایت حیران اور خوفناک ہوا کہ شاید بغاوت کا اثر یہاں تک پہونچ گیا ہے۔ چنانچہ جب اس نے محمد ابن علی الزمائی کو جو ان منکرون میں شریک تھا بلا کر یہ سوال کیا کہ تیرے اور میرے عہدہ اور وقعت میں کوئی فرق مابہ الامتیاز ہے یا نہیں اس امیر نے جواب دیا کہ میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے علاوہ اس فوج میں کوئی شخص تجھ کو ایسا نہ ملے گا جو تیرے حکم سے یا تیرے بچاؤ کے لیے اپنی تلوار کو میان سے کھینچے عبد الرحمن نے پہر پوچھا کہ تیرے پاس اس فوج کے منحرف ہو جانے کا کیا ثبوت ہے اس نے جواب دیا کہ تو اپنے باورچیوں اور خیر خواہوں کو

لے شیشول سے اشارہ عبد الرحمن کی طرف ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حاجب کو شیشول ہی کہہ کرتے تھے۔

یہ حکم دے کہ یہ لوگ طیلطلہ روانہ ہوں خود معلوم ہو جائے گا کہ اس فوج میں سے کون تیرا ساتھ دینے پر آمادہ ہے۔ یہ سن کر شنشول نہایت برداشتہ خاطر ہوا اور حالت غضب میں کہا کہ تیرے بیان کی تصدیق ابھی ہو جاتی ہے اس وقت عبد الرحمن کے ہمراہ ایک عیسائی حاکم ابن عوس بھی موجود تھا اس نے عبد الرحمن کو اس حالت پریشانی میں دیکھ کر صلاح دی کہ مناسب وقت یہی ہے کہ تو میرے ملک کو چلا چل بعد درستی لشکر میں بھی تیرا ساتھ دینے پر ہمہ تن آمادہ ہوں۔ چونکہ عبد الرحمن کے منزل کا زمانہ آگیا تھا اس عیسائی کی نیک ہمت کو نا منظور کیا اور کہا کہ میں قرطبہ ضرور جاؤں گا اور مجھ کو قطعی امید ہے کہ جب لوگ مجھ کو دار الخلافہ کے قریب دیکھیں گے تو یقیناً میری مدد کے لئے آمادہ ہو جائیں گے ابن عوس نے بار دیگر باصرہ تمام اس کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا اور کہا کہ ایک امید موہوم پر اپنی جان کہو نا عقلندی اور دانشوری سے بعید ہے۔ بخدا کہتا ہوں کہ اقبال نے تجھ سے اپنا منہ پھیر لیا اور فوج تجھ کو صاف جواب دیکھی ہے۔ جب اس عیسائی نے دیکھا کہ شنشول اپنی تباہی اور ہلاکت پر بالکل آمادہ ہے مجبوراً کہا کہ بہتر ہے کہ جو امر تجھ کو مناسب معلوم ہو اس پر عمل کر میں تیرا ساتھ کسی حالت میں نہ چھوڑوں گا حالانکہ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ جو طرز کہ تو اختیار کرنا چاہتا ہے وہ ہم دونوں

تباہ کر گیا۔ مگر عبدالرحمن اپنے ارادہ پر قائم ہوا و مع ابن عومس قرطبہ کی طرف کوچ کیا باوجودیکہ اس کو اثنائی راہ میں یہ خبر پہنچی گئی کہ دور دور سے لوگ بخوشی تمام آکر المہدی کی فوج میں شریک ہو رہے ہیں عبدالرحمن اسی طرح بڑھتا چلا گیا اور بتاریخ ۲۹ جمادی الاخری ۳۹۹ھ اس نے قرطبہ کے قریب مقام کیا اسی رات کو بربری فوج جو پہلے سے منحرف تھی المہدی کی فوج میں جا کر شریک اور صبح تک باقی ماندہ فوج بھی بلا اطلاع قرطبہ کی طرف روانہ ہو گئی صرف اس کے چند خانگی ملازم اور ابن عومس مع اپنی فوج کے رہ گئے اس عسائی نے عبدالرحمن کی تباہ حالت دیکھ کر اس کو پہچنایا کہ اس آفت عظیم سے بچنے کے لیے جو قلیل وقت باقی رہ گیا ہے اس کو غنیمت سمجھ اور اپنی بربادی کے قبل بہاگ چل لیکن شنشول نے پہرہی جو اب دیکھ مین ضرور قرطبہ جاؤں گا بقل وائی مین اپنے قاضی کو پہنچا دیا وہاں آنے کی اجازت منگو لیتا ہوں لیکن اس احتیاط سے بھی اس نے قطع نظر کی اور وہاں سے چل کر بتاریخ ۳۰ رجب روز چہار شنبہ دیر شوش مین مقام کیا۔ اسی اثنائے مین محمد المہدی کو عبدالرحمن کے آنے اور اس کی فوج کی بفاوت کی اطلاع پہنچی اس نے محمد ابن المغیرہ کو دو سو سوار دیکر اس کی گرفتاری کے لیے پہنچا۔ حاجب نے دیر شوش کے قریب ایک افسر ابن ذرئی

کو ایک رسالے کے ساتھ آگے جانے کا حکم دیا ابن ذرّی نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے بروز جمعہ علی الصبح دیر شوس کے سامنے نمودار ہو عبد الرحمن نے فیصل پہ سے ذرّی کے آنے کی وجہ دریافت کی اور کہا کہ میں المہدی کی فرمانبرداری کے لئے ہمہ تن موجود ہوں یہ کہہ کر اس نے گرجا کے دروازے پر کھول دینے کا حکم دیا اور خود مع ابن عومس اور عیسائی افسروں کے ابن ذرّی کے ساتھ ہو گیا اسی روز بعد ظہر ابن المغیرہ بھی وہاں آیا اور ان سب کو ساتھ لے کر قرطبہ کی طرف روانہ ہوا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ عبد الرحمن نے تخت خلافت کا دعویٰ کیا تھا اور ان قدیم امراۓ عرب کو جن کو اپنی نسل اور خاندان پر کمال فخر تھا اپنے ملازمین کی سے بھی بدتر سمجھتا تھا اور اب یہ زمانہ ہے کہ محض اپنی جان کے خوف سے عبد الرحمن نے حاجب کی صرف تعظیم ہی نہیں کی بلکہ اس کے گھوڑے کے سمون اوڑھنے کو بوسہ دیا ابن عومس ستر گون بالکل خاموش ایک طرف کھڑا ہوا اس انقلاب عظیم کا تماشا دیکھتا رہا۔ دوسرے روز جب یہ لوگ اپنی قیامگاہ سے روانہ ہونے لگے تو قبل از روانگی حاجب کے حکم سے عبد الرحمن کی مشکین خوب مضبوط باندھی گئیں

لے ایک نہایت شکم عیسائیوں کا معاہدہ تھا۔

کچھ دور تو یہ مشکل تمام چلا لیکن جب اس تکلیف کے برداشت کرنے کی قوت نہ رہی
 تو اس نے نہایت ہی عجز و انکسار سے اپنی رہائی کی استدعا کی ابن المغیرہ کو
 بھی اس کے حال زار پر رحم آیا اور اس کی مشکلیں کھول دینے کی اجازت دی
 لیکن عبدالرحمن کی بیعتی اور کوتاہ اندیشی کو دیکھنا چاہیے کہ جب دیر شوس کی
 بلندی اور مستحکم دیواریں اس کو اپنی آغوشِ پناہ میں لئے ہوئے تھیں اس نے اپنے
 بچانے کی مطلقاً فکر نہ کی بلکہ برضاد و رغبت خود اپنے کو دشمنوں کے حوالے کر دیا اور
 جبکہ یہ ان لوگوں کے قبضے میں پوری طرح آچکا اس نے صرف اپنے ہاتھوں کو بڑا
 پا کر ایک چھری سے جو اس کے کپڑوں میں پوشیدہ تھی ایک سپاہی پر جو اس کے
 قریب کھڑا تھا حملہ کیا مگر قبل اس کے کہ یہ کسی کو ضرر پہنچائے محمد ابن المغیرہ نے
 آگے بڑھ کر اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اسی طرح ابن عومس کو راہِ عدم بھا کر
 ان دونوں کے سر اور عبدالرحمن کی لاش قرطبہ لایا یہاں عبدالرحمن کا سر
 باب السدۃ پر لٹکایا گیا اور اس کی لاش کو دروازے کے سامنے ایک ستون پر
 نصب کر دیا اور اس کی فوج کو خاص افسر الرسان نامی کو نعش کے قریب کھڑا کیا
 اور اس کو حکم دیا کہ آواز بلند کہتا رہے کہ شیشول لما مون یہی ہے۔ اس کے
 اور میرے سروں پر خدا ہی تعالیٰ اپنا قہر نازل کرے۔

عبدالرحمن ابن المنصور راہ محرم ۳۹۹ھ مطابق شہرستانہ عین خلیفہ
ہشتم کا حاجب مقرر ہوا تھا اور ہم راہ رجب ۳۹۹ھ مطابق ہم راہ چ ۳۹۹ھ عین
تقریباً سات مہینہ کی حکومت کے بعد قتل ہوا اس قلیل زمانہ میں جو عروج و کسکو
حاصل ہوا اس کا ذکر ہم پہلے تحریر کرتے ہیں اس کے ذاتی حالات کی نسبت
صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ گویشل اپنے باپ اور بہائی کے نہایت ہوشیار
اور تجربہ کار اور لائق بھی تھا لیکن المنصور اور عبدالملک میں عمدہ خصائل بھی
ایسے تھے کہ ان تکمیل میں کو جو انہوں نے اپنے بادشاہ کے ساتھ کین تھیں
ایک حد تک متاثر اور ان کو قوم و ملت کا سچا خیر خواہ ظاہر کرتے ہیں عبدالرحمن
ان عمدہ خصائل سے معز تھا۔ یہ اس قدر خود غرض تھا کہ اس کو سلطنت کی بربادی
اور بے ہودمی کی پروانہ تھی صرف اپنے ذاتی نفع سے غرض رکھتا تھا یہی سبب تھا
کہ فوج اور رعایا المنصور اور المنظر کو عزیز رکھتی تھی اور عبدالرحمن کے برتاؤ سے
ناراض ہو کر بالکل برگشتہ ہو گئی تھی۔ علاوہ اس کے سب لوگ اس کی زنا کاری
اور شراب خواری اور فسق و فجور سے نہایت متنفر تھے ایک روز حسب اتفاق
اس کے سامنے مسجد قرطبہ میں موزن نے اذان دی تو اس نے کہا کہ اس
شخص کو یہ اذان دینی چاہیے کہ یہاں اگر خدا سے انکار کر دوچونکہ عبدالرحمن

لاولد تہا اور کوئی عزیز بھی اس کا موجود نہ تھا پس خاندان ابن عامر کا خاتمہ اس ہی ہو گیا
 محمد المہدی کو عبد الرحمن بن المنصور دیکر مخالفین کے استیصال کے
 بعد بھی بغاوت سے نجات نہ ملی قوم بربر جس نے المنصور اور المنظف کو اس قدر
 مدد دی اور جو ہمیشہ اون کے اور اون کے خاندان کے خیر خواہ تھے اب
 عبد الرحمن کے طرز بتاؤ سے ناراض ہو کر محمد المہدی کے شریک ہو گئے تھے
 باوجودیکہ عامہ خلایق اس قوم کے مظالم سے جان بلب ہو گئی تھی اور یہ خوب
 جانتا تھا کہ اگر جب خواہش رعایا اس ظلم و زیادتی کا فوراً انتقام نہ لیا گیا تو عام بلوہ
 و فساد کا بڑا اندیشہ ہے مگر کچھ ایسے واقعات چند در چند پیش تھے کہ المہدی کو
 بمقابلہ رعایا اہل بربر کی طرفداری کرنی پڑی خلاف امید پادشاہ کو اپنے دشمنوں کا
 معاون پا کر رعایا ایسی برا فروختہ خاطر ہوئی کہ خاص قمر طبع میں ایک ہنگامہ عظیم برپا
 ہو گیا اور بربری افسروں کے مکانات ایک آن میں زمین دو زکر دئے گئے۔
 المہدی نے اہل بربر کے دباؤ اور خوف سے جو لوگ اس فساد کے بانی تھے
 اون کے قتل کا حکم دیا اور جو لوگ راستوں پر بربر امراد کی توہین کے مرتکب ہوتے
 تھے اون کو بھی سخت سزا میں دی گئیں۔ ان واقعات سے المہدی کے ساتھ
 رعایا کا اتفاق اور مخالفت دن بدن بڑھتی گئی اگرچہ المہدی بظاہر بربر کا شریک و

معاون تھا لیکن باطناً ان کا مخالف اور ان کی قوت کے توڑنے کی فکر میں تھا مگر اہل بربر کو اس کی طرز روش سے مخالفت کے آثار معلوم ہونے لگے جب اس نے پوشیدہ طور پر ان کا بندوبست کرنا چاہا تو اس قوم نے مخالفت کی خبر پا کر ان سب سے فوراً باہم مشورہ کیا کہ المہدی کو فوراً تخت سے اتار کر اس کے رشتہ دار ہشام بن سلیمان کو تخت پر بٹھانا چاہیے۔ اس سازش کی اطلاع جنتو امرائی عرب کو ہوئی انہوں نے بہ مشارکت رعایا ان کو جبراً دار الخلافہ کے باہر کر دیا اور ہشام بن سلیمان اور اس کے بھائی ابوبکر کو گرفتار کر کے المہدی نے ان کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ان ہی کا ایک غریزہ سلیمان بن الحکم ہمیں بدل کر بمشکل تمام قرطبہ کے باہر برون مین آلا۔ اہل بربر نے سلیمان کو فوراً المسعین باللہ کے لقب کے ساتھ اپنا بادشاہ بنایا اور چاہا کہ قرطبہ پر حملہ کر لیکن سلیمان نے اپنے مین حملہ کی قوت نہ پائی اور ان لوگوں کو بمشکل راضی کر کے ثنا غریبی طلیطلہ کی سرحد پر لے آیا یہاں اس نے احمد ابن نصیب کو اپنا وزیر مقرر کیا اور وادی الحجازہ پر حملہ کر کے اس مقام کو اپنے قبضہ میں لایا اس کے بعد سلیمان نے واضح العامری حاکم مدینہ سالم کو ترغیب دیکر

لہ ہشام کا سلسلہ خلیفہ عبدالرحمن ثالث سے ملتا ہے۔

اپنا معاون اور طرفدار بنانا چاہا مگر واضح نے عبد الرحمن کو قتل کی بجائے المہدی
 کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا سیلیمان کے خوشامد امین الفاظ اور ترقی کے وعدہ پر
 بالکل التفات نہ کیا اور اپنے بچاؤ کا ہر طرح بندوبست کر لیا جب المہدی کو
 خبر پہونچی کہ سیلیمان اپنی فوج لیکر واضح پر حملہ کرنا چاہتا ہے اس نے فوراً
 چند رسالہ اپنے غلام قمیصر کے ساتھ اس کی امداد کے لئے روانہ کیئے
 ان دونوں مخالف فوجوں میں متعدد لڑائیاں ہوئیں اور ہر بار المہدی کی فوج
 کو شکست ملی مگر آخر جنگ میں دونوں طرف بے انتہا مسلمان ایک دوسری کی
 شمشیر خون آشام کے لقمہ ہوئے اور قمیصر قتل ہوا واضح بمشکل تمام باقی ماندہ
 فوج کے ساتھ مدینۃ السلام میں قلعہ بند ہو گیا اور بربرون کو پے در پے کھڑا
 اور شب خونوں اور نایابی غلے نے اس قدر پریشان کیا کہ صرف پندرہ ہی روز میں
 ان پر فائدہ کشی کی نوبت پہونچی جو مقامات شاداب اس شہر کے اطراف و اکناف
 میں واقع تھے ان کو واضح نے بالقصد تباہ کر دیا تھا۔ الغرض جب سیلیمان نے
 دیکھا کہ رسد وغیرہ کا اگر فوراً کوئی انتظام نہ ہوا تو بربر شکستہ دل اور تاب فائدہ کشی لاکر
 منتشر و فرار ہو جائیں گے اس نے اپنے فوجی افسروں سے مشورہ لیا اور بموجب
 صوابدید ان کے دو آدمی بطور سفیر اس مادویہ ایک عیسائی قومس کے پاس

نہیجے اور اس سے درخواست کی کہ تم ہمازی اور المہدی کی مصالحت
 کراؤ اور اگر المہدی صلح پر راضی نہ ہو تو پھر ہم اور تم دونوں قرطبہ پر حملہ
 کریں گے۔ جب سفارت ابن مادویہ کے پاس پہنچی سفیرون نے دیکھا
 کہ المہدی اور واضح کے قاصد بھی اس عیسائی کو اپنی مدد پر آمادہ کر چکی
 غرض سے آئے ہوئے ہیں اور قریب ہے کہ اس کو بہت کچھ طمع دیکر اپنا فضلہ
 اور معاون بنالین۔ المہدی نے منجملہ دیگر وعدوں کے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ
 بشرط کامیابی سرحدی قلعوں پر تمہارا قبضہ کرا دیا جائے گا۔ ادھر سلیمان کے
 لوگوں نے بھی ابن مادویہ کے ہموار کرنے میں کوشش بلع کی۔ بالآخر
 عیسائیوں نے سلیمان کے شرائط کو منظور کر لیا اور بہت کچھ سامان خور و نوش
 مع ایک ہزار بیل اور گائے اور پندرہ ہزار بکریے اور ضروری لباس وغیرہ سلیمان
 کو بھیجا۔ اس مدد کے پہنچتے ہی بربرون کی مایوسی بالکل رفع ہو گئی۔ واضح
 اور سلیمان اون کو ہر طرح جنگ کے واسطے آمادہ پاکر مدینۃ السالم آیا اور
 واضح سے صلح کا خواستگار ہوا مگر واضح نے اس کو مدد دینے سے انکار کر دیا
 اہل بربراہ محرم نہ کہہ مطابق تسلیم عین قرطبہ کی طرف روانہ ہوئے
 واضح بھی المہدی کی مدد کے لئے ان کے عقب میں چلا مگر اس سے ایک

بڑی غلطی نہ ہوئی کہ اپنی فوج کو کافی اور قوی سمجھ کر اٹھا کر راہ میں سلیمان کے ساتھ
 جنگ شروع کر دی اس جلدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شکست فاش کہا کر مشکل تمام کیہ و تنہا
 قرطبہ بہاگ آیا۔ یہاں تو اہل برابر اور المہدی کے طرفداروں میں قرطبہ
 کے حوالی میں باز ا حرب و ضرب گرم تھا۔ وہاں یعنی دار الخلافہ کی چار دیواری کے
 اندر المہدی ان واقعات سے بالکل بے پروا نشہ حکومت سے میست
 نامی و نوش میں مصروف تھا۔ جس وقت واضح اور اس کے بعد اس کی فوج
 کے چار سو آدمی نہریت غورہ نہایت پریشان اور تباہ قرطبہ میں داخل ہوئے
 تب المہدی کی آنکھیں کھلیں اور بحالت پریشانی دوسرا سیکم اس نے شہر کے
 باہر میدان سراوق میں اپنی فوج کو فراہم کیا۔ لشکر کے اطراف ایک نہایت
 عمیق خندق بنوائی۔ یہ ہنوز انتظام میں مصروف تھا کہ اس کا ایک خواجہ سرالمیق
 نامی دو سو سواروں کے ساتھ افتان و خیزان سلیمان کی فوج کے ہراول سے
 اپنی جان بچا کر آیا ہی تھا کہ اتنے میں سلیمان کی فوج نمودار اور وہیں شہر کے
 سامنے خمیہ زن ہوئی المہدی نے حکم دیا کہ شہر میں جو مرد ہتھیار اوٹھائے ان کے
 قابل ہیں وہ سب مسلح میدان سراوق میں حاضر ہو جائیں۔ الحاصل بتاریخ
 ۱۳ ربیع الاول ۳۸۰ شمسہ مطابق ۳۸ نومبر ۱۰۰۰ء و نوں فوجین با ترتیب اور

صف بستہ ایک دوسرے کے سامنے استادہ ہوئیں سب سے پہلے سلیمان
 فرماپنی خاص تین ہزار جنگ آزمودہ سواران جو سب پوش کو حملہ کا حکم دیا۔ ان سواروں نے
 اس دلیری اور شجاعت سے المہدی کی فوج پر حملہ کیا کہ جسکی تاب قرطبی نہ لاسکے
 اور پر لگندہ ہو کر شہر کی طرف بہاگ نکلے واضح العامری اپنی جان بچا کر طلیطلہ
 کی طرف بہاگ آیا محمد المہدی نے جب اس تباہی کا سامنا دیکھا میدان
 جنگ سے سیدھا قصر شاہی واپس آیا اور خلیفہ ہشام کو قید سے رہا کر کے اعلان
 کیا کہ جب کہ ہمارا بادشاہ زندہ اور سلامت ہے میں کسی طرح سلطنت کا مستحق
 نہیں ہو سکتا میں صرف امیر المومنین کا وزیر اور فرمان بردار ہوں۔ اس کے بعد
 المہدی نے پہلے خود خیر خواہی اور جان نثاری کا حلف کیا اور پہر حاضرین
 و بارے بھی اطاعت و راست بازی کا حلفی وعدہ لیا۔ پہر المہدی نے پوست
 اپنے قاضی کے اہل بربر کو یہ کہلا بھیجا کہ میں صرف امیر المومنین خلیفہ ہشام کا
 ایک ادنیٰ سچا غلام ہوں وہ میرا خلیفہ برحق ہے اور میں اس کا حاجب ہوں۔
 ملکے رعایا کا وہی مالک ہے۔ ”بربروں نے جواب دیا کہ اے دروغگو ہمارے
 سامنے سے فوٹو چلا جا۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ یہ کل ہی کا واقعہ ہے کہ یہ مشہور کیا
 گیا تھا کہ خلیفہ ہشام کا انتقال ہو گیا اور تو ہی نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی تھی

اور تو ہی اب یہ کہتا ہے کہ امیر المومنین زندہ ہے اور یہ خلافت اس ہی کو سونپا رہا ہے ہم کس بات کو باور کریں۔ قاضی اس طرز گفتگو سے ہنایت خائف ہوا اور کسی حیلہ و بہانہ سے قمر طیبہ واپس آیا قمر طیبہ کی رعایا ان خانگی لڑائیوں سے اور نیز محمد المہدی کی طرز حکومت سے اس قدر تنگ اور پریشان تھی کہ اس لڑائی کے بعد ہی ہر کس و ناکس شہر کا سلیمان کے پاس آیا اور اس فتحیابی پر ہر شخص نے اپنی خوشنودی ظاہر کی سلیمان نے رعایا کو جب اپنا اس قدر طرفدار پایا تو یہ شہر میں داخل ہوا قصر شامی میں یہہ معلوم ہوا کہ المہدی اپنی جان بچا کر کسی طرف بھاگ گیا ہے۔

جب سلیمان المستعین باللہ نے دار الخلافہ پر اپنا قبضہ کیا تو اب ابن مادویہ نے ایفائی وعدہ کی درخواست کی سلیمان نے جواب دیا کہ ابھی تمام ملک میرے زیر حکومت نہیں آیا ہے بعد تسلط و اطمینان قطعی کے تمام شرائط کی عمل کر دوں گا۔ اس قرارداد کے بعد ابن مادویہ بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ۳۸۴ھ مطابق ۱۰۰۰ء اپنے ملک واپس چلا گیا سلیمان نے اس عیسائی کے جانکے بعد سب سے پہلے خلیفہ ہشام کو محل میں قید کیا اور عبدالرحمن کی نعش کو ستون سے اتار کر اس کے باپ اور بہائی کی قبر کے پاس ہی دفن کر دیا المہدی

چند روز تک قرطبہ میں اپنے ایک دوست کے مکان میں روپوش رہا اور بالمشکل اپنی جان بچا کر بتایخ یکم جمادی الاول سنہ ۲۰ دسمبر سنہ ۷۰۰ طلیطلہ پہنچا یہاں کے باشندے خلاف امید بدارا پیش آئے جس سے اس کا انتشار کسیدہ برطرف ہوا لیکن چند روز میں جس بات کا اس کو خوف تھا وہی پیش آئی یعنی بتایخ ۱۸ جمادی الآخر سنہ ۷۰۰ مطابق ۴ جنوری سنہ ۷۰۰ سلیمان کا بیٹا ہشام اس کی گرفتاری کی غرض سے مع فوج طلیطلہ وارد ہوا شہر میں داخل ہوئے قبل اس نے چند علماء کو بجانب شہر بدین غرض روانہ کیا کہ رعایا کا خیال المہدی کی نسبت دریافت اور اگر عامہ خلایق اس کی مدد اور طرفداری پر آمادہ ہو تو اس کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ اہل طلیطلہ نے المہدی کا ساتھ چھوڑنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس ہی اثنا میں ایک شخص القریشی نے بغاوت کے جھنڈے کو بلند کیا سلیمان نے اپنے ایک افسر علی ابن داعہ کو اس شخص کی تنبیہ کے لئے بھیجا علی نے القریشی کو شکست دیکر گرفتار کر لیا۔

سلیمان نے بذات خود بائین امید طلیطلہ کا غم کیا کہ یہاں کی رعایا میری رو و رعایت سے المہدی کی طرفداری نہ کرے گی۔ چنانچہ یہ یلغار کر کے مدینہ السلام

لے القریشی قرطبہ میں حکم سلیمان قتل کیا گیا۔

آیا اور ابن مسلمہ بھی اس کی فوج خاص لیکر یہاں پہنچا واضح ہے جب اس کے
 آنے کی خبر سنی تو وہ یہاں سے بہاگ کر طرطوشہ میں پناہ گزین ہوا اور منافقانہ
 صلح کی درخواست بشرط جان بخشی پیش کی سلیمان اس کے دہوکہ میں ایسا آیا کہ
 اس نے صرف واضح کی خطاؤں کو معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس سمت کی فوج
 اور ملک کا افسر و حاکم اس کو بنا کر مخالف عیسائیوں کے تصفیہ کا حکم دیا اور خود قرطبہ
 واپس چلا آیا۔ واضح کو جب حکومت اور قوت حاصل ہوئی اس نے نفعیہ طور پر
 عیسائیوں کو لالچ اور طمع دلا کر بمقابلہ سلیمان اون کو المہدی کی مدد پر آمادہ
 و راضی کیا۔ قلیل عرصہ میں یہ عیسائی اپنی اپنی فوج لیکر المہدی کے پاس جمع
 ہو گئے سلیمان کو جب خبر پہنچی کہ المہدی عیسائیوں کے ساتھ اس کی مقابلہ
 کے لئے آ رہا ہے اس نے بھی اپنی فوج کو درست کیا اور عقبۃ البقر کے قریب
 المہدی کی فوج سے آ ملا۔ بتاریخ ۱۰۰۱ھ ارشوال شد کہ یہ جنگ شروع ہوئی
 سلیمان اپنے حبشی رسالہ کے ساتھ لشکر کے قلب میں استاد ہتا بربرون نے
 نہایت بہادری کے ساتھ عیسائیوں پر حملہ کیا لیکن ناکام رہے اور عیسائیوں کے
 حملہ کی تاب نہ لاسکے۔ اس ابتدائی جنگ میں اہل بربر کو پسپا دیکھ کر سلیمان کچھ ایسا
 مایوس اور منتشر ہوا کہ بعض مدد اس نے اپنی خاص فوج کو واپسی کا حکم دیا اور

خود لعلیت گام مع مصاحبین قریب ہاگ آبا بن ہمہ بربر با استقلال تمام نہایت شجاعت
 اور مردانگی سے تا دیر عیسائیوں کا مقابلہ کرتے رہے حتیٰ کہ مرغیہ بادشاہ فرنگ
 کو مع نامی افسر ان فوج کے قتل کیا۔ مگر جب ان کو سلیمان کا میدان جنگ
 سے فوج کو بے سر چھوڑ کر بہاگ جانا معلوم ہوا تو حالت غصہ اور ناامیدی میں
 یہ لوگ صفت بہ نہایت اطمینان سے لڑتے ہوئے الزہراؤ میں داخل
 ہوئے اوس ہی رات کو جب انہوں نے اپنے تئیں تاب و توانائی جنگ اور امید مدد کی
 نہ پائی اس مقام کو بھی خالی کر دیا سلیمان سات مہینہ کی حکومت کے بعد قریب قریب چلا آیا
 جنگ مذکور کے دوسرے روز المہدی مع اپنی عیسائی فوج کے
 دارالخلافہ میں داخل ہوا اور تاریخ ۶ ذیقعدہ ۳۸۶ مطابق ۲۱ جون ۱۸۸۷ء
 عیسائیوں کو بربرون کے تقاب کا حکم دیا اور خود بھی ان کے
 ساتھ روانہ ہوا۔ اوس ہی روز ایک سخت جنگ واقع ہوئی جس میں
 تین ہزار عیسائی قتل اور باقی ماندہ نہایت تباہ حال المہدی کے ساتھ قریب
 بہاگ آئے۔ یہاں عیسائیوں نے حالت رنج و غصہ میں اس قدر ظلم و زیادتی شروع
 کی کہ رعایا نئی شہر جو پہلے ہی ان خانگی جھگڑوں سے تباہ و تنگ تھی از حد پریشان و
 برباد ہوئی۔ بالآخر ان عیسائیوں نے لڑنے سے انکار کر دیا اور سب اپنے ملک کو

چلے گئے المہدی دوبارہ بروزن کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ ہوا فوج کی واسطے
 رعایا سے بحیرہ و پیہ وصول کیا مگر یہ نئی فوج تاب مقاومت نہ لاسکی اور بغیر لڑے
 واپس چلی گئی جب المہدی نے فوج کی یہ حالت دیکھی تو اب بغرض خطرات
 خود ایک عیسق خندق شہر کے گرد اور اس کے قریب ایک نہایت مستحکم دیوار
 تیار کرائی لیکن جائی افسوس ہے کہ باوجود ملک کی تباہی اور عامہ خلایق کی بربادی
 اور متواتر شکستوں کے اس خندق و دیوار کو سد سکندری سمجھ کر پہر بعبادت معہود
 عیش و عشرت میں مصروف ہو گیا۔ فوج نے بادشاہ کو عیش پسند اور بے خبر
 اور اپنے کو مطلق العنان پاکر خلایق پر ظلم و تعدی شروع کر دی واضح گو بظاہر المہدی
 کا طفرہ ارتہا اور اس میں شک نہین کہ اس نے المہدی کا برابر اس وقت تک
 ساتھ دیا لیکن قرطبہ اور رعایا کی یہ سخت تباہی اس سے دیکھی نہ گئی پہلے اس نے
 خود المہدی سے ان امور کی اصلاح کی درخواست کی جب اس نے دیکھا
 کہ المہدی اس طرف متوجہ ہی نہین ہوتا تو اس نے چند باخدا امراء سے مشورہ
 کیا کہ المہدی کو واضح کی یکیت بہت ناگوار گزری مگر خوف بغاوت دم بخود ہو رہا
 اور خفیہ طور پر جو کچھ زروجاہل اس وقت قصر میں موجود تھا تمام و کمال بذریعہ البورج
 طیلطہ سیسی یا واضح المہدی کی بے پروائی اور مذموم حرکات سے متنفر ہو کر

باغیوں سے جا ملا اور بتایا کہ ۲۱ ذی الحجہ سنہ ۱۰۰۰ھ واضح العامری اپنی فوج اور غلاموں کو ساتھ لے کر سب یہ نعرہ مارے ہوئے کہ ہم اپنے حقیقی خلیفہ ہشام کے حلقہ بگوش اور فرمان بردار ہیں قصر شاہی کی طرف آئے اور ہشام کو قید سے رہا کر کے تخت خلافت پر بٹھایا المہدی اوس وقت حمام میں مصروف تھا یہ خبر وحشت اثر سن کر فوراً دربار میں آیا اور ہشام کے ساتھ تخت پر بیٹھنے کا قصد کیا کہ ایک خواجہ سرا عجب نامی نے اس کو کپڑے نیچے اتارا اور جبراً تخت کے نیچے بٹھا دیا۔ خلیفہ اس کی تکفرائی کا ذکر اور شکایت تادیر کرتا رہا۔ بعدہ عجب نے تلوار اس کے قتل کی نیت سے کہنچی۔ المہدی اپنی موت کو سامنے دیکھ کر عجب کے جسم سے پسٹ گیا اور نہایت عاجزی سے اپنی جان بخشی چاہی لیکن کسی نے اس کی تضرع و زاری پر رحم نہ کیا اور عجب نے اس کو اوس ہی حالت میں قتل کیا۔ اس کی لاش شہر کی فصیل پر سے خندق میں پھینک دی گئی محمد ابن عبد الجبار المہدی ۵ سالگی میں دس مہینہ کی حکومت کے بعد قتل ہوا ابن بسام نے اس کی حکومت چند روز کو بون سلک نظم میں کہنچا ہے۔

بِمِلَّتِ الْفُسْقِ وَالْمُجْرِمِ
لَوْلَاهُمَا زَالَ بِالمُصُونِ

قَدْ قَامَ مُهْدِيًا وَلَكِنْ
وَشَارَكَ النَّاسَ فِي حَرِيمِ

مَنْ كَانَ مِنْ قَبْلِ ذَا أَجْمَأَ فَاَلْيَوْمَ قَدْ صَارَ ذَا قُرُونٍ

خلیفہ ہشام نے بار دیگر اپنے آبائی تخت خلافت پر تبارخ اریذیچ بن سہم مطابق ۲۴ جولائی سنہ ۷۸۷ء میں جلوس کیا اور بمشورہ وزرا المہدی کے سر کو اہل بربر کے پاس بمقام وادی شوس بھیجا۔ ان کو بغاوت اور سلیمان کی شراکت سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن خلاف امید برون نے ہشام کی اطاعت سے یکلخت انکار کر دیا اور جو لوگ منجانب خلیفہ آئے تھے ان کو یہ کہہ لگا کہ اگر اپنی اپنی جان عزیز رکھتے ہو تو فوراً چلا دو پس کرنا جب واضح نہ دیکھا کہ صلح کی کوئی امید باقی نہیں رہی اور سلیمان نے اس قدر سوخ چاہل کیا ہے کہ بربر اپنے خلیفہ کے ساتھ بربر پر خاش بین ناچار دار الخلافہ کے قلعہ اور بربر کے استحکام اور بندوبست کی طرف متوجہ ہوا اور دشمن کے سواروں کے روکنے کے لئے خندقیں کھدوائیں اور مناسب موقع پر جدید مہرج تیار کئے۔ اودھر سے سلیمان مع اپنی فوج شہر کی طرف بڑھا لیکن متعدد دیورثوں کے بعد جب اس نے دیکھا کہ شہر قبضہ کرنا ممکن نہیں۔ تبارخ ۲۴ ربیع الاول سنہ ۷۸۷ء مطابق ۵ نومبر ۷۸۷ء

۱۷ ترجمہ صفحہ (۲۰۵) تحقیق ہمارے مہدی نے طریقہ فسق اور گستاخی پر حکومت کی۔ اور اپنی حریم یعنی دولت و حکومت میں اور لوگوں کو شریک نہ کرتا تو معفو نہ تھا۔ اس سے قبل جو شخص کہ اپنے سرینگ نہ کہتا تھا آج اس کے سرینگ نکل آئے

قصر الزہراء کی طرف متوجہ ہوا اور اس مقام پر پہر قبضہ کرنے کے قتل عام کا حکم دیا اور
 پہر تاریخ ۲ شعبان ۱۸۸۷ء مطابق ۲ فروری ۱۸۸۷ء قمر طبع کی تسخیر کے
 خیال سے شہر کے اطراف و اکناف جو باغات اور میوہ دار درخت اور کہیت
 جنم نہرین آب شیرین کی بہکڑ شہر کو سیراب کرتی تھیں واقع تھے نہایت بیدار
 سے تباہ کرنا شروع کیے۔ ان مقامات کی رعایا حیران اور پریشان ہو کچھ سرمایہ
 ہاتھ آیا لیکر قمر طبع میں پناہ گزین ہونے لگی۔ شہر میں پہلے ہی سے سامانِ جنگ و نشت
 کی تکلیف تھی ان لوگوں کے مجمع سے فاقہ کشی کی نوبت پہونچی یہاں تک کہ
 کپہوں کے دوپیمانے تین سو درہم کو بھی نہایت دشواری سے دستیاب ہو
 تھو اس حالت نزاع و پریشانی میں ابن مادویہ نے تکمیل معاہدہ کا تقاضا کیا۔ ایسے
 نازک وقت میں اس عیسائی کو ناراض کرنا خلاف مصلحت تھا بہت گفت و شنید کے
 بعد اس وعدہ پر کہ عیسائی خلیفہ کے خلاف کوئی امر نہ کریں گے اور اس کو دشمنوں کو
 کسی قسم کی مدد نہ دیں گے دو سو قلعہ علاوہ چند بڑے شہروں کے جو خلیفہ الحکم
 مستنصر باللہ کے زمانہ سے عربوں کے قبضہ میں چلے آتے تھے ابن مادویہ
 کے حوالہ کر دئے گئے۔ اس انحطاط و کمزوری کو دیکھ کر عیسائی نے سرشورش
 اوٹھایا۔ چنانچہ ابن سیالسن نے اپنی بغاوت کا خوف لاکر چند قلعوں کی خواست کی جو مجبوراً منسوخ کر دی گئی

اہل برہمن نے عیسائیوں کی اس سرکشی پر مطلقاً اتفاقات نہ کیا بدستور ملک کو تاراج کرتے رہے جو شہر اور قصبے کہ سیکڑوں سال کی محنت اور عرق ریزی سے آباد اور سرسبز ہوئے تھے ان کو نیست و نابود کر دیا صرف چند شہر مثل مدینہ سالم اور طلیطلہ جو اس حصہ ملک سے باہر تھے تباہی سے محفوظ رہے۔

ملک اور رعایا اس قدر تاراج ہوئی کہ اگر کوئی شخص کہوڑے پردہ مہینہ تک سفر کرتا تو راستہ میں کسی فرد بشر سے ملاقات نہ ہوتی سچو کہ خلیفہ کی حفاظت اور شہر و باشندگان شہر کی امن و آسائش کا دار و مدار فوج ہی پر تھا لہذا فوج کے ساتھ ہیشام بہت رعایت کیا کرتا تھا لیکن اب رفتہ رفتہ جب فوج پر ہی وہی سختیاں گزرنے لگیں تو فوج میں بھی آثار عدول حکمی اور سرکشی کے پیدا ہونے لگے یہ حالت دیکھ کر فوج نے واضح کو ذمہ دار تمام اون آفات کا جو ان پر گزر رہی تھیں گردانا تھا، علیہ واضح نے اپنی بیچاؤ کی نیت ایک باپہر اپنے خاص رفیق ابن بکر کو سیلان کے پاس بھیج کر بربرون کو راہ راست پر لانا چاہا مگر جب ابن بکر بربرون سے مل کر شہر میں داخل ہوا برداشتہ خاطر فوج نے اس کو بلا وجہ قتل کر ڈالا اور اس کے خون آلودہ سر کو ایک نیزہ پر بلند کر کے شہر کا گشت لگایا فوج کی اس حرکت سے واضح کو اپنی جان کا خوف پیدا ہوا اور اس نے خفیہ طور پر یہاں سے فرار ہونے کا بندوبست کیا

لیکن اس کی نصیبی سے اس کے ایک مخالف ابن ابی ودعاعہ کو اس کے ارادہ کی خبر پہنچ گئی ابن ابی ودعاعہ نے فوراً اگر واضح کو گرفتار کیا اور دوسرے فوجی لوگوں کی شرکت سے اس کو اسی وقت اور نیز جو لوگ کہ اس کے دست اور معاون سمجھے جاتے تھے سب کو قتل اور اون کے گھروں کو زمین دوز کر دیا۔ واضح بتاریخ ۵۱ ربيع الاول ۳۸۵ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۰۰۰ء قتل ہوا اسی روز ابن ابی ودعاعہ والی مدینہ مقرر کیا گیا۔

سیلمان ان اندرونی واقعات سے ناواقف نہ تھا۔ اس فیبرورن کو لیکر محاصرہ میں سختی کی۔ بالآخر ایک زمانہ دراز کے محاصرہ کے بعد تاریخ ۳ شوال ۳۸۵ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۰۰۰ء بعد جنگ و قتل عظیم سیلمان غالب آیا اور تاریخ ۵ شوال قصر شاہی میں داخل ہوا اور خلیفہ ہشام کو اپنے سامنے طلب کر کے اس سے سوال کیا کہ تمہکو کیا یاد نہیں کہ تو نے بطور خود خلافت کو میرے سپرد کیا تھا یہہ کیون تو اپنے وعدہ سے منحرف ہوا۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ جو واقعات کہ مجھ سے سرزد ہوئے اون کا میں اپنی خواہش نفس سے متکرب نہیں ہوا بلکہ یہ امور مجھ سے بحالت مجبوری وقوع میں آئے۔ اس جواب و سوال کے بعد ہی خلیفہ ہشام ابن خلیفہ الحکم خلیفہ طور پر سیلمان کے حکم سے مار ڈالا گیا۔

ان اہل افریقہ نے جو ظلم و ستم کہ عامہ خلاق پر کیا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے وہ دن دار الخلافہ کے لئے قیامت کا نمونہ تھا جو شہری راستہ پر ان ظالموں کے سامنے آتا تھا بے مثل اور بلا خوف و منصف حقیقی لقمہ تیغ اجل ہوتا تھا اس قتل عام میں مشہور علمائے وقت اور فضلاء عصر اور امام زمانہ اور قاضی جن کو خلفائے سابق نے نہایت محنت اور قدردانی اور شوق علم سے فراہم کر کے دار الخلافہ قرطبہ کو وہ رونق اور زینت بخشی تھی جس پر بغداد اور شام اور مصر کو رشک آتا تھا شہید ہوئے۔ ان میں ابو الولید ابو محمد عبد اللہ ابن یوسف ابن نصر طبری جو زیادہ ابن الفراضی کے نام سے علمی دنیا میں مشہور ہے شریک تھا۔

غرض اس ظلم اور خون ریزی کے بعد سلیمان المستعین باللہ یحییٰ کہ اب کوئی مخالف ایسا باقی نہیں رہا جو اس کا معترض ہو لیکن اس خانہ جنگی سے ملک میں ایسی بظمی پہلی تھی کہ مستحق و غیر مستحق جس کسی نے اپنے کو قرطبہ و دور اور کسی قدر مقتدر یا شہر اب غرور سے سرمست سلطنت کا دعویٰ دار بن بیٹا سب سے پہلے سلیمان کو قوم بربر کا مقابلہ کرنا پڑا جس کی مدد سے اس کو خلافت نصیب ہوئی تھی بربروں نے بڑے بڑے شہروں اور مختلف ملک کے حصوں پر اپنا قبضہ کیا اور خود مختاری کا دم بہرنے لگے چنانچہ بادیس ابن حابوس نے غرناطہ پر اور

البرزائی نے قمر موند پر اور حرز و ن فرس لیش پر اپنا قبضہ کر لیا جس کا ذکر آئندہ کیا جائیگا
 جن بربروں نے سلیمان کا ساتھ دیا تھا اون میں دو شخص نہایت با وقعت
 علی اور القاسم بھی شریک تھے ان کا دادا اور لیس خلیفہ ہارون الرشید
 کے خوف سے افریقیہ چلا آیا تھا اور بربروں کے ملک میں اقامت اختیار کی تھی
 چند روز میں یہاں اس نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی اور ایک زمانہ تک
 خلیفہ مذکور کے ملک پر متواتر حملہ کرتا رہا اور لیس کے بیٹے اور لیس نامی نے
 شہر فاس کو آباد کیا تھا علی اور قاسم دونوں المنصور کے زمانہ حکومت میں
 اندلس وارد ہوئے اور فوجی ملازمت اختیار کی۔ دونوں آدمی نہایت جری
 اور دلیر تھے۔ چند ہی روز میں عیسائیوں کی جنگ میں ان دونوں نے وہ جوہر
 مردانگی اور شجاعت دکھائے کہ المنصور نے ان کو مختلف فوجوں کا افسر مقرر
 کر دیا۔ جب یہ جنگ بربریہ قرطبہ میں شروع ہوئی تو یہی دو آدمی تھے جنہوں نے
 سلیمان کا ساتھ دیکر خاندان ابن ابی عامر کو تباہ اور سلیمان کو تخت پر بٹھا کر
 بنی امیہ کو دوبارہ ترقی دی سلیمان نے اس خیر خواہی اور اعانت کی صلہ میں

لے علی اور القاسم کا سلسلہ یہ ہے۔ ابن حمود ابن احمد ابن علی ابن عبداللہ ابن عمر ابن اور لیس ابن عبداللہ

ابن حسن ابن حسین ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابن ابی طالب۔

فوج پر صرف امر اسی بربر کو افسر مقرر کیا اور انہیں میں سے بعض کو صوبوں کی حکومت سپرد کی۔ چنانچہ علی ابن حمود طنجہ اور دیگر صوبجات افریقیہ کا والی مقرر ہوا یہاں اس نے پوری خود مختاری کے ساتھ حکومت کی گو ظاہرہ سلیمان کا مطیع بنا رہا لیکن جب اس نے دیکھا کہ بعض صوبوں کے حاکم سلیمان سے منحرف ہو گئے ہیں اس نے بھی اطاعت اور فرمان برداری اور پاس نمک کو بالائی طاق رکھا اور اپنے دائرہ حکومت کو بڑھانے کی کوشش شروع کر دی اس امیر کی بغاوت کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ خلیفہ ہشام المومند باللہ نے علم نجوم کے ذریعہ سے جس میں اس کو کامل دستگاہ تھی یہ دریافت کیا تھا کہ بنی امیہ کی حکومت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور ایک شخص ایسا پیدا ہو نیوالا ہے جس کا سلسلہ حضرت علی ابن ابی طالب اور جس کا نام حرف ع سے شروع ہوگا اور وہ شخص اس ملک کا بادشاہ ہوگا جب سلیمان نے وقت طبع کو فتح کیا اور خلیفہ ہشام کے قتل کے درپے ہوا ہشام نے علی ابن حمود کے کہو اس زمانہ میں امر اسی بربرین سربراہ اور وہ تھا حالات دریافت کیے اور اس کو لکھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ تو ضرور ملک تخت و تاج ہوگا مجھ کو اپنی زندگی کی امید باقی نہیں اگر سلیمان نے مجھ کو قتل کیا تو یقیناً انتقام تیرے سپرد کرتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ نے اس امیر کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ بھی

زمانہ سے سلطنت کی ہوس اوس کے دل میں پیدا ہوئی بہر کیف علی ابن حمود نے اپنے بیٹے یحییٰ کو اپنا جانشین کیا اور خود مع فوج جہا را بنائی طارق کو عبور کر کے اندلس میں داخل ہوا والی المیرۃ خیران اس کی مدد پر آمادہ ہو گیا علی نے اندلس پہنچ کر مشہور کیا کہ میں صرف خلیفہ ہشام کے خون ناحق کا انتقام لینے کی غرض سے یہاں آیا ہوں سلیمان کو جس وقت اس کا منشا ہی فساد معلوم ہوا یہ بھی فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا۔ ماہ محرم ۳۸۶ھ مطابق ۱۰۶۷ء عین طالعہ کے میدان میں سخت جنگ واقع ہوئی جہاں سلیمان کی فوج نے شکست کھائی اور یہ خود گرفتار ہوا علی ابن حمود نے بغیر تعرض قرطبہ پر قبضہ کیا اور جنگ کے چند روز بعد اسی ماہ محرم میں سلیمان اور اس کے باپ الحکم کو قتل کروا ڈالا اور خود تخت خلافت پر ٹھکان ہوا۔

خلیفہ سلیمان المستعین باللہ نے صرف تین سال چند ماہ حکومت کی تھی۔ وہ بھی اوس زمانہ غدر میں جبکہ تمام ملک میں غائب جنگی کی آگ بھڑک رہی تھی لیکن پہر ہی چونکہ یہ بذات خود ذی علم شخص تھا بالخصوص شعر و سخن میں مہارت کامل رکھتا تھا اس نے دار الخلافہ میں علم و فن کو فروغ دینے کی بہت کچھ کوشش کی تھی اگر یہ سلطنت پر پوری طبع مسلط ہو جاتا تو ممکن تھا کہ اس کی حکومت سے ملک اور رعایا کو بہت کچھ فائدہ پہنچتا۔

